BROWN BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226059

UNIVERSAL
LIBRARY

یا ایها الناس قد جاءکم برهان من ربکم

بفضلِ قادرِ قدیر تین کتاب لاجواب مع مقدمہ صوری و معنوی دافع غوایت

و زیغ و کجروی دافع مفاسد زائغین موسومہ باتمام تاریخی ارشاد خواجہ

۱۳۳۳

کتب خانہ

اعنی

برہان الدین

مؤلفہ

افضل العلماء مولانا ابوالفضل السید شاہ محمد مخدوم الحسینی الحسنی القادری

النظامی الشہیر بالسید خواجہ پیر شیخ الفقہ والاصول و مفتی المدرسۃ النظامیۃ الواقعۃ

بلدۂ حیدرآباد دکن

صرف ۱ آنہ

در مطبع شمس الاسلام چھتہ بازار مطبوع شد

فہرستِ مضامین کتاب ارشاد خواجہ پیر مہر علی الدین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
۱	شجرۂ منظومۂ قادریہ خاندان مؤلف بطور وحدۃ الوجود	۲
۲	شجرہ در اصل سناد علم طریقت ہے مثال سناد محدثین۔	برحاشیہ ۲
۳	شجرۂ منظومہ چشتیہ نظامیہ مؤلف بر سبیل وحدۃ الوجود	۴
۴	مقدمہ تعریف و موضوع و غایت تصوف	۵
۵	حسن بصریؒ کی حضرت علی سے ملاقات و سماعت و رویت و روایت۔	برحاشیہ ۵
۶	ارشادات اولیاء در تعریف تصوف از رسالۂ قشیریہ و کشف المحجوب و المنقذ من الضلال	۶
۷	انزال کتب و ارسال رسل سے صرف علم تصوف مقصود ہے۔ کچھ قوتی پکے ملحد کا رد۔	۸
۸	اقسام صوفیہ و وجہ تسمیہ از رسالۂ قشیریہ	۹ و ۱۱
۹	فضیلت تصوف از قرآن و حدیث و اکابر قوم۔ ذکر خضر و وجہ تسمیہ	۱۲
۱۰	آنحضرت علیہ السلام سے حضرت علیؓ کو اور علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ کو کلمہ کی تعظیم و تلقین کی حدیث۔	۱۶ برحاشیہ
۱۱	حضرت علیؓ سے حسن بصریؒ کی روایت کردہ احادیث۔	۱۸ حاشیہ
۱۲	خرقہ پوشی کا اثبات۔	۱۹ "
۱۳	طریقت میں عرفان۔ شریعت میں احسان یعنی ان تعبد اللہ کانک تراہ آخر کا مطلب	۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
۱۴	کمل پوشی و تاج پوشی اور دستار بندی کی حدیث سے ثبوت۔	۲۴ حاشیہ
۱۵	ثبوت علم ظاہر و باطن قرآن و حدیث۔	۲۷
۱۶	بیعت صوفیہ و پیری مریدی کا قرآن و حدیث سے ثبوت۔	۳۰
۱۷	فقہ معنوی یعنی تصوف فقہ صوری سے افضل ہے۔	برحاشیہ
۱۸	منکر صوفیہ نااہل ہے۔ اس سے علم اسرار کو مخفی رکھنا واجب ہے۔	۳۱ برحاشیہ
۱۹	حسین بن منصور حلاج الاسرار کو سولی دینے کا عجیب قصہ۔	۳۲
۲۰	من لا شیخ لہ فالشیطان شیخہ، و حکم تکرار بیعت	۳۹
۲۱	مرید کرنے کا طریقہ۔	۴۰
۲۲	پیالہ پلانے اور اذکار و اشغال قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ۔	۴۱
۲۳	ذکر و شغل مجددیہ و کلمۂ توحید۔	۴۵
۲۴	مثنوی رد واز مولف در بیان قال صحیح	۴۶
۲۵	علم حق عین عمل ہے از کلمات کمالیہ و افضلیت قال بر حال	۵۰
۲۶	بیان وحدۃ الوجود	۵۱
۲۷	سہو و غلطہ مجدد و صاحب در فہم کلام شیخ اکبر و معنی وحدۃ الوجود۔	۵۷
۲۸	دلائل وحدۃ الوجود از بحر العلوم شرح مسلم العلوم و قرآن و حدیث۔	۶۰

يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم

بفضله خواص ایشان را بکمالات ولایت

باحسان خویش عقاید و معارف عوارف گنجینه اسرار الطالبین

مجموعه مواعظ عارفین مشتمل بر تاریخی ارشاد خواجه پیر

اعنی ۱۳۳۳

برهان الدین

مؤلفه

عالم فاضل و افضل العلماء والکامل مولینا ابوالخیر و

الافاضل مولوی سید محمد مخدوم حسینی القادری

النظامی

در مطبع سلطان المطابع بزیور طبع محلی گردید

حیدرآباد دکن

واضح ہو کہ پیران طریقت کے شجرے و سلسلے راصل علم باطن کے اسناد ہیں جملہ محدثین اہل ظاہر کے پاس احادیث کے اسناد ہیں جیسا کہ القول المستحسن فی تراجم الحسن صفحہ (۴۷) میں ہے واما اخذ الکتوب فانما الحقیقۃ فیہ اخذ المرید من اسانید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ

الی دوام ملک اللہ العظیم

حمد باری مشتمل بر شجرہ پیران طریق قادری

قادرا تو قادری بر ہر چہ خواہی آں کنی — خلق را پیدا ز محض منت و احساں کنی

ممکن بود و نبود از جود تو موجود گشت — از وجود تو وجود جملہ اعیاں کنی

با وجودت متحد بودیم در غیریت نبود — ای کہ از تیغ فراقت خلق را یکجاں کنی

غیریت تو غیر را نگذاشت ہرگز در جہاں — لاجرم خود را تو عین جملہ اعیاں کنی

ہم بہ عین عینیت از ما تو داری غیریت — عین مائی و غیر مائی این عجب تر شاں کنی

از تجلی ظہوری رحمت رحمانیت — بر ہمہ احسان عام تر احساں کنی

مومن و کافر و نیک و بد سادی الوجود — چوں بحال شاں تو فضل و رحمت ہماں کنی

باز از فیض تجلی رحیمی شد جدا — مومن از کافر و نیک از بد عجب احساں کنی

از تقاضائے ھو الباطن تو چوں باطن شوی — خلق را پیدا کنی و خویش را پنہاں کنی

چوں عیاں از ھو الظاہر گشت ظاہر شوی — خویش را ظاہر بکل صور اعیاں کنی

نام تو محمود شان تو محمد مصطفےٰ — بر ترخ جامع میان واجب امکاں کنی

طالبان را بہر علم راسولا علیؓ — مصحف ناطق بیان حکمت ایماں کنی

از حسنؓ حسن ازل ظاہر کنی ہم از حسینؓ — ہم زین العابدین تو زینت عرفاں کنی

گر محمد باقر از اختر تو سازی خویش را — گہ امام جعفر صادق صداقت شاں کنی

گاہ موسیٰ کاظم غیظ و غضب از فضل خویش — از علی موسیٰ رضائی خویش بر احساں کنی

روایتیں معروف کرنی میں یہ روایت آنحضرت علیہ السلام تک مرفوع ہوتے ہیں پھر وہاں سے سلسلہ متصل ہوتے ہیں ہر دو روایت آنحضرت علیہ السلام تک مرفوع ہوتے ہیں پھر آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ کو بیان کیا کہ میں نے خدائے عزوجل کو فرماتے ہوئے سنا۔

لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قالہا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو کلمہ کہیگا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا۔ اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ و مامون ہوا۔ پس کلمۃ التوحید کی حدیث قدسی کی اسناد اور راویان روایت کے نام کو شجرہ

بھر عرفان کمال ذات و اسماء و صفات — عارف معروف گردی معدن عرفان کنی
باد از مولا علی مشکلکشا باب العلوم — چوں ابوالحسن بصری بصیرت شاں کنی
از حبیب عجمی کے ظاہر فنی حب ظہور — گاہ از داؤد طائی درد را درماں کنی
بھر عرفان کمال ذات و اسماء و صفات — عارف معروف گردی معدن عرفان کنی
سر السقطی سری سری سقطی بوالحسن — زاں جنید سر گروہ صوفیہ ذیشاں کنی
گاہ از بوبکر عبداللہ شبلی ہم عیاں — چوں ابوالفضل عبد واحد واحد یتاں کنی
از ابوالفرج محمد یوسف طرطوسی ہم — بوالحسن و شیخ علی ہکاری فیضاں کنی
گاہ از شیخ حرم شیخ عبدالرزاق بوسعید — پیر پیران غوث اعظم سید جیلاں کنی
گہ ز تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ولی — چوں عماد الدین ابوالنصر الی نصر ذیشاں کنی
گہ ز شمس الدین محمد نور خود ظاہر کنی — از شہاب الدین احمد تاج و تاباں کنی
گہ ز سیف الدین ابوبکر یا یحیی قادری — ہم ز شمس الدین محمد نور خود رخشاں کنی
از علاؤ الدین علی بن شمس دین دومی — شاہ بدر الدین حسن صورت سیر شاں کنی
گہ ز شرف الدین شرف دین فزائی یقین — از ابوالقاسم تو ہم یحیی شہ عرفاں کنی
رحمت اللہ عبد رحمان شاہ و عبداللہ عیال — دار علاؤ الدین علی گاہی علو شاں کنی
از ظہیر الدین ظہور دین و اہل دین حق — خواجہ بابا شاہ حسینی مرشد ہمداں کنی
پیر پیران میر میران شاہ حسینی قادری — السید ذات خود را بر ہمہ گواں کنی
گاہ شمس الدین حسینی مینمائی خویش را — نور خود بر آسمان معرفت تاباں کنی
از پی برہان دین خود آمدی برہان دیر — طالبانرا پیر و مرشد عارف ربانی کنی
جلوہ گر از شکل شمس الدین صاحب پیر ہم — شان تو ہم ہی عیاں گہ شہ و شاہ آں کنی
نام تو قادر و محی الدین حقیقی مہم تو ہی — خواجہ و مخدوم خود را بر ہمہ عیاں کنی
پیر و مرشد عبد قادر محی الدین مذکور باد — مرقد شان پر ضیا از شمع رحمت و رضواں کنی
رحمت بر جملہ پیران طریق قادری — از طفیل شاہ اعظم رحمت غفراں کنی
جملہ اسلاف و اخلاف مرا مغفور کن — فضل و رحم و مغفرت بر صاحب حال کنی
خواجہ و مخدوم پیر بے نوا محتاج را — خاتمہ بالخیر و ہر بابت تو کشائش آساں کنی

بیان تجلی وحدت ذاتیہ در کثرت اسمائی شجرہ چشتیہ نظامیہ

سلسلہ پیران طریقت کہا جاتا ہے عموماً کل مشائخ و خصوصاً خاندان مولف میں کلمۃ التوحید کی تلقین و تعلیم اسرار و ارشاد و سوز اشد ضروری و اہم مہمات طریقت تصوف سے ہے چنانچہ اس فقیر کے جد اعلیٰ سید خواجہ پیر برہان الدین حسینی قدس سرہٗ (جنکے نام نامی سے آج ہذا موسوم و معنون ہے) اپنے زمانہ کے بے نظیر شیخ کامل و اکمل و کلمۃ التوحید کے راز و رموز سے عارف تھے۔ آپ سے جو شخص طالب ہوتا کہ اوراد و کلمہ پڑھنے اور کلمہ کی تعلیم و تلقین کی تاکید فرماتے تھے جو عادت انبیاء علیہم السلام کی بھی تعلیم سے کرنوں شریف میں بہت سے مریدوں و طالبین پیر و مرشد نے کلمہ کی تلقین حاصل کر کے موحد کامل کو پہنچے معتقدین کو سوائے خسران مبین کے کچھ حاصل نہ ہوا اور نہ ہوگا برہان الدین اولیاء معروف الکلمہ کا کلمہ پڑھانا آج تک سنا نہیں گیا ہے۔ درحقیقت کلمۃ التوحید اگرچہ مختصر ہے لیکن کونین کے اسرار اسی مختصر کلمہ میں جمع ہیں جنکے کشف کی تحقیق و رموز و اسرار کو پیر کامل سے حاصل کیا تو اُسنے توحید حقیقی

و ایمان تحقیقی کے جواہر بے بہا کو حاصل کیا جسنے کلمہ کے اسرار و رموز کو حاصل نکیا صرف کلمہ کی ذکر کا ذاکر اور اسی پر اکتفا کیا تو مقصد طریقت تصوف سے محروم رہا صرف ذکر کا اجر و ثواب ملیگا تزکیہ نفوس جو فہم اسرار کلمۃ التوحید سے حاصل ہوتا ہے وہ محروم ذکر

کلمہ التوحید یا دوسرے اذکار و اشغال سے حاصل نہیں ہوتا بہترین طریقہ تزکیۂ نفوس معرفت عبد و رب یا خود شناسی و خدا شناسی ہے اور یہ سب کچھ صرف کلمۃ التوحید کے اسرار و حقائق کے سمجھنے و تحقیق حاصل کرنے پر۔ جو لوگ کلمہ کے اذکار و اشغال مقیدہ کو ہی اصل مقصود و موجب تزکیۂ نفوس سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے عمر بھر ذکر کرتے رہنے سے بھی تزکیۂ نفس حاصل نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ کلمۃ التوحید کے اسرار و حقائق و دقائق حاصل نہ کریں حصول معرفت کلمہ نہیں اور نہ یہ حصول معرفت تزکیۂ نفس ممکن نہیں ملا وہ ازیں اگر صرف نماز و روزہ و تلاوت قرآن و اذکار و اشغال مقیدہ ہی موجب تزکیۂ نفوس ہیں تو پھر شیخ کامل و پیر و مرشد کی کوئی ضرورت ہی نہ رہی اسلئے کہ سب اذکار و اشغال ہر شخص کو معلوم اور ہر شخص ماذون و مجاز ہے پھر خواہ مخواہ تصوف و عرفان کے معنی محض ابنیہ شکل برائے اہل کا مصداق ٹھہرے گا۔ نہیں نہیں بلکہ عرفان عین ایمان ہے و مقصود آفرینش انس و جان بحکم وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ہے ابن عباس یعبدون کی تفسیر میں یعرفون کہا ہے۔ بعض اشخاص بیعت شیخ کو غیر ضروری و فضول سمجھتے ہیں اولیاء اللہ پر معترض رہتے ہیں اولیاء کبار کی تضلیل سے مستفید ہونے پر ہمہ قطع و برید عیب سمن کا حامل ہے۔

شیخ طریق کے پاس زانوئے ادب تہ کر کے اسرار توحید حاصل نہ کر کے صرف سطالعہ کتب سے راز تصوف سمجھنا چاہتے ہیں لیکن کچھ نہیں چل سکتا کیونکہ یہ علوم سینہ بسینہ حاصل ہوتے ہیں۔ درسی علوم نہیں ہیں کہ ایں مدرسہ نیست جائے آواز است سینہ بسینہ میرسد راز ہا۔ جہلائے اہل ظاہر کہ علوم اولیاء پر معترض ہیں۔ وہ اصطلاحات صوفیہ سے واقف نہیں ہوتے۔ اگر واقف

کُنتُ کَنزًا مَخفِیًا گفتی ما اظہار آدی	ای کہ از اعیان عالم خود بخود بیدار آدی
شانِ احدیت عیان از روئے اسم اللہ تو	از محامد خود محمد مشتہر اسرار آدی
از علی شانِ علو ظاہر کنی سوئے بشر	از حسن بصری بصیرین انوار آدی
ہم عیان از عبد و احد و احد و احدیت یکی	در تفصیل از نشانِ فضل کردگار آدی
بلخ کردی تلخ در عشق خود ابراہیم را	ہم سدید الدین حنیف راہ حق انوار آدی
گہ امین الدین شدی گہ شاد باشان علی	شام و اسحاق راہ چوں صبح انوار آدی
خود ابو احمد شدی و بو محمد ہم شدی	خود ابو یوسف ہم و دود و مختار آدی
از طواف کعبہ رفتی شدی حاجی بیت	ہمچو عثمان سرگروہ جملہ ابرار آدی
از پئے ہر مستعین کردی معین الدین لقب	خود چو قطب الدین شدہ بر عرش نثار آدی
خود نصیر الدین شدی مسعود ہم در فرید	خود نظام الدین شدہ محبوب عبقار آدی
خود نصیر الدین شدی روشن چو چراغ دہلوی	ہم محمد سید و مخدوم و مختار آدی
از جمال خود جمال الدین شدی مغربی	مغربی ظلمات را چوں صبح انوار آدی
از کمال خود کمال الدین یمانی شدی	خواجہ سیرابی شدی سید مختار آدی
خود شدی بر بیان دین اہل ہمچو پور را	گاہ امین الدین امین را دلدار آدی
سید ہر اں شدی اللہ نمائی بندگاں	خود ظہیر الدین ظہیر اہل اسرار آدی
گاہ باباشاہ حسینی باب عرفان الٰہ	ہر سیراں شاہ حسینی سید مختار آدی
بر سمائے خود شناسی و خدا شناسی شمس دین	شمس دین در معرفت خود مہر انوار آدی
سید و مخدوم و خواجہ پیر برہان دین	کاملاں را پیر کامل فخر ابرار آدی
مرشدان را مرشد و سرشدان را رہنما	اے مرادِ کل مریدان طلبگار آدی
خود شدی شہ شمس دین شاہ صاحب پیر عرف	بر سمائے معرفت چوں شمس اسرار آدی
قادر انام تو قادہ ملہی دین حق تو ئی	جملہ مقدورات را قادر و مختار آدی
سید و مخدوم و خواجہ پیر ایں زماں	مرشد و مولا توئی مخدوم و مختار آدی
از طفیل خواجگان چشت کز اہل بہشت	خواجہ را مغفور فرما چونکہ غفار آدی

اما بعد فقیر الی اللہ الغنی ابو الخیر و ابو الفضل محمد بن المدعو بمحمد دوم الحسینی

ہوتے تو ان شریعت پاتے پھر اعتراض کی گنجایش نہ تھی۔ پس تصوف سیکھنے کیلئے پیر و مرشد کی تعلیم و تفہیم کا ضرور ہے ۵ اصطلاح تیست مرا بامال را پرسان نیست بیت اہل قال را۔ غرضکہ کلمۃ التوحید ہی دین کی توی برہان اور عقائد کی جان ہے۔ راز کونین پر حاوی ہے

المشہور بخواجہ پیر حسینی قادری النظامی عامله الله بلطفه الخفی

عرض کرتا ہے کہ علم تصوف علم تزکیۂ نفوس و تصفیۂ اخلاق و اصلاح ظاہر و باطن کا نام ہے ہرگز خلاف شریعت نہیں ہے مگر اکثر بیخبر صوفی بے علم دین نے علماء ظاہر کو احکام شریعت کی مخالفت کر کے اصل تصوف و محققین صوفیہ کو بدنام کر رکھا ہے جس کی وجہ سے علمائے ظاہر شریعت تصوف و صوفیہ سے بدظن ہو گئے۔ اور اصل تصوف سے انکار کرنے لگے صوفیہ کو طعنہ و زنادقہ کہنے لگے۔ اسلئے میں نے ان ہر دو فریق کی افراط و تفریط کی تردید اور اصل تصوف کی تعریف و موضوع و غایت اور قرآن و حدیث سے تصوف کا اثبات و صوفیہ کے فضائل و مناقب و اثبات بیعت و اذکار و اشغال و بیان طریقت و عقائد صوفیہ بحوالہ کتب معتبرہ جمع کر کے ایک مختصر مفید کتاب تالیف کی اور اسکو اپنے جد امجد کے نام سے موسوم و معنون کر کے تاریخی نام ارشاد الواجد پیر سال ۱۱۱۳ھ میں رکھا۔ خدائے پاک اسکو میرے دین کی برہان گردانکر طفیل خاندان ۱۲ خدا انبیاء و اولیاء و علماء و عرفاء و صلحاء و صوفیہ باصفا میری اور میرے کل اسلاف و اخلاف کی مغفرت و نجات درفع درجات کا وسیلہ جلیلہ بنائے۔ آمین ۵

احببت الصالحین ولست منهم ✻ لعل الله یرزقنی صلاحها

ناظرین باتمکین سے مستدعی ہوں کہ اسمیں جو کچھ مجھسے سہو و خطا ہوئی ہو تو بنظر عفو و عدل ملحوظ اصلاح فرماویں ۵

بقدر وسع در اصلاح کوشند ✻ اگر اصلاح نتوانند پوشند
ننازم بسرمایۂ فضل خویش ✻ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش

اگرچہ یہ میری ناچیز تالیف اس اعتبار سے کہ مجھ ناچیز کی تالیف ہے بیشک ناچیز و ناقابل التفات ہے مگر اس اعتبار سے کہ اسکے مضامین عالیہ قرآن و احادیث و اکابر اولیاء اللہ کے ارشادات ہیں ضرور قابل قدردانی و لائق اتباع ۵ غرض تصنیف کرنا یاد دانی کہتی رانی مینم بقائے ✻ مگر صاحبدلے روزے برحمت ✻ کند درحق ما خیرے بگوید

مقدمہ :- تصوف کی تعریف و موضوع و غایت کے بیان میں

التصوف هو علم تعرف به احوال تزکیة النفوس و تصفیة الاخلاق و تحلیة الظاهر و الباطن بما یلیق السعادة الابدیة ۱۲ تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیۂ نفوس و تصفیۂ اخلاق و اصلاح ظاہر و

کی تمہید کے بعد نقاد و سماع کو ثابت کیا ہے چنانچہ القول المتین صفحہ ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ میں ہے الثابت من سنة الامام ابی الله ولد الحسن البصری بقیناً من خلافة امیر المومنین عمر بن الخطاب بالمدینة الطیبة فکان [illegible]

شہد عثمان رضی اللہ عنہ وقدم البصرۃ بعد قال الحافظ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد عبد الکریم بن عبد ابو احمد الشیبانی الجزری ثم الموصلی الشہیر بابن الاثیر فی اسماء الرجال من جامع الاصول فی ترجمتہ ھو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن وابیہ ابی الحسن یسار من سبی میسان مولی زید بن ثابت ولد لسنتین بقیتا من خلافۃ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالمدینۃ الشریفۃ زادھا اللہ تعالیٰ تشریفا وتعظیما وقدم البصرۃ بعد مقتل عثمان وکان احد الشیخ العلامۃ ولی الدین محمد بن عبد اللہ بن محمد الخطیب التبریزی فی اسماء رجال المشکوٰۃ وذکر الحافظ جمال الدین المزی التھذیب والحافظ شمس الدین الذھبی فی تذھیب التھذیب، اللہ حضر یوم الدار ولہ اربع عشرۃ سنۃ المقدمۃ الثانیۃ ان امیر المؤمنین علیا المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کان باللہ الطیبۃ من حین عمر الحسن الی ان بلغ اربع عشرۃ سنۃ کما سیاتی عن الحافظ السیوطی لم یخرج منھا الا بعد اربعۃ اشھر من مبایعۃ الناس خلیفۃ القضاعی فی تاریخہ والدیار بکری فی الخمیس ناقلا عن المختصر الجامع۔ الثالثۃ ان الشیاع فی مثل ھذا کاف فی التغییر صحیح مقبول سواء بلغ التواتر او لم یبلغہ (۳۳۴) القول المستحسن قال الحافظ جلال الدین سیوطی رح فی اتمام الدرایۃ من التحمل وقد قبلہ

تعمیر ظاہر و باطن کے کمالات پہنچ جاتے ہیں ابدی سعادت حاصل کرنے کے لئے وہ موضوعہ اللہ کہ التصوف والتعمیر الظاہر والباطن کا موضوع تزکیہ نفوس وتصفیہ اخلاق وتعمیر ظاہر و باطن ہے بھی مذکور ہوا۔ وغایتہ نیل السعادۃ الابدیہ۔ تصوف کی غایت سعادت ابدی کو حاصل کرنا ہے علیہ

باب اوّل اکابر اولیاء اللہ کے ارشادات تعریف و اثبات تصوف میں

فصل اوّل تصوف کی تعریف میں۔ اگرچہ بہت سے ارشادات ثابت ہیں مگر ان سب کا حاصل مراد و مدعا وہی ہے جو اوپر مقدمہ میں مذکور ہوا یعنی تزکیہ نفوس و تصفیہ اخلاق وتعمیر و اصلاح ظاہر و باطن۔ اور رذائل عادات سے پاک ہونا و فضائل و خصائل حمیدہ سے موصوف و آراستہ ہونا۔ چنانچہ رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر کے ص۱۴۹ باب التصوف میں مرقوم ہے قال الاستاذ۔ الصفاء محمود بکل لسان وضدہ الکدر ومرید ومتی مذموم بکل لسان (صفائی ہر زبان میں محمود ہے اسکی ضد کدورت ہے) پھر فرمایا کہ اخبرنا عبد اللہ بن یوسف انبا قال اخبرنا عبد اللہ بن یحیی الطلحی قال حدثنا الحسین بن جعفر قال حدثنا عبد اللہ بن نوفل قال حدثنا ابو بکر بن عیاش عن یزید بن ابی زیاد عن ابی جحیفۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متغیر اللون فقال ذھب صفو الدنیا وبقی الکدر فالیوم نجعۃ لکل مسلم (ابو جحیفہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے احوال میں کچھ تغیر تھا پھر فرمایا کہ دنیا کی صفائی گئی اور کدورت باقی رہی پس آج ہر مسلمان کیلئے موت ایک تحفہ ہے۔)

حضرت امام قشیری کے پاس تصوف کا معنی صفائی ہے۔ یعنی تصفیۂ اخلاق و اصلاح وتعمیر ظاہر و باطن اسی واسطے تصوف کی تعریف میں الصفا محمود آخر بیان کیا اور اسکی تائید و اثبات میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس سے تصوف کا ثبوت اور نفی صفائی وتصفیۂ اخلاق ہونا واضح ہے۔ سمعت محمد بن احمد بن یحیی الصوفی یقول سمعت عبد اللہ بن علی التمیمی یقول سئل ابو محمد الجریری عن التصوف فقال الدخول فی کل خلق سنی والخروج من کل خلق دنی (محمد جریری سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے تو فرمایا کہ ہر اچھی خصلت میں داخل ہونا اور ہر بری عادت سے خارج ہونا تصوف ہے) وقال محمد بن الفضاب۔ التصوف اخلاق ربانیۃ ظہرت فی زمان کریم من رجل کریم مع قوم کرام۔ (اور محمد علی قصاب نے کہا کہ تصوف عمدہ صفات ہیں جو بہتر زمانہ میں بہتر شخص سے بہتر قوم کیساتھ ظاہر ہوں) سئل رویم عن التصوف فقال استرسال النفس مع اللہ تعالیٰ علی ما یرید (رویم سے پوچھا گیا کہ تصوف

علہ شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر صفحہ (۱۹) ۱۲ منہ

بالنسبة الی السماع التمییز ویحصل غالباً باستکمال خمس سنین بالغ (ترجمہ) سنہ اولی ختم خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو سال باقی تھے۔ مدینہ طیبہ میں پیدا ہو کر چودہ سال تک شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک مدینہ میں اور اسکے بعد بصرہ

کیا چیز ہے تو فرمایا کہ نفس کو خدا کیساتھ خدا کے ارادہ پر چھوڑ دینا تصوف ہے) قال الکتانی التصوف خلق فمن زاد علیک فی الخلق فقد زاد علیک فی الصفا۔ (کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف خلق کا نام ہے جتنے تجھ پر اخلاق میں زیادہ کیا تو اُسنے تجھ پر صفائی میں زیادہ کیا۔) وقال الشبلی التصوف منقطع عن الخلق متصل بالحق۔ کقولہ تعالیٰ واصطنعتک لنفسی قطعہ عن کل غیر ثم قال لن ترانی (شبلیؒ نے فرمایا کہ صوفی خلق سے منقطع اور حق سے متصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ کو فرمایا کہ تجھکو میں نے اپنے لئے بنایا ہے۔ موسیٰ کو کل غیر سے منقطع کر دیا پھر فرمایا کہ تو مجھکو ہرگز نہیں دیکھیگا

(از رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر ص۱۵) وقال الجریری التصوف مراقبۃ الاحوال ولزوم الادب (اور جریری نے کہا کہ تصوف احوال کی حفاظت و لزوم ادب کا نام ہے۔) وقال المرتعش الانقیاد للحق (مرتعش نے کہا تصوف حق کی اطاعت و اتباع کا نام ہے۔) سمعت ابا حاتم السجستانی یقول سمعت ابا نصر السراج یقول سئل ذوالنون عن التصوف فقال هم قوم آثروا الله عزوجل علی کل شیء فآثر الله عزوجل علی کل شیء (ذوالنون سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے تو فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے تمام چیزوں پر خدائے عزوجل کو اختیار و پسند کیا تو خدائے عزوجل نے بھی انکو تمام چیزوں پر پسند و اختیار کیا۔ رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر ص۱۵۱) کشف المحجوب کے باب ثالث فی التصوف کے فصل دوم دوم میں ہے۔ ابوالحسن نوری گوید التصوف ترک کل حظ النفس کل خلاف نفس کو ترک کرنا تصوف ہے اسی فصل دوم میں ہے حصری گوید التصوف هو اخذ السر من کدورۃ المخالفۃ (مخالفت کی کدورت سے باطن کو پاک کرنا تصوف ہے) اسی فصل میں ہے محمد بن احمد المقری گوید التصوف استقامۃ الاصل مع الحق۔ حق کے ساتھ احوالات کی استقامت کا نام تصوف ہے۔ اور اسی فصل میں ہے مرتعش گوید التصوف حسن الخلق تصوف نیک خلق کا نام ہے۔ نیز اسی فصل میں ہے ابوعلی رزباری گوید التصوف هو اخلاق الرضیۃ پسندیدہ اخلاق حمیدہ تصوف ہے۔ امام حجۃ الاسلام حضرت غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں القول فی طریق التصوفیہ کے عنوان میں فرمایا ہے۔ ثم انی لما فرغت من هذه العلوم اقبلت بهمتی علی طریق الصوفیۃ وعلمت ان طریقتهم انما تتم بعلم وعمل وکان حاصل علمهم قطع عقبات النفس والتنزه عن اخلاقها المذمومۃ وصفاتها الخبیثۃ حتی یتوصل بها الی تخلیۃ القلب عن غیر الله تعالیٰ وتحلیته بذکر الله (ترجمہ جبکہ میں ان علوم سے فارغ ہوا تو طریق صوفیہ کیطرف متوجہ ہوا۔ اور جانا کہ صوفیہ کا طریقہ علم و عمل سے تمام ہوتا ہے۔ علم صوفیہ کا حاصل

کو آئے حافظ مجدالدین ابوالسعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد پیدا ہو کر شیبانی جزری موصلی مشہور ابن اثیر نے جامع الاصول کے فن اسماء رجال میں حسن بصری کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ بوسعید حسن بن ابی الحسن الیسار صالح قیدیوں سے زید بن ثابت کے غلام تھے سنہ میں ہے ختم خلافت عمر کے سال جب دو سال باقی تھے اسوقت مدینہ میں حسن بصری پیدا ہوئے شہادت عثمان کے بعد بصرہ کو آئے۔ شیخ علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ بن محمد خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ کے اسمائے رجال میں اسی طرح ذکر کیا ہے حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب میں امام حافظ شمس الدین ذہبی نے تذہیب التہذیب میں ذکر کیا ہے کہ وہ یوم الدار قتل عثمان رضی اللہ عنہ کیوقت تھے اسوقت انکی عمر چودہ سال کی تھی۔

مقدمہ ثانیہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہتے تھے جب کہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور چودہ سال کی عمر کر کے بصرہ پہنچ چکا ذکر حافظ جلال الدین سیوطی رح آئندہ مشغول ہوگا۔ اور علی رضی مدینہ سے باہر نہیں گئے گھر گھر

آپ سے بیعت کر چکے چار مہینے کے بعد جسکو قضاعی نے اپنی تاریخ میں اور دیار بکری نے خمیس میں مختصر جامع سے نقل کیا ہے۔ مقدمہ ثالثہ یہ ہے کہ حسن بصری سماع صحیح و مقبول ہے۔ (صفحہ ۱۴۳) ... القول المحمود میں ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی رح

اتمام الروایہ میں کہا ہے کہ عقل روایت کی عمر وقت بہ نسبت سماع کے تمیز و شعور ہے یہ تمیز غالباً پانچ سال کامل ہونے سے حاصل ہوتی ہے انتہی (۱۲) القول المستحسن میں ان تینوں مقدمات ذکر کرنیکے بعد فخر الحسن سے نقل کیا ہے کہ جان لو کہ جب تبرائہ نقل کے

اس سے یہ مقدمات ثابت ہوئے

حسن بصری کا مدینہ شریف میں پیدا ہو کر چودہ سال کی عمر تک مدینہ میں رہنا۔ اور علی رضی اللہ عنہ کا بھی اس مدت تک مدینہ میں رہنا۔ اور قبل تجربہ سماع صحیح مقبول ہونا۔ ان مقدمات کے تسلیم کرنیکے بعد یہ کہنا کسطرح جائز ہوگا کہ حسن بصری نے علی سے روایت کی ہے کوئی نہیں اور علی سے ملاقات ثابت نہ کرکے علی کی روایت کو سنا کہنے والے کو جو وہ جھوٹے بچے مثبت ہیں کہا ہے (یعنی ابن تیمیہ) اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ تحذیر الغرقہ بوصل الخرقہ میں کہا ہے کہ جبکہ یہ معلوم ہے کہ حسن بصری (۱۴) سات سال کی عمر سے نماز کیلئے ہوتے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے اقتدا کر کے نماز پڑھتے تھے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اور علی رضی اللہ عنہ اسوقت مدینہ میں تھے اور کوفہ کو نہیں گئے تھے۔ مگر بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے تو پس حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع روایت کا کیطرح انکار کیا جائیگا حالانکہ وہ مسجد میں علی رضی اللہ عنہ سے ہر روز پانچ وقت ملتے تھے۔ حسن تمیز سے چودہ سال کی عمر تک۔

دیدہ باید کہ علی رضی اللہ عنہ امہات المومنین کی ملاقات کیا کرتے تھے جنہیں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں حسن بصری اور انکی والدہ ہر دو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہتے تھے۔ فاعلم انما ما ثبتت ھذہ المقدمات عند ائمۃ النقل الثقات کون الحسن البصری رضی اللہ عنہ قد ولد بالمدینۃ الشریفۃ زادھا اللہ شرفا وتعظیما

نفس کی گندگیوں کو قطع کرنا اور نفسانی بری عادتوں اور نفس کی خبیث صفتوں سے پاک ہونا ہے تاکہ بذریعہ تزکیہ نفس کے غیر اللہ سے خالی کرنے اور ذکر الٰہی سے قلب کو آراستہ کرنے کیطرف پہنچ سکے (انتہی) ان تمام روایات کا حاصل وہی تزکیۂ نفوس و تصفیۂ اخلاق و اصلاح و تعمیر ظاہر و باطن ہے جو تصوف کی جامع و مانع تعریف ھو علم تعرف بہ الی آخرہ۔ سے پہلے مذکور ہوئی پس جبکہ تصوف تزکیۂ نفس و تصفیۂ اخلاق و اصلاح ظاہر و باطن کا نام ٹھہرا تو روز روشن کیطرح قرآن و حدیث سے اسکا ثبوت کیا معنی بلکہ انزال کتب و ارسال رسل خود اسی تزکیۂ نفوس و اصلاح ظاہر و باطن کی غرض سے ہے۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ یزکّیھم ویعلّمھم الکتاب والحکمۃ وغیرہا آیات و احادیث بیشمار سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین تک کل پیغمبر بنکا معبوث ہونا صرف تزکیۂ نفوس و تصفیۂ اخلاق و اصلاح ظاہر و باطن ہی کیلئے ہے۔ اسکے سوائے اور کوئی امر مقصود نہیں ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

مکارم اخلاق حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو کو شامل و جامع ہے۔ پس اب تصوف کے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہی

فصل دوم جو متصوفی پر کئے ملحدین کی تردید میں۔

واضح ہو کہ تکلم پر دلی تحصیل اوامر شارع و نہی کیلئے اکثر ملحدین کامل پوشاک یا سبز پوش و سیاہ پوش یا گیروی لباس میں کنٹھ تسبیح ہزار دانہ لیکر ظاہری شکل و صورت سے عیانہ منکر خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں جسم کثیف عنصری سے جو روح کو غذا ملتی ہیں اور جسم نورانی میں تمام عالم عرش و کرسی لوح و قلم قرآن شریف و ملائکہ و جنات و شیاطین و تبع و دوزخ و ساتوں زمین و سات آسمان و سات دریا و نالے و میدان و پہاڑ و بھاڑ وغیرہا کو ثابت و موجود و مبلغ ہیں اور قرآن شریف یعنی کلام لفظی کو کلام الٰہی کا تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور حقارت ایسا کہتے ہیں کہ سفید کاغذ پر کالی حروف انسانوں کے لکھے ہوئے ہیں یہ کلام نہیں ہے بلکہ انسانی وجود میں کلام الٰہی موجود ہے اسیطرح جتنے بیہودہ خرافات کفریات سخت ہیں ان سبھوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ و جملہ احکام شریعت کے بجالانا اور عبادت و بندگی حصول معرفت و قرب حق تعالیٰ کیلئے ہے جب مقصود حاصل ہو تو پھر عبادت کی ضرورت نہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یقین حاصل ہونیکے بعد عبادت فرض نہیں ہے یقین سے مراد خدا کی معرفت ہے اور اہل ظاہر غفیر و الوالے یقین کو الگ موت کہا ہے قاسا یہ مطابع ہے کہ موت بھی بمعنی امر ہے نہ کہ لغت تین کے معنی موت لکھا ہے اور اسیطرح حدیث شریف اذا مات ابن آدم انقطع عنہ عملہ سے بھی خدا کی حضور و مشاہدہ کو گناہ سمجھ کر معرفت نہیں ہوتی اسلئے بندہ ہی شراب کا بجائے فیوض ملکوتی اور تمام نشہ کی چیزوں کے استعمال کو تقرب حق اور جملہ حرام و ممنوع کاموں کو اپنے لئے طاعات کیا کرتے ہیں جنہیں سے

فکان بما بقی من اربع عشرۃ ۔ و اقامۃ امیر المومنین علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ بھا الی ھذہ المدۃ وصحۃ السماع قبل الطبوع غایۃ یسوغ معھا ان یقال ان الحسن لم یر علیا و لم یجتمع بہ و لم یسمع منہ لانہ کان صبیا کما قال البعض (ای ابن تیمیۃ) و قال الحافظ جلال الدین السیوطی رح فی رسالتہ الخبائ الفرقۃ و من العلوم انہ یوصل الخرقۃ و من العلوم انہ (ای الحسن) من حین بلغ سبع سنین امر بالصلوۃ فکان یصلی الجماعۃ و یصلی خلف عثمان فی ان قتل عثمان و علی اخذ الخلافۃ بالمدینۃ فانہ لم یخرج منھا الی الکوفۃ الا بعد قتل عثمان فکیف یستنکر سماعہ منہ مع کرم اللہ وجہہ و ھو کما ایجتمع بہ فی المسجد خمس مرات من حین میزالی ان بلغ اربع عشرۃ سنۃ و زیادۃ علی خلاف و لا شک ان علیا کان یوصی المومنین و منھم ثم سلمۃ و الحسن فی بیتھا ھو و ائمہ المقدمۃ الرابعۃ ص ۶۳ القول المستحسن ان الحسن البصری ثقۃ مامون شیخ شیوخ زمانہ و امام ائمۃ و انہ عند الائمۃ المحدثین الکبار ہل عند الصحابۃ الابرار رضی اللہ عنھم اجمعین قال الشیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الزرعانی رح فی الکواکب الدراری شرح صحیح البخاری فی ترجمتہ عن محمد بن سعد قال کان الحسن جامعا عالما رفیعا فقیھا ثقۃ حجۃ مامونا عابدا ناسکا کثیر العلم فصیحا اجمل اھل البصرۃ اجمع الامۃ علی جلالتہ و عظم قدرہ علما و زھدا و فضاھۃ و قال الخطیب التبریزی سردی الحسن عن الصحابۃ مثل ابی موسی و انس بن مالک و ابن عباس و غیرھم و عنہ خلق کثیر

دراصل مباح سمجھتے ہیں حلال و حرام میں فرق و تمیز نہیں کرتے ہیں حشر اجساد کے قائل نہیں بلکہ مرنے کے بعد مٹی میں مٹی پانی میں پانی ہوا میں ہوا آگ میں آگ کل شی یرجع الی اصلہ کی مطابق ہر شے اپنے اصل مرکز سے ملجاویگی ترکیب ہی باقی نہ رہی تو پھر عذاب کس پر اور سوال و عذاب قبر و حشر و نشر جنت و دوزخ وغیرہا امور آخرت کا ذکر صرف تنبیہ و تہدید کے لئے ہے جو بقائے دنیا تک نقض امن ہونے کے لئے یہ امور بیان کر دیئے گئے ہیں نعوذ باللہ من تلک الکفریات صوفیہ ایسے منکرین امور آخرت کو کافر سمجھتے ہیں نہ ان کو صوفی کہتے ہیں نہ ان کے کفر و زندقہ و شرک والحاد کو تصوف بلکہ ایسے ایسے ہی کچے صوفی پکے ملحدین سے احتراز کرنے کے لئے صوفیہ نے تاکید فرمائی ہے ان سے بیعت و مرید ہونے کو منع کر دیا ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روے ہست ؛ پس بہر دستے نباید داد دست ؛ اور حضرت عارف نامی مولانا عبد الرحمن جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎ کمن با صوفیان خام یاری ؛ کہ باشد کار خاماں خام کاری ؛ طریق پختہ کاری را نمانند ؛ ز خامی سوہ از بافت نخیزد ؛ زاصل خویش آں سوہ بریدہ ؛ بماند تا قیامت ناریدہ ؛ پس اصل تصوف و طریقت ہرگز شریعت کے مخالف نہیں ہے ؎ شریعت را مقدم دار اکنوں ؛ طریقت از شریعت نیست بیروں ہر آں کو در شریعت راسخ آید ؛ حقیقت راہ بروے خود کشاید ان سے معلوم ہوا کہ محققین صوفیہ کے عقائد و اعمال شریعت کے سرمو مخالف نہیں صرف جھوٹے مدعیان تصوف پر قیاس کر کے ان اہل اللہ صوفیاں باصفا پر اعتراض کرنا بیجا ہے ان پاک برگزیدہ اولیا کا تو کچھ نقصان نہیں سن و طعن خود قائل پر رجوع ہونگے **فصل سوم** اس تصوف و صوفیہ کے اقسام اور وجہ تسمیہ بیان کرو رجع تصوف حقانی تو ایک ہی ہے جو مطابق شریعت ہے۔ دوسرا باطل تصلف شیطانی ہے جو جیفۂ دنیا کے طالب تحصیل مال و متاع دنیوی کے لئے تخلف و تصنع سے اپنے کو محققین صوفیہ صافیہ اہل اللہ کے لباس میں تارک الدنیا و منقطع الی اللہ ظاہر کر کے کفر و الحاد کہتے ہیں اور بندگان خدا کو گمراہ کرتے ہیں کشف المحجوب ص ۲۲۰ میں ہے ؎

ان الصفا صفۃ الصدیق ؛ ان ارادت صوفیا علی التحقیق پس صوفی حقیقی صدیق ہوتے ہیں اور ان کی صفت ہی کو صفا و تصوف کہتے ہیں کشف المحجوب کے ص ۳۵ میں ہے من صفی الحب فھو صاف و من صفی الجیب فھو صوفی

من التابعين وتابعيهم وهو امام وقته في كل فن وعلم ورع هل ورع وعبادة وقال ابن الاثير وابو الحسن البصري من الصحابة مثل ابي بكرة الثقفي وانس وسمرة بن جندب رضي الله تعالى عنهم ورووا عنه خلق كثير من التابعين

وما بعدهم وهو امام وقته في كل فن وعلم ورع هل ورع وعبادة وقال الترمذي في كتاب العلل من جامعه حدثنا سوار بن عبد الله العنبري يقول ما قال الحسن حدثنا قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين اور خطیب تبریزی نے کہا کہ حسن بصری نے ابو موسیٰ اور انس بن مالک اور ابن عباس وغیرہ جیسے صحابہ سے روایت کیا ہے اور حسن بصری سے تابعین و تبع تابعین کے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ حسن بصری ہر فن و علم و زہد و ورع و عبادت میں اپنے وقت کے امام ہیں۔ اور ابن اثیر نے کہا کہ ابو بکرۃ ثقفی و انس و سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے روایت کیا ہے۔ اور حسن بصری سے تابعین و تبع تابعین کے بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے حسن بصری ہر فن و علم و زہد و ورع و عبادت میں اپنے وقت کے امام ہیں اور ترمذی نے اپنے جامع ترمذی کی کتاب علل میں کہا ہے کہ ہمکو سوار بن عبد اللہ عنبری نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حسن بصری نے اپنی کسی حدیث میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہا۔ مگر ہمنے اسکی اصل کو پایا بجز ایک یا دو حدیث کے

عن قتادة ما جالست فقيها فاحفظ الا رايت فضل الحسن عليه صف القول المستحسن قتادہ نے کہا کہ میں کبھی

جو محبت کو غیر کی کدورت سے صاف و پاک رکھے تو وہ صافی ہے اور جو حبیب محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کو شرک و تعطیل و عیوب و نقصان سے منزہ اور غیر کے خیال سے پاک صاف کرکے محو حبیب و مستغرق بحر محبوب حقیقی ہو تو وہ صوفی ہے صوفیہ کے اقسام تین ہیں جیسا کہ اسی کتاب صہ ۲۵ میں ہے اہل آن معنی اندین درجہ برسہ قسم اند یکے صوفی بود و دگر متصوف و سہ دیگر مستصوف پس صوفی آن بود کہ از خود فانی بود و بحق باقی و از قبضۂ طبائع رستہ و بحقیقت پیوستہ۔ و متصوف آنکہ بہ مجاہدۃ ایں درجہ را ہمی طلبد و اندر طلب خود را بر معاملت ایشاں درست ہمی کند و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حظ دنیا خود را مانند ایشاں کردہ و ازیں ہر دو چیز (صوفی و متصوف) ہیچ خبر ندارد و ہمانا کہ گفتہ اند در المستصوف عند الصوفية كالذباب وعند غيرهم كالعقاب۔ وجہ تسمیہ صوفی۔ غالباً ابتداءً گروہ صوفیہ کی صوف پوشی کی وجہ سے بطور لقب ہے ایک شخص کو صوفی اور جماعت کو صوفیہ کہا جاتا ہے اسی طرح اس گروہ صوفیہ میں شامل و تشبہ کرنے والا ایک ہو تو متصوف اور جماعت کو متصوفہ کہا جاتا ہے بعض نے صوفی کو صوف سے مشتق کہا ہے جب صوف پہنے تو تصوف کہا جاتا ہے جیسا کہ جب قمیص پہنے تو تقمص کہا جاتا ہے یہ وجہ ٹھیک ہے لیکن صوفیہ صرف صوف پوشی سے مخصوص و مختص نہیں ہیں اور بعض نے صوفی کو صفہ نبوی کی طرف منسوب کہا ہے لیکن صفہ کی طرف نسبت ہو تو صفی ہونا چاہیے نہ کہ صوفی بعض نے صوفی کو صفا سے مشتق کہا ہے یہ از روے لغت صحیح نہیں کیونکہ صفا سے مشتق و منسوب ہو تو صفائی ہونا چاہیے نہ کہ صوفی اور بعض نے صف سے مشتق کہا ہے یعنی صوفیہ حضور الٰہی میں اپنے قلوب کیساتھ صف اول میں حاضر ہیں اس لئے صوفی نام ہوا یہ وجہ معنی کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن از روے لغت صف کی طرف نسبت ہو تو صفی ہوگا نہ کہ صوفی۔

بہر حال حضرات صوفیہ کا گروہ ایسا مشہور ہے کہ ان کی پہچان و تعیین کے لئے کسی اشتقاق قیاس لفظی کی ضرورت و حاجت نہیں بلکہ وجہ اول صحیح ہے یعنی ابتداءً صوف پوشی کی وجہ سے اُن کا لقب صوفی مشہور ہو گیا بعد ازاں صوف پوشی کی خصوصیت باقی نہ رہی اعمال صالحہ موجب فضل و کرامت ہیں نہ کہ لباس باعث شرافت ہے در عمل کوش ہر چہ خواہی لباس۔ کشف المحجوب لبس المرقعات صہ ۳۳ میں ہے کہ اہل معرفت حق اجل ازاں اند کہ بجامۂ معروف گردند الصفا من الله تعالى انعام واكرام والصوف لباس الانعام

کسی فقیہ کے پاس بیٹھا اگر اس فقیہ سے حسن بصری کو افضل کہا - وکان اذا ذکر عند ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ تعالی عنہ قال ذالک الذی یشبہ کلامہ کلام الانبیاء (صفحہ ۸۳) القول المستحسن ابو جعفر امام محمد باقر بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس حسن بصری کا جب ذکر آتا تو فرماتے حسن بصری وہ شخص ہے کہ اسکا کلام انبیاء کے کلام سے شابہ ہے ۱۲

خالی از خدائتعال بہ بندہ نعمتے وکرامتے عیاں بود وصوف لباس متوران بود. رسالہ قشیریہ باب التصوف صفحہ ۱۴۹ میں ہے قال الاستاذ هذه التسمية غلبت على هذه الطائفة فيقال رجل صوفي وللجماعة صوفية ومن يتوصل الى ذلك يقال له متصوف وللجماعة متصوفة وليس يتحمد لهذا الاسم من حيث العربية قياس ولا اشتقاق والاظهر فيه انه كاللقب فاما قول من قال انه من الصوف وتصوف اذا لبس الصوف كما يقال تقمص اذا لبس القميص فذلك وجه ولكن القوم لم يختصوا بلبس الصوف ومن قال انهم منسوبون الى صفة مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فالنسبة الى الصفة لا تجيء على نحو الصوفي ومن قال انه مشتق من الصف فكانهم في الصف الاول بقلوبهم من الله تعالى فالمعنى صحيح ولكن اللغة لا تقتضي هذه النسبة الى الصف ثم ان هذه الطائفة اشهر من ان يحتاج في تعيينهم الى قياس لفظ او استحقاق اشتقاق. سر کیا صحابہ وتابعین تبع تابعین بھی صوفیہ تھے اور تصوف وصوفی کے نام کی شہرت کس سنہ میں ہوئی - جواب صحابہ وتابعین واتباع تابعین وجملہ سالکین صوفیہ ہیں لیکن ان کا نام صوفیہ مشہور نہوا کیونکہ صحابیت سے بہتر کوئی فضیلت نہیں اس لئے ان کو صحابہ کہا گیا اور جنھوں نے صحابہ کی صحبت اختیار کی ان کو تابعین اور تابعین کے صحبت یافتہ حضرات کو اتباع تابعین کہا گیا پھر لوگوں کے مراتب واحوال مختلف ہوگئے جن خاص لوگوں کو دینی امور میں زیادہ توجہ ہوئی تھی ان کو عابد زاہد کہا گیا پھر اس کے بعد بدعات ظاہر ہوئے اور لوگوں میں اوغا شروع ہوا ہر فریق زاہد ہونے کا دعوی کرنا پس ایسے وقت پر اہل سنت کے خاص لوگ جو اپنے انفاس کی اللہ تعالی کیساتھ رعایت وحفاظت کرتے تھے اور اپنے قلوب کو غفلت کو راستوں سے محفوظ رکھتے تھے تصوف وصوفی سے مشہور ہوئے اور سنہ دو صد ہجری سے کچھ مدت پہلے یہ نام مشہور ہوا جیسا کہ رسالہ قشیریہ میں ہے اعلموا رحمکم اللہ تعالی ان المسلمین بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتسم افاضلهم في عصرهم بتسمية علم سوى صحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ لا فضيلة فوقها فقيل لهم الصحابة ولما ادرك اهل العصر الثاني سمي من صحب الصحابة

ان تمام روایات سے حسن بصری رضی کا عالم وزاہد ومتقی وعابد ہونا ثابت ہوا - اسکے علاوہ حسن بصری کے فضائل ومناقب کے اثبات میں بہت سے روایات القول المستحسن میں موجود ہیں بخوف طوالت ہم نے ایک دو روایت پر اکتفا کیا - القول المستحسن ص ۹۵ و ۹۶ میں فخر الحسن کی عبارت منقول ہے واذا قد تمت المقدمات فنبدء الآن في المقصود مستعينا بالله المعبود الخ - باب في اللقا قال الحافظ جلال الدين السيوطي نا قلا من الحافظ زين الدين العراقي في شرح جامع الترمذي عند الكلام على حديث رفع القلم عن ثلثة قال علي بن المديني الحسن راى عليا بالمدينة وهو غلام وقال ابو نعيمة كان الحسن البصري يوم يوم لعلي بن ابيطالب ابن اسابع عشرة سنة ورأى عليا بالمدينة - وقال الحسن رايت الزبير يبايع عليا

انتہی ص ۱۰۲ القول المستحسن جبکہ مقدمات رد کی تمہید ہوچکی تو اب بندہ اصل مقصود واللہ معبود سے استعانت کرکے شروع کرتا ہے - تا آخر لقا کا باب حافظ جلال الدین سیوطی نے حافظ زین الدین عراقی سے شرح جامع ترمذی میں رفع القلم عن ثلث

کی حدیث پر کلام کرنیکے وقت کہا علی بن مدنی نے کہا کہ حسن بصریؒ نے علیؓ کو مدینہ میں دیکھا وہ لڑکے تھے اور ابو زرعہ نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے روز حسن بصریؒ کی عمر چودہ سال کی تھی اور انہوں نے علیؓ کو مدینہ میں دیکھا حسن بصریؒ نے کہا کہ میں نے زبیر کو علیؓ سے بیعت کرتے ہوئے دیکھا ہے القول المستحسن (ص ۱۱۴) خ فی احیاء اخرج علیؓ القصاص من مسجد البصرۃ و لما سمع کلام الحسن البصری لم یخرجہ ۔ اذا کان یتکلم فی علم الآخرۃ ۔ اشیاء علوم میں مذکور ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے بعد سننے حسن بصری سے قصہ خواں واعظ کو نکال دیا ۔ اور جبکہ حسن بصریؒ کا کلام سنا تو اخراج سے منع نہیں کیا کیونکہ حسن بصری علم آخرت میں وعظ فرماتے تھے ان کو روایات سے حضرت حسن بصری کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا اور ملاقات کرنا صریحاً ثابت ہوا ۔

اسکے علاوہ ثبوت لقا میں اور بھی زیادہ روایات اسی القول المستحسن میں مرقوم ہیں جنکو ہمنے بخوف طوالت ترک کیا ہے ۔ پھر اسکے بعد القول المستحسن ص ۱۱۴ سے تا ص ۱۱۷ میں تخریج الحسن سے منقول ہے باب فی السماع قال الحافظ المنذری وقد قال الذہبی فیہ شیخنا الامام العلامۃ الحافظ الناقد المحقق المفید محدث الشام ابو زرعۃ الحدیث ۔ کما فی النفس متناً و اسناداً و الیہ المنتہی فی معرفۃ الرجال وطبقاتہم ومن نظر فی کتابہ تہذیب الکمال علم محلہ من الحفظ فما رأیت مثلہ وکأنہ رأی ہو مثل نفسہ انتہی ۔ قال محمد بن موسی الحرشی حدثنی تمامۃ بن عبید قال ثنا عطیۃ بن محارب عن یونس بن عبید قال سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأنک لم تدرکہ

التابعین وراءہا وذلک اشرف وسمۃ ثم قیل لمن بعدہم اتباع التابعین ثم اختلف الناس وتباینت المراتب فقیل لخواص الناس ممن لہم شدۃ عنایۃ بامر الدین الزہاد والعباد ثم ظہرت ابدع وحصل التداعی بین الفرق فکل فریق ادعوا ان فیہم زہادا فافترد خواص اہل السنۃ المراعون انفاسہم مع اللہ تعالی الحافظون قلوبہم عن طوارق الغفلۃ باسم التصوف واشتہر ہذا الاسم لہؤلاء الاکابر قبل المائتین من الہجرۃ ۔ اور بحقیقۃ العلیہ مصنفہ علامہ جلال الدین ہوطی میں ہے کہ شیخ ابو علی رودباری نے فرمایا کہ الصوفی من لبس الصوف علی الصفا واذاق الہوی طعم الجفا ولزم طریق المصطفی وکانت الدنیا منہ علی القفا ۔ جو صوفی کی صفائی پر صوف پوش ہوا اور نفسانی خواہش کو سختی کا مزہ چکھائے اور شرع مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم کرے اور دنیا کو پس پشت ڈالدے یعنی دنیا سے منقطع الی اللہ ہو اور اسی کتاب میں سری بزرگ کا قول منقول ہے کہ ۔ تنازع الناس فی الصوفی واختلفوا ہل ہو مشتق من الصوف ولست اخل ہذا الاسم غیر فتی بہا فی صوفی الی ان اقب الصوفی ۔ صوفی کی تحقیق میں قدیم سے لوگ مختلف ہیں اور صوف سے مشتق سمجھا ہے اور میں صوفی کا نام اسی شخص کے لئے پسند کرتا ہوں جو صاف باطن صاف معاملہ یہانتک کہ اس کا لقب صوفی ہو جاوے ۔ فصل چہارم علم تصوف کی فضیلت قرآن و حدیث و اکابر قوم کے اقوال سے ثابت کرنا ۔ دلیل اول وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون قال ابن عباس لیعرفون رسالۃ تشریح ۔ دلیل دوم یرفع اللہ الذین امنوا والذین اوتوا العلم درجات ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو تین مراتب پر تقسیم کیا ہے کو نوارانیین حکماء و علماء و فقہاء البخاری عن قول ابن عباس رضی اللہ عنہما علم کا اعلی درجہ حکمت ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا حقایق اشیاء کی معرفت کا نام حکمت ہے یعنے ہر شئی کی حقیقت کا انکشاف کمال علم پر منحصر ہے اگرچہ حکماء بھی حقائق اشیاء سے بحث کرتے ہیں مگر بغیر تعلیم شیخ و ارشاد مرشد کے صرف قوت عقل سے معلول سے علت کی طرف جاتے ہیں اس لئے معرفت حقیقت میں قاصر رہتے ہیں اور جو رسول برحق کی امداد ارشاد سے علت کو اجمالاً جان کر تفصیلی علم حاصل کرنے کے لئے معلول سے علت کی طرف ارشاد مرشد کامل کی برکت سے سیر الی اللہ یعنے سیر عروجی درجوعی کرکے بحکم انا للہ وانا الیہ راجعون رجوع بحق وہ اصل

قال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شئ ما سألنی عنه احد قبلك ولولا منزلتك منی ما اخبرتك انی فی زمان کما تری وکان فی عمل الحجاج کل شئ سمعتنی اقول قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم فقال علی بن ابیطالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر حدیثا۔ اخبرنا بذالك ابو اسحٰق بن الدراجی عن ابی جعفر العبدلانی اخبرنا قال اخبرنا ابو علی الحداد قال اخبرنا ابو نعیم قال حدثنا ابو القاسم عبد الرحمٰن بن العباس بن عبد الرحمٰن بن سمکیا الاطروشی قال حدثنا ابو حنیفة محمل بن الحنیفة الواسطی حدثنا محمل بن موسی الرشیدی انتہی وھذا دلیل جلیل علی سماع الحسن من علی المرتضی رضی اللہ عنہ کما اللہ وجہہ ووجہ من رآہا وجہہ والرواۃ لیس فیھم کلام للثقات۔ باب حسن بصری کے حضرت علی سے احادیث سننے کے ثبوت میں حافظ مزنی نے کہا کہ ذہبی نے کہا ہے کہ اسمیں ہمارے شیخ امام علامہ حافظ ناقد محقق مفید محدث شام ہیں حدیث کو ایسا جانتے ہیں جیسا کہ نفس الامر میں ہے۔ از رقمی متن واسناد کے اسکی طرف منتہی ہے معرفت رجال۔ و طبقات میں جو کچھ کتاب تہذیب الکمال کو دیکھیگا تو اسکے حفظ کا مقام سمجھیگا۔ پس

الی اللہ وعارف ومحقق ہوتے ہیں دلیل سوم اتینا ہ رحمۃ من عندنا معرفت معبود حسب الٰہی ہے۔ دلیل چہارم علمناہ من لدنا علما تصوف علم لدنی ہے۔ دلیل پنجم قد افلح من زکٰھا تزکیہ نفس بجز نفی غیر حق ممکن نہیں نفی غیر حق کی تعلیم ہی علم التزکیہ وعلم التصوف والتصفیہ ہے اسی تزکیہ نفس کی تبلیغ وتعلیم آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین تک تمام انبیا کرتے رہے دلیل ششم انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء خدا سے ڈرنے والے باعمل علما وہی صوفیہ صافیہ ہی ہیں کیونکہ جس قدر علم ومعرفت معبود وحقیقی زیادہ حاصل ہوگی اسی قدر خوف وخشیت معبود بھی زیادہ ہوگی دلیل ہفتم واتقوا اللہ یعلمکم اللہ تقوی موجب حصول علم لدنی ہے اس سے معلوم ہوا کہ تصوف کی بنیاد تقوی ہے دلیل ہشتم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب رزق کے دو قسم ہیں جسمانی وروحانی معرفت شیخ روحانی رزق ہے۔

دلیل نہم ولو ان اھل القری اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض فتوحات مکیہ میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ یہ برکات ارضی وسماوی علوم علویات وسفلیات واسرار جبروت وانوار ملک وملکوت کا معلوم کرا دینا ہے۔ دلیل دہم والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا نفس کی مخالفت جہاد اکبر ہے رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنیوالے ہی صوفیہ ہیں اس کے سوائے اور بہت آیات قرآنیہ سے توحید وتصوف وعلم حقیقت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے ہم نے صرف دس پر بس کیا تلك عشرۃ کاملۃ اس احادیث وآثار واقوال اکابر اسلام سے تصوف وتوحید یعنی محقق اور عارفین کی فضیلت ثابت کرو نا بید الحقیقۃ العلیہ وتشیید الطریقۃ الشاذلیہ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الاصل فی علم الحقیقۃ احادیث واثار منھا ما اخرجہ الشیخان عن ابی بن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان موسی قال للخضر ھل اتبعك علی ان تعلمنی مما علمت رشدا قال انك لن تستطیع معی صبرا یا موسی انی علی علم من علم اللہ علمنیہ لا ینبغی لك ان تعلمہ وانت علی علم علمك اللہ لا ینبغی لی ان اعلمہ قال الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری قولہ لا ینبغی لك ای لا یجوز لك ان تعلمہ ای جمیعہ کذا قولہ لا ینبغی لی ان اعلمہ ای جمیعہ قال وتقدیر ذلك معتبر

میں نے انکے مثل کسیکو نہیں دیکھا نہ انہوں نے اپنے مثل کسیکو دیکھا انتہی۔ محمد بن موسی حرشی نے کہا کہ ہمکو ثمامہ بن عبید نے بیان کیا کہا کہ ہمکو علیہ بجالی نے یونس بن عبید سے روایت کر کے بیان کیا کہ کہا کہ میں نے حسن بصری سے سوال کیا۔ کہا اے ابو سعید

تم کہتے ہو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حالانکہ آپ نے آنحضرتؐ کو دیکھا نہیں) تمنے انکا زمانہ نہیں پایا تو حسن بصری نے فرمایا اے برادر زادہ تمنے مجھے ایسا سوال کیا کہ تمسے پہلے کسی نے مجھکو ایسا سوال نہیں کیا۔ تمکو مجھ سے جو تعلق و منزلت ہے اگر ایسا تعلق نہ ہوتا تو میں تمکو خبر نہ دیتا۔ میں ایسے زمانہ میں ہوں جو تم دیکھتے ہو (آپ حجاج کے عہد میں تھے۔) جس حدیث کو تم مجھ سے سنو کہ جسمیں میں نے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہوں پس وہ حدیث میں علی بن ابیطالب سے سنا ہوں۔ مگر اتنی بات ہے کہ میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ علیؓ کا نام ذکر نہیں کر سکتا (حافظ مزی نے کہا کہ مجھکو ابو اسحٰق بن دراجی نے اسکی خبر دی ہے کہ وہ ابو جعفر صید لانی سے اور انہوں نے کہا مجھکو کیب نے کہا ہے انہوں نے کہا مجھکو ابو علی حداد نے خبر دی انسے کہا کہ مجھکو ابو القاسم عبد الرحمان بن عباس بن عبد الرحمٰن بن زکریا الطرسوسی نے خبر دی انسے کہا کہ مجھکو ابو حنیفہ محمد بن حنیفہ دینوری نے خبر دی انسے کہا کہ مجھکو محمد بن یوسف حرشی نے بیان کیا انتہی۔ یہ بڑی دلیل جلیل ہے حسن بصری رضؓ کے سماع حضرت علی رضؓ سے ثابت پر ہونے پر اور کثرت سے سننے پر۔ خدا الخی ذات کو مکرم کرے اور جسنے آنکو دیکھا اسکی ذات کو بھی مکرم کرے اور سب راوی ایسے معتبر و ثقات ہیں کہ جنمیں محدثین ثقات کو اعتراض کا مقام نہیں ہے الا قول المحسن کے من رکتفا میں ہے۔ لکن الراجح ان الحسن البصری سمع من علی بن ابی طالب فان الحفاظ اختلفوا فی ذالک فانکرہ جماعۃ واثبتہ جماعۃ بھر راجح (بلکہ حق و صحیح و صواب) یہ ہے کہ تحقیق حسن بصری نے علیؓ ابیطالب سے سنا ہے۔ کیونکہ حفاظ حدیث اسمیں مختلف ہیں ایک جماعت نے اس سماع کا۔

لان الخضر کان یعرف من الحکم الظاھر ما لا غنی بالمکلف عنہ وموسیٰ کان یعرف من الحکم الباطن ما یاتیہ بطریق الوحی حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام باوجود نبی و رسول برحق صاحب کتاب تورات ہونے کے حضرت خضر سے علم باطن و معرفت اسرار لدنی تعلیم پانے کے لئے تشریف لے گئے اور کہا کہ میں آپکی اتباع کرتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ علم رشد و ارشاد لدنی حاصل کرنے کیلئے پیر و مرشد کی تلاش و جستجو و اتباع پیر طریقت ضروری ہے انسان صرف علم شریعت میں کامل ہونے سے عارف حقائق ہونا ممکن نہیں اگر ممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام صاحب رسول برحق خضر طریق کے محتاج نہوتے پھر کون ایسا شخص ہوگا جو حضرت موسیٰ سے زیادہ کامل ہو اور بجز ارشاد پیر طریقت کے عارف باللہ ہو جائے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علم کے دو قسم ہیں ایک علم ظاہر دوسرا علم باطن لیکن علم ظاہر میں کامل حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام تھے اور علم باطن میں کامل عارف حضرت خضر تھے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم شریعت میں کامل ہونے کے بعد علم باطن کی طلب ضروری ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کو تکمیل ظاہر شریعت بتکمیل علم باطن کے لئے بھیجا گیا علم ظاہر کی تکمیل سے عقائد حقہ و احکام مراد ہے جس کی ہر مومن مکلف کو ضرورت ہے تمام علوم عقلیہ و فنون فلسفیہ سے مراد نہیں ہے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم ظاہر کا عالم کامل بھی عارفان حقائق کے پاس مبتدی ابجد خوان ہے اسی لئے عارفوں نے فرمایا کہ مدرسہ علم حقیقت کا تلمیذ بھی تمام زمانہ کا استاد ہے (تلمیذ ھا استاذ کل زمان) الکواکب الزاھرۃ ص۲۶۲ میں ہے قال شیخنا العارف باللہ سیدی محمد الغربی وھذا السید موسیٰ قد اجتمع فیہ النبوۃ والرسالۃ والتکلیم وھو کما اخبر علیہ السلام انہ اعلم اھل الارض ای بعلم الشریعۃ التی ھی ضرورۃ الارسال دون غوامض اسرار الحقیقۃ التی تبنی فی ظاھر الشریعۃ ومع ذالک قال لمن ھو دونہ فی الرتبۃ لما اذن بہ الحق تعالیٰ الیہ والی اتباعہ فی الاقتداء بہ ھل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا وفی ھذا اشارۃ الی ان من تکملت فیہ آداب الشریعۃ ان یطرق بھا باب الحقیقۃ لعل ان یفتح لہ وھو باب الکمال لیصیر عارفا باللہ متصلا علی کل حال اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے تنبیہ اخرج النسائی والترمذی من حدیث ابن عباس عن ابی بن کعب وابی ھریرۃ رضی اللہ عنھم وھو اول الحدیث الذی تقدم تخریجہ عن الشیخین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قام موسیٰ الاتو علیہ السلام

انکار کیا اور ایک جماعت حفاظ نے سماع کو ثابت کیا قال الحافظ السیوطی فی اتحاف الفرقۃ بوصل الخرقۃ وھو ای الاثبات ھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الضیاء المقدسی حافظ سیوطی نے اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ میں

خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل ای اھل علم فقال انا اعلم فعتب اللہ تعالی علیہ اذ لم یرد العلم الیہ فاوحی اللہ تعالی الی موسی علیہ السلام ان عبدا من عبادی بمجمع البحرین ھو اعلم منک وفی الروایۃ الاخری انہ قیل ھل تعلم احدا اعلم منک قال موسی لا فاوحی اللہ تعالی الی موسی بلی عبدنا خضر قال قتادۃ بمجمع البحرین ھما بحر فارس وبحر الروم مما یلی المشرق وقیل ھما بحر الاردن وبحر القلزم والحکمۃ فی جمع موسی مع الخضر علیھما السلام بمجمع البحرین انھما بحران فی العلم احدھما اعلم بالظاھر واعنی بالظاھر علم الشریعۃ وھو موسی والاخر اعلم بالباطن واعنی بالباطن علم الحقیقۃ واسرار الملکوت وھو الخضر وکان اجتماع البحرین بمجمع البحرین اشارۃ علما ان موسی علیہ السلام لم یجد من ھو دونہ وھو الخضر حتی تجرد من کل شئی سواہ فکذلک العبد لا یصل الی قرب مولاہ وحبہ حتی یتجرد من کل شئی سواہ قال لشبلی الفرد باللہ حتی تکون مجردا من الاغیار وتکون واحدا للواحد وقد تقدم اسم الخضر مضطربا فیہ اضطرابا متباینا فقیل انہ ایلیا بن ملکان بن فالغ بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال وھب بن منبہ وقیل ایلیا بن عامیل بن شالخین بن ارپا بن علقما بن عیصو بن عیصو بن اسحاق بن ابراھیم علیھم السلام وقیل اسمہ ارمیا بن حلقیا بن سبط ھارون فالہ الامام الثعلبی قال الشیخ کمال الدین الدمیری فی حیاۃ الحیوان الکبری قلت والاصح ما قالہ اھل السیر وثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما قال البغوی وغیرہ ان اسمہ بلیا بباء مفتوحۃ ولام مسکنۃ وباء مثناۃ من تحت وفی اخرہ الف ابن ملکان بفتح المیم واسکان اللام والون فی اخرہ وقیل کلیان۔ وقیل کان من بنی اسرائیل وقیل کان من ابناء الملوک وکنیتہ ابو العباس قال السھیلی وقد ذکروا ان الخضر ھو ارمیاء وھو مردود کذا قالہ محمد بن جریر الطبری وذکر ایضا انہ الیسع صاحب الیاس قال النقاش انہ ابن فرعون صاحب السید موسی قلت ھذا قول غریب واغرب منہ واعجب قول من قال انہ من الملائکۃ سیاتی ذلک ان شاء اللہ تعالی وقال السھیلی کان ابوہ ملکا وامہ اسمھا الھا وانھا ولدتہ فی مغارۃ وانہ

کہا ہے کہ وہ یعنی اثبات سماع ہی راجح ہے میرے پاس کئی وجوہ کے سبب سے اسی سماع کو ضیاء مقدسی نے بھی ترجیح دی ہے۔ صفحہ (۴۸) القول المستحسن میں ہے ثم ساق لوجوہ المرجحۃ لسماع فمن شاء فلیراجعھا فی فتاوی السیوطی وفی السط المجید لشیخنا واذا صح السماع والالتقاء عند الخضر وقد وصل سند تلقین الذکر من طریق [illegible] طریق البصری سماعا من الصوفیۃ وضم الحفاظ کالحافظ ابی الفتوح الطائوسی وعملہ من طریق شیخہ زین الدین الخوافی والمثبت مقدم علی النافی کان وصل سند تلقین الذکر اصح ھذا۔ بحسب لسان اھل الحدیث واھلہ واما اکابر اھل الطریق فھم مبنیۃ من رابھم فی النفی والاثبات فاذا اثبتوا شیئا وجزموا بہ فھو موافق للواقع انتھی۔

تلقین ذکر کی روایت کو حسن بصری کے طریقہ سے صوفیہ کی بہت سی جماعتوں نے متصل کیا ہے۔ ان میں سے حفاظ حدیث مثل حافظ ابی الفتوح طاوسی نے اپنے شیخ زین الدین خوافی کے طریق سے

اس سند تلقین کو موصول کیا ہے۔ اور مثبت مقدم ہے نافی پر تو تلقین ذکر کی سند کا موصول ہونا اصح ہے بہ تحقیق محدثین فن حدیث کے اعتبار سے ہے لیکن اکابر اہل طریقت تو اپنے رب کی روشن وہدایت پر ہیں۔ نفی واثبات میں جس چیز کو وہ

ثابت کریں اور اسے چشم و یقین کریں تو وہ ضرور واقع کے موافق ہوگی۔ یلقین کلمۃ التوحید کی روایت (جسمیں آنحضرتؐ کا علی رضی اللہ عنہ کو تلقین کرنے اور پھر علی رضؓ کا حضرت حسن کو تلقین کرنیکا ذکر ہے) القول المستحسن ص۱۳۹ میں ریحان القلوب سے منقول ہے وذکرہ ماذکرہ الشیخ جلال الدین ابو المحاسن یوسف بن عبد اللہ بن عمر المکنوز انی فی رسالتہ ریحان القلوب فی التوصل الی المحبوب من قولہ کما ورد سئل علی رضی اللہ عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ دلنی علی اقرب الطرق الی اللہ واسہلہا علی عبادہ واعظمہا عند اللہ تعالی فقال علیک بمداومۃ ذکر اللہ فی الخلوات فقال علی رضؓ فکان افضلیۃ الذکر وکل الناس ذاکرون فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ یا علی لا تقوم الساعۃ وعلی وجہ الارض من یقول اللہ اللہ فقال علی کیف اذکر یا رسول اللہ قال غمض عینیک واسمع منی ثلث مرات ثم قال انت ثلث مرات وانا اسمع فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم لا الہ الا اللہ ثلث مرات مغمضا عینیہ رافعا صوتہ ثم قال علی لا الہ الا اللہ ثلث مرات والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یسمع ثم لقن علی الحسن البصری الخ :-

شیخ جلال الدین ابو المحاسن یوسف بن عبد اللہ بن عمر کورانی نے اپنے رسالہ ریحان القلوب فی التوصل الی المحبوب میں اپنا قول ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی طرف پہنچنے کا قریب ترین راستہ جو بندگان خدا پر سب سے زیادہ آسان اور خدا کے پاس سب سے افضل ہو بتا دیجئے۔

وجد ہنا اللہ وشاۃ ترضعہ فکل یوم من غنم رجل من القریۃ فلما وجدہ اہل اخذ عودا وتاہ فلما شب طلب ابوہ کاتبا وجمع اہل المعرفۃ وانبا اللہ لتکتب الصحف التی انزلت علی ابراہیم وشیث علیہما السلام فکان ممن قدم الیہ من الکتاب ابنہ الخضر وہو لا یعرفہ فلما تصفح خطہ ومعرفتہ بحت من جانبہ فعرف انہ ابنہ فضمہ لنفسہ وولاہ امر الناس ثم ان الخضر فر من الملک الاسباب یطول شرحہا ولم یزل سائحا الی ان وجد عین الحیاۃ فشرب منہا فہو حی الی ان یخرج الدجال وانہ الرجل الذی یقتلہ الدجال ویقطعہ ثم یحییہ اللہ تعالی انتہی ص۲۶۲ وص۲۶۳ الکواکب الزاہرہ حضرت خضرؑ کے وجہ تسمیہ میں تلبیہ اختلف فی سبب تلقیب الخضر بالخضر فقال الاکثرون لانہ جلس علی فروۃ بیضاء فاذا ہی تہتز من خلفہ خضرا والفروۃ وجہ الارض وقیل لانہ کان اذا صلی اخضر ما حولہ والصواب الاول واختلف فی حیاتہ فقال الامام محی الدین النووی وجمہور العلماء ہو حی موجود بین اظہرنا قال وہذا متفق علیہ عند الصوفیۃ واہل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتہم فی رویتہ والاجتماع معہ والاخذ عنہ وسوالہ وجوابہ ووجودہ فی امواضع الشہیرۃ وامور من الخیر اکثر من ان تحصر واشہر من ان تشہر وقال حافظ الحفاظ امام اہل الحدیث ابو عمر بن الصلاح ہو حی عند جماہیر العلماء والصالحین والعامۃ معہم علی ذلک وانما شذ بانکارہ بعض المحدثین انتہی وقال الحسین انہ مات وقال ابن المناوی لا یثبت حدیثہ فی بقائہ وقال الامام ابو بکر بن العربی مات قبل القضاء المائۃ ویقرب من ہذا جواب الامام محمد بن اسمعیل البخاری لما سئل عن الخضر والیاس ہل ہما فی الاحیاء فقال کیف یکون ذلک وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یبقی علی راس مائۃ سنۃ ممن ہو الیوم علی ظہر الارض احد قال الدمیری والصحیح بالصواب انہ حی وقال بعضہم انہ اجتمع مع النبی صلی اللہ علیہ وعن اہل بیتہ وہم یجہزون غسلہ وقد روی ذلک من طرق صححہا ذو التمہید لابن عبد البر امام اہل الحدیث فی وقتہ رحمہ اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین غسل وکفن سمعوا قائلا یقول السلام

تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی تم تنہائی میں ذکر خدا کی مداومت کرو تو علیؓ نے عرض کیا کہ ذکر کی فضیلت ایسی ہی ہے تو سب لوگ ذکر کرتے ہیں پس آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اے علی قیامت قائم نہ ہوگی جبتک کہ زمین پر اللہ اللہ کہنے

علیکم اهل البیت ان فی الله خلفا من کل هالك وعوضا عن کل تالف وعن کل مصیبة فعلیکم بالصبر واحتسبوا ثم ادعالهم ولا یروقنکم فکانوا یرونه انه الخضر یعنی اصحاب النبی واهل بیته انتهی۔ خضر کی نبوت میں اختلاف واختلف فی نبوته فقال الاستاذ ابو القاسم القشیری والیافعی وجمهور العلماء هو ولی وقال بعضهم هو نبی ورجحه النووی وحکی الماوردی فی تفسیره ثلثة اقوال احدها انه نبی والثانی انه ولی والثالث انه من الملئکه وهذا القول غریب باطل وقال المازری اختلف العلماء فی الخضر هل هو نبی او ولی فقال جماعة هو نبی واحتجوا بقوله تعالی وما فعلته عن امری فدل علی انه نبی یوحی الیه وبانه اعلم من موسیٰ ویبعد ان یکون ولی اعلم من نبی۔ واجاب الاخرون بانه یجوز ان یکون قد اوحی الله الی نبی ذلك العصر بان یامر الخضر بذلك واختلف فی کونه مرسلا فقال الثعلبی الخضر نبی مرسل بعثه الله تعالی بعد شعیب وهو معمر محجوب عن ابصار اکثر الناس قال وقیل انه لایموت الا فی اخر الزمان حین یرفع القرآن (الی آخرہ صفحہ ۲۶۲ تنبیہ قال الیافعی فی نشر المحاسن سال جماعة من الفقهاء سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام عن الخضر احی هو فقال ما تقولون لو اخبرکم الشیخ تقی الدین بن دقیق العید انه رائه بعینه اکنتم تصدقونه امر تکذبونه فقالوا نصدقه فقال فقد والله اخبرنی عنه سبعون صدیقا انهم راوه باعینهم کل واحد منهم افضل من ابن دقیق العید انتهی کلامه قال الیافعی قلت وهذا هو الصحیح المختار ان العلماء بالله ارباب المعارف الالهیات افضل من العلماء باحکام الله رضی الله عنهم اجمعین وبهذا قال الشیخ عزالدین المذکور وغیره وقال الشیخ تقی الدین بن دقیق العید بعد ان ذکر ان بعض الاولیاء راه وهو خیر عندی من کذا وکذا فقیها ولا شك ان من صدق الاولیاء وصدق بکراماتهم وبکل ما اخبروا به صدق ان الخضر علیه السلام حی لان الصدیقین رضی الله عنهم فی کل زمان یخبرون انهم اجتمعوا به وذلك مشهور مستفیض عنهم ویروی عنهم فی الکتب المشهورة التی

والے وجود ہیں گے پس علیؓ نے کہا یا رسول اللہ میں ذکر کس کیفیت سے کروں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم اپنی دونوں آنکھیں بند کرو اور مجھ سے تین بار سنو پھر تم تین بار کہو میں سنوں گا پس آنحضرت علیہ السلام نے آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ تین بار کہا پھر علیؓ نے تین بار لا الٰہ الا اللہ کہا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے پھر علی رضی اللہ عنہ سے حسن بصریؒ کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کی۔ تا آخر۔ پس علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ کو کلمہ توحید کی تلقین وتعلیم کا ثبوت اس روایت سے پایا گیا۔ طریقہ قادریہ و چشتیہ کے بیحد سلسلے وطریقے حضرت حسن بصریؒ سے قائم اور جاری ہوئے ہیں جنمیں بڑے بڑے اولیاء اللہ ومحدثین ومفسرین وغوث وقطب وابدال بھی ہیں جب ان اولیاء واقطاب و ابدال نے حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے ملاقات ہونے اور روایت کرنے اور تعلیم وتلقین حاصل کرنیکا انکار نکیا بلکہ بے اقرار کیا اور سب اولیاء اللہ نے اپنے سلاسل کو حسن بصریؒ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک مرفوع ومتصل تسلیم کیا تو ایسے اولیاء واقطاب وحفاظ ومحدثین ومفسرین کے اثبات روایت کے مقابلہ میں ایک جماعت شاذہ محدثین اہل ظاہر کی نفی لقا وسماع وروایت قابل تسلیم و

لائق حجت اور رجیح نہیں ہو سکتی۔ — حسن بصری رضی اللہ عنہ کی چند حدیثیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ القول المستحسن ص ۱۸۶ باب فی جملۃ من الکلام الحسن من ابی الحسن کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ورضی عنہ وعن علی رضی عنہ

رواها العلماء واتقنوا۔ ترجمہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ نبی علیہ السلام نبی اسرائیل میں وعظ کرنے کھڑے ہوئے تو کسی نے سوال کیا کہ سب سے زیادہ عالم جاننے والا کون ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں سب سے زیادہ عالم جاننے والا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر عتاب کیا کیونکہ انہوں نے واللہ اعلم بالصواب نہ کہا (کون زیادہ جاننے والا ہے اس کا علم خدا کو ہے میں نہیں جانتا ہوں نہ کہا) پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بیشک میرے بندوں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھ سے زیادہ عالم جاننے والا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تم سے بھی زیادہ جاننے والا عالم کوئی ہے تو موسیٰ نے کہا کہ میں نہیں جانتا پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا بندہ خضر تم سے زیادہ عالم ہے۔ قتادہ نے کہا کہ مجمع البحرین وہ دونوں بحر فارس و بحر روم ہیں جو مشرق سے متصل ہیں بعض نے کہا کہ وہ بحر ارد اور بحر قلزم ہیں۔ موسیٰ و خضر علیہما السلام ہر دو کو مجمع البحرین میں جمع کرنے کی حکمت یہ تھی کہ ہر دو بزرگ علم ظاہر علم شریعت کے زیادہ جاننے والے علامہ تھے یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ دوسرا علم باطن علم حقیقت و اسرار ملکوت کے زیادہ جاننے والے علامہ تھے یعنے خضر علیہ السلام پس جو ہر دو علم ظاہر و باطن کے دو دریا کو دو دریا کے مجمع کے پاس جمع کرنے میں قوی مناسبت ہے اشارہ کا جان تو اس امر کو موسیٰ علیہ السلام اپنے سے کم مرتبہ شخص خضر کو حاصل کر سکے یہاں تک کہ ہر شئے سے مجرد و منقطع ہو کر خضر کی جستجو کی پس ایسا ہی بندہ اپنے مالک و مولیٰ کی قربت و محبت حاصل کر سکیگا یہاں تک کہ ہر شئے غیر اللہ سے منقطع ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو۔ شبلی نے فرمایا کہ تو غیر اللہ سے مجرد و تنہا و بیگانہ ہو خدا سے یگانہ ہو یا واحد کے لئے واحد فرد کے لئے فرد ہو جا۔ تفسیر خضر کے نام میں بہت اختلاف ہے بعض نے کہا کہ ایلیا بن ملکان بن فالغ بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ہیں وہب بن منبہ نے کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ خضر ایلیا بن عامیل بن شماخین بن ارد بن ابو علما بن عیصو بن عیصو بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں بعض نے کہا کہ خضر کا نام ارمیا بن حلقیا سبط ہارون سے ہیں یہ امام ثعلبی نے کہا ہے شیخ کمال الدین دمیری نے (حیاۃ الحیوان الکبریٰ) میں کہا ہے میں کہتا ہوں کہ صحیح تر قول اہل سیر کا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہے جیسا کہ بغوی وغیرہ نے کہا ہے کہ خضر کا نام بلیا ہے فتح با و سکون لام اور دو نقطی یائے تحتانی کیساتھ اور اس کے آخر میں الف ہے ابن عساکر

اور القول المستحسن ص ۱۹۲ میں ہے قال الامام النسائی ای فی سنۃ الکبریٰ حدثنا الحسن بن احمد بن حبیب حدثنا شاذ بن فیاض عن عمر بن ابراهیم ثقة اتفاقا لکن فی حدیثه عن قتادة خاصة شیئا یدفع بمتابعات صحیحة له عن قتادة عن الحسن البصری عن علی بن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولم یکلم النسائی فی سماعه رضی اللہ عنہ کما نقل مرفوعا قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال افطر الحاجم والمحجوم

خرقہ پوشی کا اثبات - پیر ہی نامدار و مرشد ان کامگار اولیاء اللہ کے پاس خرقہ پوشی کا طریقہ سلسلہ بسلسلہ جاری ہے اور یہ بہت سی دینی مصلحتوں پر مبنی ہے۔ ازانجملہ بحکم من تشبہ بقوم فھو منھم اولیاء اللہ کی یہ تمنا تشبہ پیدا کرکے فھو منھم کی بشارت کے مصداق بننا اللھم اجعلنا منھم لباس فاقہ کے تشبہ سے فھو منھم کے مصداق ہونے سے اجتناب کرنا اللھم لا تجعلنا منھم۔ اولیاء کو لباس ظاہری سے مرید کا ظاہر حال اسلئے مشابہ کیا جاتا ہے تاکہ اسکا باطن بھی اولیاء کے باطنی لباس صفات سیدہ سے متلبس و متصف ہو مرشد کی نفس کشی یہی اس خرقہ پوشی سے ہوتی ہے اسطور پر کہ وہ پہلے اپنی نفسانی خواہش کیموافق لباس بھنتا تھا اب وہ لباس متبرک کرکے فقیر دیگا خرقہ پھینا یگ جس سے اسکی نفس کشی ہوئی۔ مشائخ و سادات صوفیہ نے خرقہ پوشی کو فرقانی و حدیث سے ثابت کیا ہے

میم کو زبر لام ساکن آخر میں نون ہے۔ بعض نے کلیان کہا بعض نے کہا کہ وہ بنی اسرائیل سے تھے بعض نے کہا کہ وہ شہزادوں سے تھے ان کی کنیت ابو العباس ہے، اور سہیلی نے کہا کہ خضر کا نام ارمیا جو مذکور ہوا مردود قول ہے محمد بن جریر طبری نے بھی ایسا ہی کہا ہے اس نے یہ بھی ذکر کیا کہ خضر الیسع صاحب الیاس ہیں۔ اور نقاش نے کہا کہ خضر فرزند فرعون صاحب موسیٰ ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قول غریب ہے اور اس قول سے بھی غریب تر و عجیب تر اس کا قول ہے کہ جس نے خضر کو ملائکہ سے شمار کیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ اس کا ذکر ہوگا۔ سہیلی نے کہا کہ خضر کے باپ بادشاہ تھے خضر کی ماں کا نام اُلیا تھا اس نے خضر کو ایک غار میں جنا کسی نے خضر کو نہ دیکھا ہے کہ ہر روز ایک گاؤں والے شخص کی بکری خضر کو دودھ پلاتی ہے پس اس نے خضر کو لیکر پالا پس وہ جوان ہوئے خضر کے والد نے حضرت ابراہیم و شیث علیہما السلام کے صحیفے نقل کروانے کے لئے کاتبوں اور اہل علم و فضل کو جمع کیا تو اُن کاتبوں میں حضرت خضر بھی تھے اُن کے والد سے ان کی پہچانت نہ تھی پس جب کتابت ہو چکی تو سب سے زیادہ اچھا خط خضر کا تھا جانکو پسند ہوا تو پوچھا کہ سب سے زیادہ خوشخط اکس کا ہے تب خضر کو بادشاہ نے پہچانا اور سینے سے لگایا اور والی تخت و تاج و ملک بنایا پھر خضر بسبب وجوہ جن کا ذکر موجب تطویل ہے ملک سے بھاگ کر سیاحت کرتے رہے یہانتک کہ چشمۂ آب حیات پاکر اس کا پانی نوش کئے پس دجال آنے تک زندہ رہیں گے اور خضر ہی وہ آدمی ہیں جسکو دجال قتل کرے گا اور پھر کرے گا پھر خدا اس کو زندہ کرے گا۔ انتھی الکواکب الزاھرۃ ص ۲۶۲ و ص ۲۶۳ تنبیہ خضر کا لقب خضر ہونے کے سبب میں اختلاف ہے اکثر علما نے کہا ہے کہ وہ خضر سفید پوست پر بیٹھے تھے تو وہ پوست خضر کے پیچھے سے سبز لہلہانے لگا اور پوست سطح زمین بعض نے کہا کہ خضر جب نماز پڑھتے تھے ان کے اطراف سبز ہو جاتا تھا اول قول صحیح ہے۔ حیات خضر میں اختلاف ہے امام محی الدین نووی اور جمہور علما نے کہا کہ خضر زندہ اور ہم میں موجود ہیں اسی قول پر صوفیہ و اہل صلاح و معرفت کا اتفاق ہے خضر کے دیکھنے اور ان سے ملنے اور ان سے اخذ فیض و برکت اور ان کے سوال جواب اور مقامات شریفہ خیر و برکت کی مجلسوں میں خضر موجود ہونے کی حکایتیں بسیار و بیشمار ہیں حافظ الحفاظ امام اہل حدیث ابو عمرو بن صلاح نے کہا کہ خضر زندہ ہیں جمہور علماء صلحا کے پاس اور اکثر علما کا اس پر اتفاق ہے خضر کی حیات کے منکر بعض محدثین کا شاذ قول ہے لتنبیہ الشاذ کالمعدوم۔ اور حسن نے کہا کہ خضر مر گئے۔ اور ابن سناوی نے کہا کہ بقائے خضر میں کوئی حدیث ثابت نہیں

چنانچہ القول المستحسن فی فخر الحسن صفحہ (۳۷۱) میں ہے۔ شیخ اکبر امام محی الدین ابو بکر ابن العزالی نے رسالۃ الخرقہ میں فرمایا کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے خدا۔ تے برتر و حکیم کیطرف سے نازل کی ہوئی کتاب قرآن عظیم میں جو احکام لائے ہیں۔

اذا بنملہ یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے اولادِ آدمؑ ہمنے تمپر ایسا لباس اُتارا ہے کہ جو تمہارا ستر پوش وزینت ہو۔ اور لباس تقویٰ بہت اچھا ہے۔ لباس ظاہری ضروری وہ ہے جو ستر پوش شرمگاہ وڈھانپے وہ لباس التقویٰ ہے وقایہ سے ماخوذ ہے یعنی شرمگاہ کی بچاؤ وحفاظت جس سے مقصود ہو اور زینت اس سے زائد امر ہے جس سے آرایش وزینت ہو۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زینت کیلئے اپنے غیبی خزانوں سے نکالا ہے۔ اور جسکو دنیا وآخرت میں مومنین کیلئے خاص فرمادیا ہے اسپر انسے محاسبہ ومواخذہ نہ ہوگا اور جب اور اس نیت کے سوائے دوسری نیت سے اسکو پہنیں اور اس سے زینت حاصل کریں اور فخر وتکبر سے اسکو پہنیں تو یہ دنیوی زینت ہوگی پس کپڑا تو ایک ہے اور نیت ومقاصد کے اختلاف سے اسپر حکم بھی مختلف ہوتا ہے۔ پھر خدا کے نیک بندوں کو نہیں یہ بات پیدا ہوئی کہ لباس التقویٰ بہتر لباس ہے ظاہری لباس کی صورت پر برابر ہے (یعنی اس کی بھی دو قسم ہیں۔ ایک فرضی لباس جو باطنی ستر پوش ہو وہ مطلقاً احرام سے پرہیز کرنا۔ اور دوسری قسم مثل زینت ظاہری ہے) مکارم اخلاق کا لباس ہے۔ مثل نوافل وعبادات مانند معاف کرنے خطا اور اصلاح بین الناس کے۔ اگرچہ شارع نے تجھکو تیرے حق لینے کی اجازت دی ہے لیکن درگذر کرنا اپنا حق چھوڑ دینا انسانکی باطنی زینت ہے پس خرقہ پوشی زینت الٰہی ہے باطن میں وہ ہر باطن لباس ہے جسکی طرف شارع نے بلایا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آج جو زندہ ہیں اُن سے کوئی شخص سو سال کے بعد زندہ باقی نہ رہے گا۔ دمیری نے کہا کہ صحیح بلکہ صواب قول یہ ہے کہ خضر زندہ ہیں بعض نے کہا کہ خضر آنحضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے ہیں اور جب آنحضرت علیہ السلام کا وصال ہوا وقت غسل وتکفین جب سب اہل بیت رسول جمع ہوئے تھے تو اُن سے خضر نے تعزیت ادا کی یہ روایت صحیح طریقہ سے اپنے وقت کے امام اہل حدیث ابن عبدالبر کی تمہید میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غسل وکفن دیا گیا تو لوگوں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ وہ کہتا ہے کہ اے نبی کے اہل بیت تم پر سلام ہو ہر نفوت شدہ کا بدلہ اللہ کا عوض خدا ہے اور ہر مصیبت کی تعزیت ہے پس تم صبر کرو اور اجر پاؤ اور اُن کے لئے دعائے خیر کی۔ آواز تو سنتے تھے اور کہنے والا نظر نہیں آتا تھا تو سب صحابہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کہنے والے کو خضر سمجھتے تھے انتہی۔ خضر کی نبوت میں اختلاف ہے استاذ ابوالقاسم قشیری وامام یافعی وجمہور علمانے کہا کہ خضر ولی ہیں بعض نے کہا کہ وہ نبی ہیں نووی نے نبی ہونے کو ترجیح دی ہے۔ اور ماوردی نے اپنی تفسیر میں تین قول بیان کئے ہیں اول یہ کہ خضر نبی ہیں دوم یہ کہ وہ ولی ہیں۔ سوم یہ کہ وہ خضر فرشتہ ہیں یہ قول سوم غریب وباطل ہے اور مازری نے کہا کہ خضر کے نبی یا ولی ہونے میں علما کا اختلاف ہے ایک گروہ نے خضر کو نبی کہا اس پر دلیل یہ بیان کی کہ (وما فعلتہ عن امری) خضر نے کہا میں نے جو کچھ کیا میرے اختیار سے نہیں کیا یہ قول خضر دلالت کرتا ہے ان کے نبی ہونے اور موسیٰ سے زیادہ عالم ہونے پر اور نبی سے ولی کا افضل ہونا بعید از عقل ونقل ہے دو مردوں نے جواب اس طور پر دیا ہے کہ جائز ہے یہ بات کہ اس زمانہ کے نبی کی طرف وحی بھی ہو کہ خضر کو تعلیم برسلی کا حکم کرے خضر کے نبی مرسل ومبلغ ہونے میں اختلاف ہے۔ ثعلبی نے کہا کہ خضر نبی مرسل ہیں شعیب کے بعد خضر کو خدا نے مبعوث فرمایا وہ خضر بڑی عمر والے ہیں اکثر لوگوں کی نظروں سے مخفی ہیں ثعلبی نے کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ خضر نہیں فوت ہوں گے مگر آخر زمانہ میں جبکہ قرآن اُٹھا لیا جاویگا اور اکثر الزاہرہ یافعی نے نشر المحاسن میں کہا ہے کہ گروہ فقہا نے سلطان العلما عزالدین بن عبدالسلام سے خضر کی حالت دریافت کی کہ کیا وہ زندہ ہیں تو اس نے کہا کہ تم کیا کہو گے اگر تکو شیخ تقی الدین بن دقیق العید خبر دیوے کہ اس نے خضر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو کیا تم اس کی تصدیق کروگے یا تکذیب تو سب علمانے کہا کہ ہم اس کی تصدیق کریں گے تب علامہ ابن عبدالسلام نے کہا کہ شیخ ایسے صدیقین نے خبر دی ہے کہ انہوں نے خضر کو اپنی آنکھوں سے

پس ثابت ہوا کہ لباس باطن شرعاً لباس ظاہر کے مشابہ ہے اور جیسا کہ لباس ظاہر مقاصد و نیتوں کے سبب سے مختلف ہوتا ہے لباس باطن بھی مقاصد و نیتوں کے سبب سے مختلف ہوتا ہے۔ جب اہل حق کے نفوس میں یہ قرار پایا تو انھوں نے ارادہ کیا کہ دونوں لباس کو جمع کریں اور دونوں زینت سے متزین ہوں تاکہ دونوں خوبیوں کو جمع کریں اور دونوں طرف سے ثواب پاویں۔ مقصود ختم ہوا۔

اور احادیث سے بھی خرقہ پوشی ثابت ہے۔ جیسا کہ ایضاح شرح حاوی صغیر فقہ شافعی علامہ ناشری میں ہے کہ بعض فضلا نے خرقہ پوشی گروہ صوفیہ کی نسبت سوال کیا کہ کیا اس خرقہ پوشی کی شرع میں کوئی اصل ہے۔ اور کیا خرقہ کی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہے ایسے اتصال سے کہ جس سے حکم اتصال کیا جاوے یا نہیں اور بر تقدیر اتصال اسکی سند حسن ہے۔ یا مشہور یا غریب یا اسکے سوائے

صوفیہ پر خرقہ پوشی کا اعتراض واکار کرنا درست ہے یا خطا ہے اور خرقہ پوشی کو بدعت یعنی صدر اول میں معہود نہیں تھی کہہ کے سمجھنے والا صواب پر ہے یا خطا پر اور خرقہ پوشی بدعت ہونیکی تقدیر پر کس قسم کی بدعت ہے۔ اور ثبوت خرقہ کی تقدیر پر کیا خرقہ کی روایت باجازت مثل روایت احادیث جائز ہے یا نہیں۔ ہمکو اس خرقہ کا بیان شافی وکافی وضاحت سے فرمائے کیونکہ اسمیں بہت اختلاف ہوگیا ہے۔ کوئی درست بتلاوے

دیکھا ہے ان میں سے ہر ایک ابن دقیق العید سے افضل ہے انتہے کلامہ (تنبیہ) یافعی نے کہا میں کہتا ہوں کہ یہی صحیح و مختار قول ہے علماء باللہ اہل معارف آلہیہ افضل ہیں علمائے احکام آلہی سے خواہ سے راضی رہے شیخ عزالدین مذکور وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے (بعد ذکر کرنے اس بات کے کہ بعض اولیا نے خضر کو دیکھا ہے) کہا کہ یہ اولیا کا خبر دینا ایسے ایسے فقہا سے بھی افضل ہے بیشک جو اولیا اور اُن کی کرامتوں کی اور ان کی خبر دی ہوئی باتوں کی تصدیق کرے گا وہ ضرور اس بات کی بھی تصدیق کرے گا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اس لئے کہ صدیقین رضی اللہ عنہم ہمیشہ ہر زمانہ میں خبر دیتے رہے ہیں اسی بات کی کہ وہ خضر علیہ السلام سے ملے ہیں یا دنیا کی خبر مشہور و تحقیق کو کتب مشہورین علما اور ثقات نے روایت کیا ہے۔

حدیث دوم وہ حدیث ہے جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جبرئیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ احسان کیا چیز ہے فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الحدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے علامہ ہروی نے منازل السائرین میں کہا ہے کہ اس حدیث میں اس طائفہ صوفیہ کے مذہب کا اشارہ جامعہ ہے پھر احسان کے باب میں کہا پھر اللہ تعالی کے فرمان ھل جزاء الاحسان الا الاحسان سے استدلال کرنے کے بعد کہ ہم نے اول کتاب میں ذکر کیا ہے کہ جمیع ابواب حقائق کا جامع نام احسان ہے اور وہ یہ ہے کہ تعبد اللہ کانک تراہ تو خدا کی عبادت کرے گویا کہ تو خدا کو دیکھتا ہے قال الہروی فی منازل السائرین فی ھذا الحدیث اشارۃ جامعۃ لمذھب ھذہ الطائفۃ ثم قال فی باب الاحسان بعد ان استدل بقولہ تعالی ھل جزاء الاحسان الا الاحسان قد ذکرنا فی صدر الکتاب ان الاحسان اسم جامع لجمیع ابواب الحقائق وھو ان تعبد اللہ کانک تراہ ۱۲ و اما استشہادہ بالایۃ علی الاحسان بھذا المعنی فھو ان العبد اذا عبد اللہ حق عبادتہ کما قال تعالی فیہ ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن بمشاھدتہ ایاہ فی رعایۃ حقوقہ واسلام وجھہ لہ والقیام بطاعتہ جزاہ اللہ بالنظر الیہ وراہ باصلاح شانہ ورعایۃ حقہ واقامتہ

ہے۔ کوئی غلط کہتا ہے آپ ہمیشہ چراغ انام رہنمایان بہ تاریک مقام ثواب واجر یافتہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
قاضی جمال الدین ابن ظہیر تلکھی ناشری نے اس سوال کا جواب دیا کہ خرقہ پوشی امر مشہور ہے جیسے زمانہ سلف سے آج تک عمل کیا جاتا ہے شرع میں دلیل سکی اصل بھی ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کی خلعت سے کعب بن زہیر کو سرافراز فرمایا جبکہ اسنے اپنا قصیدہ مشہورہ جسکا اول مطلع بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ہے آنحضرت کو سنایا اور آنحضرت علیہ السلام نے بہت سے صحابہ کو خرقہ پھنایا لباس عطا فرمایا ہے۔ مثل عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اور مثل اسکے جو شخص تلاش کرے تو بہت سے واقعات خرقہ پوشی مرد وعورت کے متعلق پائیگا۔ اور اکابر صوفیہ عارفین باللہ معروف کرخی سری سقطی جنید وغیرہم متقدمین اور متاخرین سے مثل سیدی شیخ قطب الاولیا سفرت عبدالقادر جیلانی اور امام ابو النجیب سہروردی اور اُن سے پہلے امام ابو حامد غزالی اور انکے شیخ امام الحرمین وغیرہم بیحد وکثرت سے خرقہ پوشی کا استعمال کرتے رہے اور یہی عمل ہے اطراف عالم میں اس خرقہ سے برکت لیتے ہیں۔ اور اسکو استعمال کرتے ہیں۔ اور خرقہ میں ان کو بہت سے طرق صحیحہ ہیں۔ جو ارباب ولایت واصحاب احوال رفیعہ سے متصل ہیں۔ اور کل اعیان سادات صوفیہ خرقہ پوشی پہ اتفاق ہے دو آدمی کا بھی اختلاف نہیں۔ پس خرقہ کا منکر غبی جاہل ہے۔ اور فقہائے جامدین کو بھی

بل اتد وقیامه بحقه علی قدر قیامه واسلامه وجهه له کما قال تعالی فاذکرونی اذکرکم وقال تعالی فی حدیث قدسی انا جلیس من ذکرنی وانیس من تشکرنی ومطیع من اطاعنی ص۲۲۷ الکواکب الزاهرة آیت هل جزاء الاحسان الا الاحسان کو بامعنی احسان پر فاضل ہردی کرشاہ گردانے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب خدا کی بندگی کا حق کرے جیسا کہ اس بات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے بہتر وبیدار کون ہے جسنے اپنی ذات کو خدا کے تابع کردے اس حال میں کہ احسان کرنے والا ہو اپنے مشاہدہ سے اس کو اس کے حقوق کی نگہداشت اور اپنی ذات کو حق کے تابع واطاعت حق میں قائم رکھنے کیساتھ تو خدائے تعالیٰ بھی اس کو جزا دیگا اس کے طرف نظر کرم کرنے اور اس کی اصلاح حال ونگہداشت حقوق کیساتھ اس کو اپنی ذات کیساتھ قائم کرنے کیساتھ اور قائم کرنا حق کا بندہ کے حق کو بقدر قائم کرنے بندہ کے ہے مولی کے حق کو اور بقدر تسلیم کرنے ذات اپنی خدا کے لئے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مجھے یاد کرو تو میں تم کو یاد کرونگا اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے حدیث قدسی میں کہ میں جلیس اس کا ہوں جو مجھے یاد کرے اور انیس اس کا ہوں جو میرا شکر کرے اور مطیع اسکا ہوں جو میری اطاعت کرے وقال شیخنا العارف باللہ سیدی محمد المغربی هذا الحدیث جامع بین الحقیقة والشریعة لان قوله صلی اللہ علیه وسلم الاحسان ان تعبد اللہ کانك تراه فهذا من علوم المکاشفة المحضة عند ارباب الحقائق بخلاف قوله فان لم تکن تراه فانه یراك فهذا المجرد علوم المعاملة التی لا تتم الا بعلوم المکاشفة کما صرح به الغزالی رحمه اللہ فی باب التوحید لان الکشفیة من علوم الباطن التی لا بد للسالک منها ولا غنی للسائرین عنها فاما الملحظ الاول الاکمل فهو رویة العین باشارة کانك تراه ولقوله صلی اللہ علیه وسلم وجعلت قرة عینی فی الصلوة ومعلوم ان عینا لا تقر الا برویة محبوبها بلقوله تعالی فردوناه الی امه کی تقر عینها ولا تحزن هذا ملحظ الحقیقة واما الملحظ الثانی فهو النزول عن رتبة شهود العین الی رتبة العلم بانه یراك وهذه الرتبة لا یجوز للعارف النزول الیها لانها سیئة وردة معنویة عند المقربین ولمثل هذا المقام اشار الاستاذ ابن الفارض بقولہ

نہیں کلام نہیں ہے اور شیخ معروف کا طریقہ مولنا ابوالحسن علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکے آبائے کرام تک متصل ہے اور وہ واضح طریقہ ہے۔ لیکن حسن بصری کا طریقہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پس اہل حرمین حسن بصری کے سماع حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انکار کرتے ہیں۔ اور اسکے اتصال کو نہیں مانتے اگرچہ اتصال ممکن ہے اور اہل طریق سب متفق ہیں خرقہ لینے کی پر جسنے اسکو بدعت سمجھا وہ راہ بھٹکا ہوا ہے وہ خرقہ صدر اول میں موجود ہے اور اسکی روایت اسانید کے ساتھ جائز ہے اور کوئی مانع نہیں ہے بلکہ مرید خیر کو ضرور ہے کہ اسکی رغبت کرے تاکہ اسکو سادات اولیاء اللہ صالحین کی برکت حاصل ہو۔ اور انکے ساتھ متصل اور انکے رشتہ میں منتظم ہونیکی برکت حاصل ہو ہمنے بھی خرقہ پہنا ہے اور خرقہ میں ہمارے بہت طرق ہیں اور ایسا ہی ہمارے مشائخ علماء اور انکے مشائخ نے بھی خرقہ پہنا ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔ کذا مقرر شام و عراق و خراسان وغیرہ اور تمام بلاد اسلام میں اور اللہ تعالیٰ سبکو قول و عمل کی توفیق دے اور خطا و زلل سے بچاوے انتہی

۵ وان خطرت لی فی سواك ارادة ۞ علی خاطری سهوا قضیت بردتی ۱۲

حدیث ۲۶ الکواکب الزاهرة ہمارے شیخ عارف باللہ سیدی محمد مغربی نے فرمایا کہ یہ حدیث تعبد الله كانك تراه حقیقت و شریعت کی جامع ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول الاحسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے گویا کہ تو خدا کو دیکھتا ہے پس یہ محض علوم مکاشفہ ہے اہل حقائق کے پاس بخلاف قول آنحضرت علیہ السلام (اگر تو خدا کو نہ دیکھے تو پس وہ خدا تجھکو دیکھتا ہے) کے پس یہ محض علوم معاملہ ہے جو بغیر علوم مکاشفہ کے تام نہیں ہوتے جیسا کہ غزالی رحمہ اللہ نے باب التوحید میں اس کی تصریح کی ہے اس لئے کہ علوم کشفیہ وہ علوم باطن ہیں جن کی سالکین کو ضرورت ہے اور ان علوم سے وہ مستغنی نہیں پس لحظ اول اکمل رویت عینی ہے جس کا اشارہ كانك تراه ہے اور آنحضرت علیہ السلام کا فان وجعلت قرة عيني في الصلوٰة بھی اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ آنکھ ٹھنڈی نہیں ہوتی جب تک اپنے محبوب کو نہ دیکھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس فرعون کے گھر سے واپس کر دیا تاکہ اس کی ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غمگین نہ ہے پس یہ لحاظ حقیقت ہے اور لحظ دوم رویت عینی ہے رتبۂ علمی کی طرف اترتا ہے یعنی یہ جاننا کہ خدا دیکھتا ہے اس اسفل رتبہ میں عارف کو نزول جائز نہیں کیونکہ گناہ اور ردت وارتداد ہے مقربین کے پاس ایسی مقام کی طرف استاد ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول سے اشارہ کیا ہے (وان خطرت لی الخ) اے خدا اگر تیرے غیر کا خطرہ میرے دل میں سہواً بھی گزرے تو میں اپنے مرتد ہونے پر حکم دیدیتا بعض ارباب حقائق دقائق نے اس حدیث کے جملہ فان لم تکن تراه کے معنی خفی و رمز مخفی اس طرح بیان فرمایا ہے کہ فان لم تکن میں کان تامہ ہے اور فان لم تکن شرط ہے اس کی جزا تراہ ہے پس مطلب یہ ہوا کہ پس اگر تو درمیان میں نہ رہے تیری خودی فنا ہو کر خود سے بیخود ہو جاوے تو تو اس خدا کو دیکھیگا ۞ تو تو ئی اور خودی فنا کر دے ۞ تو رہے تک خدا نہیں ملتا ص ۲۰ الکواکب الزاهرة میں ہے کہ ثم في الحديث معنى خفي يظهر لمن قلبه زكي في قوله فان لم تكن تراه فانه يراك فقوله فان لم تكن هذا كلام تام وشرط تام ثم قوله تراه جزاء هذا الشرط فمعناه فان لم تكن انت في البين فانك تراه۔ پس اگر فان لم تکن میں کان تامہ مراد لیکر شرط قرار دیں اور مقام فنای نفس کی طرف اشارہ لیں جیسا کہ بعض مشایخ نے رب العزت کو خواب میں دیکھا تو کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو لباس و عمامہ مبارک عطا فرمانا مستند و حدیثوں سے ثابت ہے۔ کعب بن زہیر کو چادر مبارک عطا فرمانا جیسا کہ فتوی مذکورہ میں مذکور ہوا۔ اسکے سوا ام خالد کو چادر سیاہ کا عطا فرمانا جیسا کہ حدیث شریف میں

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کپڑے لائے گئے جنمیں چادر سیاہ تھی تو آپنے فرمایا کہ یہ چادر میں کسکو پہناؤں لوگ خاموش رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ام خالد کو لے آؤ۔ ام خالد کہتی ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کیگئی تو آپنے مجھکو وہ چادر سیاہ اپنے دست مبارک سے پہنایا اور فرمایا کہ اسکو پھن اور پرانی کر اس حدیث سے بھی صوفیہ نے خرقہ کی سند وحجت لی ہے۔

کمل پوشی و تاج پوشی و دستار بندی کا اثبات

حدیث عباد بن عبد الرزاق اللہ ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وابن جریر وابن ماجہ وابن ابی حاتم وحاکم بیہقی وبغوی نے کچھ اختلاف تقدیم وتاخیر کیساتھ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ کہا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ ایک صبح آنحضرت علیہ السلام تشریف فرما ہوئے آپ پر کالے بال کی نقشی کملی تھی حسن وحسین رضی اللہ عنہما آئے تو ان دونوں کو اپنے ساتھ کملی میں داخل فرمالیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انکو بھی اپنے ساتھ کملی میں داخل فرمالیا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہوئے تو انکو بھی کملی میں داخل فرمالیا اور فرمایا کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ مبین لتصرف المشائخ الصوفیۃ فی المریدین ثم رأیتہ جامع کتاب فصوص الآداب صاحب [illegible]

خداوندتعالیٰ سے طرف پہونچنے کیا طریق ہے فرمایا کہ خل نفسک وتعال تیرے نفس خودی کو تو چھوڑ دے اور آجا اسی طرح اس حدیث میں بھی فنائی نفس وترک خودی مراد ہوسکتی ہے لیکن جملہ فانہ یراک ضائع اور مہمل ولغو ٹھیریگا جو ہرگز ضائع نہوگا بلکہ شرط مقدر کی جزا ہوگا یعنے فان کنت فی العین والک انت فی العین فاعلم انہ یراک اگر تو درمیان میں رہیگا اور تیرا اثر عین واصل ذات میں موجود ہوگا تو پس تو یقین کرلے کہ تجھکو خدا نہ دیکھیگا جیسا کہ الکواکب الزاہرہ ص۲۷ میں ہے واما قولہ ثم یتمیع قولہ فانہ یراک ولا یصاحبینہ وبین ما قبلہ ارتباط۔ قل الارتباط موجود ولا تضیع فی ذلک لان التقدیر فان کنت فی العین والک انت فی العین فاعلم انہ یراک وھذا مرتبط بما قبلہ بالحمویۃ وبھذا التقدیر صحت الاشارۃ وسلمت العبارۃ یس شرط کا جواب مجزوم ہونا ضروری ہے پس تراہ سے الف محذوف ہونا ضرور تھا جو وقت ضرورت حرف علت کا قلب اور جزم کا مقدر کرنا جائز ہے جیسا کہ قول انمریں ترضیا کا الف محذوف ہوا ہے اذا العجوز غضبت فطلق ۔ ولا ترضاھا ولا تملق۔ الکواکب الزاہرہ ص۲۷ پس (تراہ) میں الف ثابت رکھنے کی ضرورت ہے جیسا کہ الکواکب الزاہرہ ص۲۷ میں ہے قال بحر الحقائق حاصل لواء العلم بالله محی الدین ابن العربی ذکر بہ الفنا فی المشاھدۃ فاشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاھل الاشارات بقولہ فان لم تکن تراہ ای رویتہ لتکون الا یفنائک عنک واثبت الالف من تراہ من اجل ظھورہ لتعلق الرویۃ بہ اذ لو حذفتھا وقال فان لم تکن تراہ لم تصح الرویۃ فان الھاء من تراہ کنایۃ عن الغائب والغائب لا یرئی والالف محذوفۃ فکان ترئی بلا رویۃ ھذا لا یصح ولھذا اثبتت واما حکمۃ ثبوت الھاء فانہ کان یفنی فان لم تکن تراہ اشارۃ الی انک اذا رایت بوجود الالف فلا تقل احطت فانہ تعالیٰ یجل ویتعالیٰ عن ان یحاط بہ وما لم یحط بہ فیکون الھاء الذی ھو ضمیر ما غاب عنک من حقیقۃ الحق عند الرویۃ تشھد لک بعدم الاحاطۃ انتھی قلت والغائب لا یرئی والالف محذوفۃ یعنے لان الالف بمثابۃ ذات الحق تعالیٰ والباء والتاء الی اٰخر الحروف بمثابۃ صفاتہ تجلیاتھا فاذا رۃ تظھر ذات الحق تعالیٰ المعلومۃ المقدسۃ کظھور الالف

القول المستحسن ص۶۳ اور القول المستحسن ص۴۰۹ میں ہے کہ کل ھذا اصل اصیل

الحافظ سیف الدین الباخرزی صاحب الامام المحدث القدوۃ نجم الدین الکبریٰ قدست اسرارہم العظمیٰ استدل بحدیث العباء علی الخرقۃ الصوفیۃ وجعل ھذا الکساء اصل سلسلۃ الخرقۃ الاصل وحکی عن الامام نجم الدین الکبریٰ انہ نقل ھذا المعنی عن الاخبار الصحیحۃ قال وھذہ حقیقۃ الخرقۃ من انتمیٰ علامۃ لانسلاک فی سلک التطہیر و التنویر انتھی یہ سب اصل (اصیل) ہے مشائخ صوفیہ کے تصرف کو مریدین کیلئے ظاہر و ثابت کرنے کی ہے پھر میں نے کتاب نصوص الآداب کے جامع امام حافظ سیف الدین باخرزی کے صحبت یافتہ امام محدث مقتدا نجم الدین قدست اسرارہم العظمیٰ کے دست یار طریق کو دیکھا کہ انہوں نے عباکملی کی حدیث سے خرقہ صوفیہ کا استدلال کیا ہے اور اس کمل کو اصل گردانا ہے سلسلۂ خرقۂ اصل کا امام نجم الدین کبریٰ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس امر کو یعنی کمل پوشی کو احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہا کہ یہ کمل پوشی خرقہ کی حقیقت ہے اس اعتبار سے کہ کمل پوشی سلک تطہیر و تنویر میں منسلک ہونے کی علامت ہے انتہی پس اس سے کمل پوشی کا ثبوت ہوا

تاج پوشی فی کلاہ پوشی
القول المستحسن ص۴۸۵

نفسہ بالحظ القویم وھذا یسمی عند القوم بالتجلی الذاتی وتارۃ تظھر و تتجلی بالصفات فی افعالھا الخلقیۃ کظھور الالف فی مراتبہ الحرفیۃ لانہ روح کل حرف وصورتہ اذ لیس ھناک الا الالف یتبعہ روپتاثر بحسب مراتبہ وھکذا الحق تعالیٰ یظھر بنفسہ لنفسہ فی تطورات خلقہ وصفاتہ فلا ھو ھو ھناک غیرہ ازلاً وابداً فحینئذ لو حذفنا الالف من تراہ لا نتفی شہودہ تعالیٰ ذاتاً وصفاتاً لان الھاء ضمیر الغائب لا یری کما قال رضی اللہ عنہ ۲۳ الکواکب الزاھرۃ حقایق کے دریا علم باللہ کے علم نژاد محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے اپنی کتاب فنائی المشاہدہ میں فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل اشارات کے لئے اپنے قول فان لم تکن (تراہ) سے اشارہ فرمایا ہے کہ خدا کی قلبی رویت و معرفت تجھکو حاصل نہیں مگر اس وقت کہ تجھے تو فنا ہوگا اور (تراہ) میں الف کو (جو بمنزلہ اللہ کے ہے) ثابت اس لئے رکھا کہ اس سے رویت قلبی کا تعلق ہو۔ کیونکہ اگر الف کو حذف کرکے فان لم تکن تروہ کہا جاتا تو رویت ثابت نہ ہوتی اس لئے کہ (ہ) ضمیر غائب کی ہے اور غائب مرئی نہیں ہوتا اور الف تو محذوف ہوا ہے پس (تو) بلا رویت ٹھہرایہ صحیح نہیں اس لئے الف کو ثابت رکھا تاکہ رویت پر اشارہ ہو۔ لیکن (ہ) کو ثابت رکھنے کی حکمت پس تحقیق کہ وہ ثبوت (ہ) کا نفی کے مانند ہے (کیونکہ وہ ضمیر غائب کی ہے) فان لم تکن تراہ اس امر کے طرف اشارہ ہے کہ اگر تو وجود الف کو (جو بمنزلہ وجود اللہ کے ہے) دیکھیگا اور پائیگا تو مت کہو کہ میں اس کی رویت و معرفت پر احاطہ کئے جانے سے عالی ہے۔ اور جبکہ وہ الف (جو بمنزلہ اللہ کے ہے) پر احاطہ نہ کیا گیا تو (ہ) ضمیر غائب جس کا مرجع حقیقت حق ہے۔ الف کو دیکھنے کی وقت یہ ضمیر (ہ) ثابت رہنے سے رویت حق کے عدم احاطہ پر میرے لئے شہادت ہوگی۔ اس لئے کہ ہ غائب ہے اور غائب کی رویت پر احاطہ ممکن نہیں ہے اس لئے ہ کو ثابت رکھا گیا۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ (غائب مرئی نہیں ہوتا اور الف تو محذوف ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ الف بمنزلہ ذات حق تعالیٰ کے ہے اور باقی دیگر حروف بمنزلہ صفات تجلیات ذات حق کے ہیں پس حق تعالیٰ کی ذات معلومہ مقدسہ مثل الف کے ہے جو خط مستقیم کی طور پر کیا ہے صوفیہ اس ظہور کو تجلی ذاتی کہتے ہیں۔

کبھی وہ ذات صفات کیساتھ اس کے افعال خلقیہ میں ظاہر و متجلی ہوتی ہے مثل ظاہر ہونے الف کے اس کے مراتب حرفیہ میں کیونکہ ہر حرف و صوت کی روح الف ہی ہے اس لئے کہ یہاں

قال الزیلعی فی شرح الکنز ولا باس بلبس الفلانس لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کان لہ فلانس یلبسھا وقد صرح ذا الفخر کوفی الذخیرۃ و تبعہ من بعدہ حتی صاحب

تنویر الابصار والدر المختار وشرح علامہ زیلعی نے کنز الدقائق کی شرح میں کہا کہ تاج پوشی وکلاہ پوشی میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی کلاہ و تاج تھے آپ انکو پہنتے تھے اور یہ صحیح ہے اسکو ذخیرہ میں۔ کر کیا ہے اور اسکے بعد والے حتیٰ کہ صاحب تنویر الابصار و در المختار اور اسکے شارحین نے بھی اسکی اتباع کی ہے۔ فی لابی حنیفة فی مسنده الذی جمع الحصکفی عن ابی هریرة کان لرسول الله صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم قلنسوة بیضاء شامیة سندابی حنیفہ میں ہے جسکو حصکفی نے جمع کیا) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کیلئے سفید شامی تاج تھا۔ اس سے تاج پوشی وکلاہ پوشی ثابت ہوئی:۔

دستار بندی کا ثبوت

قدیم وجدید معمولی اہلحدیث کو معلوم ہے کہ بادشاہان و سلاطین جب کسی کو کسی جگہ کا والی یا حاکم بناتے ہیں تو لباس و پوشاک و عمامہ و دستار بندی و تاج پوشی وغیرہ خلعت سے انکا اعزاز و اکرام کرتے ہیں تاکہ انکی حکومت اور والی ہونے کا اعلان و علامت ہو اسیطرح دولابی و طبرانی نے ایسی سند سے جسمیں کوئی حرج نہیں ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کسی کو والی و حاکم نہیں مقرر کرتے تھے یہانتک کہ اسکی دستار بندی فرماتے اگرچہ یہ آنحضرت علیہ السلام کے تصرف سے خالی نہیں ہے اور آنحضرت علیہ السلام نے عبد الرحمان بن عوف کو شہ بانہ ا جبکہ اسکو ایک سریہ (چھوٹا لشکر جسمیں آنحضرت علیہ السلام شامل نہوں) پر حاکم بنایا ص ۴۴۶ القول المستحسن ۱۲

کوئی چیز نہیں ہے بجز الف کے وہی الف بحسب مراتب اپنے متعدد و متکثر ہوتا ہے ایسا ہی حق تعالیٰ بنفسہ اپنے نفس کے لئے اپنے خلق و اپنے صفات کے ظہورات میں ظاہر ہوتا ہے پس یہاں خدا کے سوائے ازلاً و ابداً کوئی موجود نہیں ہے پس اس وقت (تو ہُ) سے اگر تو الف کو حذف کرے تو اللہ تعالیٰ کے شہود ذاتی و صفاتی کی نفی ہوگی کیونکہ (ہ) تو ضمیر غائب ہے اور غائب دکھائی نہیں دیتا جیسا کہ شیخ نے کہا رضی اللہ عنہ ۱۲ بحر العقائق شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا خلاصہ یہ کہ اِنْ لَمْ تَکُنْ اگر تو نہ رہیگا بلکہ خود کو فانی سمجھیگا تو (تو ہُ) خدا کو باقی سمجھیگا نیز رویت سے رویت قلبی یعنی معرفت و ادراک مراد ہے کیونکہ (رَأیتُ) عربی میں افعال قلوب سے ہے پس یہ مضمون من عرف نفسه بالفنا فقد عرف ربه بالبقا کے مطابق ہوا۔ اور تو ہُ کا الف جواب شرط ہونے کے سبب سے حذف ہوا تھا مگر ہمزۃ اثبات بھی جائز ہے۔ وہ ضرورت یہ ہے کہ (تو ہ) کی ضمیر غائب ہے اور غائب مرئی نہیں ہوتا تو (ہ) مفید رویت نہوا الف بھی حذف کیا جاوے تو صرف (تو) ہو اور رویت کا متعلق یعنے ذات مرئی پر دلالت کرنے والا کوئی حرف باقی نتھا اس لئے الف کو ثابت رکھا اور الف سے اشارہ اللہ کی معرفت و قلبی رویت کی طرف سمجھا گیا۔ پھر جبکہ ذات مرئی پر دلالت کرنے والا یعنے الف ثابت رہنے سے یہ توہم ہوتا تھا کہ خدا کی معرفت و رویت قلبی ہیچ دان خداوان کو کافی و کماحقہ شاید حاصل ہے اس توہم کو دفع کرنے کے لئے (تو ہ) میں (ہ) باقی رکھا گیا تاکہ ضمیر غائب ہونے کی وجہ سے اس بات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ بڑے سے بڑے عارف کو بھی باوجود کمال معرفت کے ما عرفناك حق معرفتك کہنا لازمی ہے کیونکہ اس کی ذات پاک فہم و ادراک عقول سے غائب ہے اس حکمت کے لئے تو ہُ میں ہ ثابت رکھا گیا واللہ اعلم بالصواب ۱۲

حدیث سوم عن ابی هریرة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من العلم کهیئة المکنون لا یعلمه الا اهل العلم بالله فاذا نطقوا به لم ینکره الا اهل الغرة بالله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتحقیق کہ بعض علم سر مخفی کی طرح ہے جس کو علماء باللہ جانتے ہیں جب اس علم مکنون کو علماء باللہ بیان کرتے ہیں تو کوئی اس کا انکار نہیں کرتا مگر وہی لوگ جو علم خدا سے غافل اور دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یہ علم مکنون علم تصوف و حقیقت ہے حدیث چہارم اخرج الفریابی فی تفسیره عن الحسن قال قال رسول الله علیه وسلم لکل آیة ظهر وبطن قال ابن الفقیه فی

ایسا ہی ابو عبد الرحمن معاذ بن جبل کو عمامہ باندھا جبکہ اسکو یمن پر بھیجا - اور ایسا ہی علی مرتضیٰ کی دستار بندی فرمائی جبکہ انکو یمن پر بھیجا طبرانی نے اپنی معجم میں کہا کہ ہمکو بکر بن سہل نے عبد اللہ بن یوسف سے حدیث بیان کی اسنے کہا کہ ہمکو یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا اس نے کہا کہ ہمکو ابو عبید ہ متنی نے عبد اللہ بن ابجر سے حدیث بیان کی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو خیبر کیطرف روانہ فرمایا تو عمامہ سیاہ باندھا - القول المستحسن صفحہ ۱۲۰

تفسیر ظہر الآیۃ ما ظہر من معانیہا لاہل العلم بالظاہر و بطنہا ما تضمنتہ من الاسرار التی اطلع اللہ علیہا ارباب الحقائق فرمایا نے اپنی تفسیر میں حسن سے روایت کیا کہا اس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آیت قرآنی کے لئے ظاہر و باطن ہے - ابن نقیب نے اس تفسیر میں کہا ہے کہ آیت کا ظاہر وہ ہے کہ جس کے معانی علم ظاہر والوں پر ظاہر ہوں اور آیت کا باطن وہ ہے کہ آیت ایسے اسرار کو متضمن ہو کہ جن پر اللہ تعالیٰ ارباب حقائق کو مطلع کرتا ہے حدیث پنجم و اخرج ابو نعیم عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف ما منہا حرف الا لہ ظہر و بطن و ان علی ابن ابی طالب عندہ من علم الظاہر و الباطن ابن مسعود سے مروی ہے کہا کہ تحقیق قرآن سات لغت پر نازل ہوا کوئی ایسی لغت نہیں کہ جس کو ظاہر و باطن نہو اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر و باطن دونوں علم ہیں حدیث ششم و اخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال کنا نتحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عہد الی علی سبعین عہدا لم یعہد الی غیرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا کہ ہم ذکر کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ستر عہد ایسے فرمائے ہیں کہ کسی دوسرے سے نہیں فرمائے ص ۵ تابید الحقیقۃ العلیۃ و تشیید الطریقۃ الشاذلیۃ للعلامۃ جلال الدین السیوطی رضی اللہ عنہ بخوف تطویل صرف چھ احادیث پر اکتفا کیا گیا اب علماء کے اقوال کی کوئی ضرورت نہ تھی تاہم بعض علماء کے اقوال تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب تابید الحقیقۃ العلیۃ کے صفحہ اولیٰ میں فرمایا ہے اعلم وفقنی اللہ و ایاک ان علم التصوف فی نفسہ علم شریف قدرہ سنی امرہ لم تزل ائمۃ الاسلام و ہداۃ الانام قدیما و حدیثا یرفعون منارہ و یجلون مقدارہ و یعظمون اصحابہ و یعتقدون ارباب فانہم اولیاء اللہ و خاصتہ من خلقہ بعد انبیائہ و رسلہ غیر انہ دخل تشبہوا بہم و لیسوا منہم و تکلموا بغیر علم و تحقیق فزلوا و ضلوا و اضلوا فمنہم من اقتصر بذلک علی الاسم و توسل بذلک الی حطام الدنیا و منہم من لم یحقق فقال بالحلول و ما شابہ فادی ذلک

کیا تصدق ولی و صدیق منحصر ہیں یعنی علم و معرفت لدنی کو بغیر ولی و صدیق کے دوسرا حاصل نہیں کر سکتا - اور ظاہری علوم کو صالح و زندیق بھی حاصل کر سکتا ہے الکواکب الدراری ص ۲۱۲ قال الیافعی فی نشر المحاسن اعلم

ان العلوم والمعارف اللدنية يخص بها الولي والعدلي والعلوم الظاهرة ينالها الصالح والزنديق
حدیث طالبی جب کسی سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسکو صوفیہ کیطرف مائل کر دیتا ہے اور فقہا کی صحبت سے اسے دور کر دیتا ہے کیونکہ صوفیہ
اصلاح قلب کا حکم کرتے ہیں اور فقہا
زبان کی اصلاح کا حکم کرتے ہیں
اول اور زبان میں بہت فرق ہے
دیکھو حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی
رحمہ اللہ جب طریق صوفیہ میں داخل
ہوئے تو تصنیف و تدریس و فتوی
دینے کو ترک کر دیا۔ اللہ جل کی
طرف متوجہ ہو گئے تو ایک
آدمی فتوی طلب کرنے آیا اور
سوال کیا تو غزالی نے فرمایا کہ تو
میرے سے دور ہو جا۔ تحقیق تو نے
مجھے باطل زمانہ یاد دلایا اگر اس
زمانہ میں تو میرے پاس آتا تو میں
تجھ کو فتوی دیتا تھا۔ اذا
اراد الله بالمريد خيرا
اوقعه الى الصوفية
ومنعه صحبة الفقهاء
لان الصوفية يامرونه
باصلاح قلبه والفقهاء
يامرونه باصلاح لسانه
وشتان بين المقامين و
النظر الى حجة الاسلام
الى الحامد الغزالي
رحمه الله لما دخل في
طريق القوم ترك التصنيف
والتدريس والافتاء وقد
خرج منقشفا الى البادية
فجاءه رجل ليستفتيه
فلما قدم اليه السوال
قال له اليك عني لقد ذكرتني ايام البطالة

الى اساءة الظن بالجميع وقد نبه المعتبرون منهم على هذا الخطاب
الجليل ونصوا على ان هذه الامور السيئة من ذلك الدخيل لم تتصوف
فی نفسہ ایسا علم ہے کہ جس کی قدر بڑی اور شان بلند ہے آئمہ اسلام اور ہادیان
قوم اسکے اور اہل تصوف کے منارہ کو بلند اور اس کی جلالت شان بیان کرتے رہے
ہیں اور اہل تصوف و صوفیہ کے معتقد اور ان کی تعظیم کرتے رہے ہیں پس تحقیق کہ وہ
صوفیہ اولیاء اللہ خاصان خدا ہیں بعد انبیا و مرسلین علیہم السلام کے مگر بعض نالائقوں نے
اُن صوفیہ میں داخل ہو کر ان صوفیہ سے مشابہت پیدا کی حالانکہ وہ صوفی نہیں ہیں بغیر علم و تحقیق
کے علم تصوف کی گفتگو کرنے لگے لغزش کھائی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا بعض تو
صرف نام پر اکتفا کیا اور متابع بنیا حاصل کرنے کے لئے تصوف کو ذریعہ و وسیلہ بنا لیا بعض ظن
بغیر تحقیق کے حلول وغیرہ کے قائل ہو گئے پس ان متشبہین بالصوفیہ کی زندیقی و بدمذہبی
جمیع متحانی صوفیہ صافیہ باخذ اکیساتھ بدگمانی کا باعث ہو گئی اس لئے علمائے ربانی و صوفیہ
حقانی نے آگاہ کر دیا کہ یہ بددینی و بد اعتقادی جو صوفیہ کی طرف منسوب ہو گئی ان لائق دخیل
و متشبہین بالصوفیہ کی ہے ورنہ در اصل صوفیہ کے عقاید عقہ قرآن و حدیث و مذہب حق کے
مطابق ہیں۔ قال ابو طالب المكي في قوت القلوب علماء الظاهر زينة
الارض والملك وعلماء الباطن زينة السماء وزينة الملكوت وعلماء
الظاهر هم اهل الخبر واللسان وعلماء الباطن ارباب القلوب العيان
ص الكواكب الزاهرة۔ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں کہا ہے کہ علمائے
ظاہر زمین و ملک کی زینت ہیں اور علمائے باطن آسمان و ملکوت کی زینت ہیں اور
علمائے ظاہر اہل خبر و لسان ہیں اور علمائے باطن اہل دل و مکاشفہ ہیں قال بعض العا
رفين علم الظاهر محكوم وعلم الباطن حاكم فيه وقال بعض العارفين علم
الظاهر اذا اشكل عليهما العلم في مسئلة لاختلاف الادلة سئلوا
اهل العلم بالله لانهما اقرب الى التوفيق والبعد عن الهوى وقد كان
الامام احمد بن حنبل ويحيى بن معين يختلفان الى معروف الكرخي ولم
يكن يحسن من العلم واللسان ما كانا يحسنانه بعض عارفین نے کہا ہے کہ
علم ظاہر محکوم ہے علم باطن حاکم ہے اور محکوم حاکم کے تک موقوف رہتا ہے اور بعض

قد ذكر الحكم والموعظ في الفصل الحادي عشر

ص ۱۲۲ پس جبکہ امام غزالی جلیل القدر جامع ظاہر و باطن نے تصنیف و تدریس و افتا کے زمانے کو ایام البطالۃ کہا ہے تو معلوم ہوا کہ

یہ ظاہر ہے کہ علم کا تعلق غیب اللہ سے ہے اور علم تصوف و توحید خاص ذات و صفات حق کی معرفت کے لئے تصوف سب علوم سے افضل و اشرف ہے اور حضرت سید الطائفہ الصوفیہ ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لو علمت ان اشرف من علمنا هذا فصرت اذ بها السماء علما اسعى اليه وقصدته اگر آسمان کے نیچے ہمارے علم تصوف سے کوئی دوسرا علم اشرف ہوتا تو میں اسی کی طرف سعی و قصد کرتا۔ الکواکب الدریہ ص ۲۲۳ اس سے

علماء نے کہا ہے کہ اختلاف دلائل کی وجہ سے علماء ظاہر جب کبھی کسی مشکل واقع ہوتو علمائے باللہ سے دریافت کر لیتے ہیں کیونکہ وہ اہل اللہ قریب الی التحقیق اور ہوائے نفسانی سے بعید تر ہیں امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے پاس دریافت مسائل کے لئے آیا جایا کرتے تھے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم ظاہر میں ایسا بہتر نہیں جانتے تھے جیسا کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے صفحہ ۲۲۳ الکواکب الدریہ فصل چہارم بیعت صوفیہ اور اس کے [illegible] اس سے ثابت ہوا کہ [illegible] کے دلائل للکھو ج ہیں دلائل ہیں از انجملہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں بتحقیق وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جو عہد شکنی کرے گا تو عہد شکنی کرے گا [illegible] ہوگی اور جو خدا سے تعالیٰ کئے ہوئے معاہدے کو پورا کرے گا تو خدا اس کو اجر [illegible] اس آیت سے کہ میں مطلقاً بیعت کا ثبوت ہوتا ہے بیعت کے جملہ اقسام [illegible] میں کسی خاص قسم کی بیعت ہی مخصوص و مقصود نہیں مشہور حدیثوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ کبھی ہجرت و جہاد پر کبھی ارکان اسلام قائم کرنے پر اور کبھی معرکہ کفار میں ثابت قدم رہنے پر اور کبھی اتباع سنت اور بدعت سے پرہیز کرنے اور طاعات کے حریص و شائق ہونے پر بیعت کرتے تھے جیسا کہ ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری عورتوں سے بیعت لی نوحہ نہ کرنے پر اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ چند نفر اصحاب جرین صحابہ سے اس بات پر بیعت لی کہ کسی سے کچھ نہ مانگیں نہ سوال کریں تو انہیں سے بعض کا یہ حال تھا کہ جب کوڑا گر جاتا تھا تو خود گھوڑے سے اتر کر کوڑا اٹھا لیتا تھا تو کوڑا اٹھا دینے کا بھی کسی سے سوال نہ کرتا تھا حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن جن امور پر بیعت لینا ثابت ہے وہ سب تزکیہ نفس و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قسم سے ہی ہے اور تصوف کی تعریف خود تزکیہ نفس ہے تو پھر بیعت صوفیہ کو بدعت یا بے اصل کہنا خود بے اصل و غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے مختلف امور دینیہ پر بیعت لینے کا ثبوت اظہر من الشمس ہے صحیح بخاری کی حدیث شاہد ہے اس امر پر کہ

صفحہ ۲۲۳ اس سے [illegible] اکابر [illegible] کے مستقدین و [illegible] سعید ازلی ہیں جنکے ساتھ خدا تعالیٰ کرتا چاہتا ہے اگرچہ ان کے اعمال صوفیہ کے اعمال جیسے نہوں صرف محبت و تشبہ بھی زمرۂ صوفیہ میں محشور ہونیکے لئے کافی ہے۔ کیونکہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آکر کہا کہ یا رسول اللہ قیامت کب قائم ہوگی۔ آنحضرت علیہ السلام نماز کیلئے کھڑے ہوگئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ قیامت کی مدت کا سائل کہاں ہے اُسنے کہا کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ تو قیامت کیلئے کیا تیار کر رکھا ہے اُسنے کہا کہ میں قیامت کیلئے بڑی نماز و روزہ کی تیاری نہیں کی ہے یا یوں کہا کہ بڑے عمل کی تیاری نہیں کی ہے مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہوں پس آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی اپنے محبوب دوست کے ساتھ ہوتا ہے اور تو بھی اپنے ساتھ ہوگا جسکو تو دوست رکھتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد

کسی امر سے ایسا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ اس حدیث سے خوش ہوئے یہی حدیث ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے جو اس سے زیادہ واضح ہے۔ ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی آدمی کسی سے محبت رکھتا ہو لیکن اس کی مانند عمل نہیں کر سکتا فرمایا کہ ابوذر تو اسکے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے ابوذر نے کہا میں تو اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہوں فرمایا کہ تو بیشک اپنے ساتھ ہوگا جسے تو محبت رکھتا ہے ابوذر نے اپنی بات کا اعادہ کیا (کہ میں اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں) آنحضرت علیہ السلام نے بھی اعادہ کیا۔ (کہ تو اپنے ساتھ ہوگا جسے تو محبت رکھتا ہے) الکواکب الزاہرہ ص۲۰۲ اور جواہر الحقائق مولفہ مولانا شیخ محی الدین صاحب جلد ۱ ویلوری صفحہ (۱۰) میں ہے کہ

وہ تصوف از فقہ و سر تبہ ارفع و اعلیٰ است کذا فی مرج البحرین للعلوی۔ و صاحب ایقاظ الغافلین از سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام رحمہما اللہ نقل فرمودہ کہ کمال دلیل بر اشرفیت ایشان آنست کہ کرامات بر دست ایشان ظاہر شود و ایں بیچ فقیہے بظہور نمی رسد۔ اور الکواکب الزاہرہ صفحہ ۹۸ میں ہے کہ ائمہ مجتہدین مثل شافعی وغیرہ رضی اللہ عنہم اعتراف کرتے تھے کہ علمائے باطن علمائے ظاہر سے بہت افضل ہیں اس تمام بیان کا حاصل یہی ہے کہ علم تصوف و صوفیہ تمام علوم و علمائے ظاہریہ سے بدرجہا افضل و اشرف ہیں۔ خدائے پاک سب مسلمانوں کو اس علم شریف کی دولت اور ان مقبولان درگاہ کبریا کی محبت عطا فرمائے۔ کیونکہ اس طریقہ کی تصدیق و ایمان خود ولایت ہے۔ جیسا کہ سید الطائفہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیعت لینے کے وقت ہر مسلمان کی خیر خواہی کی شرط لازم گردانا قوم انصار سے بیعت لی تو خدا کے بارہ میں ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنے کو شرط لازم گردانا اور جہاں رہیں حق گوئی کی تاکید کی یہ سب امور از قسم تزکیہ نفس ہی ہیں جو بین معنی و مقصد تصوف ہے پس بیعت صوفیہ کا انکار در اصل اُن آیات و احادیث کا انکار ہے جو تزکیہ نفس کی تاکید میں ثابت ہیں کیونکہ تصوف خود تزکیہ نفس کو کہتے ہیں تو پھر تصوف کا انکار در اصل ایات و احادیث مثبتہ تزکیہ نفس کا انکار ٹھہرا اس بیعت سنت ہے یا واجب حج بیعت چند اقسام پر ہے بیعت خلافت بیعت اسلام بیعت تقویٰ و ترک معصیت بیعت ہجرت و جہاد اور بیعت ثابت قدم رہنے پر جہاد ہیں۔ نیز بیعت صوفیہ کے بھی چند اقسام ہیں از انجملہ بیعت توبہ از معصیت بیعت سلسلۂ اولیاء اللہ بمنزلۂ سلسلۂ اسناد حدیث و بیعت تاکید عزیمت یعنے عزم مصمم لعلاء امر الٰہی و ترک ممنوعات و ناہی کے ظاہر و باطن اور ذکر اللہ تعالیٰ سے متعلق کرنے علاقہ جوڑنے پر پس جبکہ بیعت کے اقسام مختلفہ کثیرہ ہیں تو ہر قسم کا حکم باعتبار مقتضائے وقت و ضرورت مختلف ہوگا کبھی فرض و واجب کبھی مسنون و مستحب و کبھی مباح جیسا کہ فعل نماز در روز تعیین و نیت فرض ہو جاتا ہے اسی طرح بیعت بھی اگر شرک و کفر سے توبہ کرنے یا معصیت سے توبہ کرنے پر ہے تو بیشک کفر و معصیت سے توبہ فرض و واجب ہے توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا اسی طرح اسلامی ضرورتوں کی وقت امام زماں کی بیعت اطاعت بھی فرض و واجب ہے واولی الامر منکم لیکن بیعت متوارث و منقول امر مسنون ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بر سبیل عبادت و اہتمام شان کوئی فعل ثابت ہوا ہو تو وہ مسنون ہونے سے کم نہوگا القول الجمیل میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بیعت کو مسنون کیا ہے وما اشکل فیہ ولا شبہۃ انہ اذا ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل علی سبیل العبادۃ والاہتمام بشانہ فانہ لا ینزل عن کونہ سنۃ للعلماء الراسخین فی علمائے راسخین سے مراد وہ ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں اسی کتاب القول الجمیل میں ہے فاعلم ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ لان الناس بایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتقربوا بہا الی اللہ تعالیٰ ولم یدل دلیل علی تاثیمہ تارکہا

ابو القاسم حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ الایمان بطریقنا ھذا والایۃ الکواکب الزاھرۃ ص ۲۰۳ تصوف علم اسرار سینہ ہے اسکا اظہار اسکے اہل پر درست ہے اور نا اہل سے اخفاء ضروری ہے ۵ تا بجوئی ہمت ۵ تا

ولم یکونوا عدوا من الائمۃ علی تارکہا کان الاجماع علی انہا لیست بواجبۃ پس تو سمجھ لے کہ بیعت سنت ہے واجب نہیں کیونکہ اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے خدا تعالیٰ کی قربت چاہی اور کسی دلیل نے تارک بیعت کے گنہگار ہونے کو ثابت نہ کیا اور آئمہ دین نے تارک بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اس پر کہ بیعت واجب نہیں۔

فائدہ علمائے شریعت کے پاس بیعت مسنون ہے لیکن علمائے حقیقت کے پاس فرض ہے جس کے دلائل دیبا ہین درج ذیل ہیں برہان اول حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے باوجود نبی مرسل ہونے کے خضر طریق کے پاس بحکم خداوندی تشریف فرما ہو کر ھل اتبعک علی ان تعلمنی مما علمت رشدا کہا یعنے کیا میں آپ کی اتباع کروں اس بات پر کہ آپ مجھے ان حقائق کی تعلیم دیں جسکی آپ کو تعلیم دی گئی ہے من اس سے حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونا ثابت ہوا آج علم حقائق و اسرار لدنی میں بیشک حضرت موسیٰ سے خضر افضل ہیں خضر کے اسی افضل و اعلم باللہ ہونے کو ثابت کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو خضر کے پاس اللہ تعالیٰ نے روانہ فرمایا لیکن یہ جزئی فضیلت ہے اس سے مطلقاً کلی فضیلت خضر کی موسیٰ علیہ السلام پر ثابت نہیں ہوتی بلکہ موسیٰ علیہ السلام مطلقاً کلی طور پر خضر علیہ السلام سے افضل ہیں اس لئے کہ حضرت موسیٰ نبی مرسل ہیں اور خضر علیہ السلام نبی مرسل نہیں بلکہ وہ ولی ہیں نبی مرسل سے غیر نبی افضل نہیں ہو سکتا لیکن خاص علم لدنی میں بحکم اٰتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے اعلم و افضل ہیں اس جزئی فضیلت سے کلی طور پر خضر کا موسیٰ سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہمارے سرکار فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر آپ کی شان ہے علمہ شدید القویٰ سے آنحضرت علیہ السلام کو حضرت جبرئیل کا تعلیم دینا ثابت ہوتا ہے اور احادیث صحیحہ اوقات نماز کا بھی تعلیم دینا جبرئیل کا ثابت ہوتا ہے کیا اس تعلیم کی وجہ سے سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین سے جبرئیل علیہ السلام کا افضل ہونا ثابت ہوگا ہرگز ہرگز ممکن نہیں بلکہ یہ ایک جزئی وجہ ہے جو فضل کلی کو مستلزم نہیں یہی حال خضر و موسیٰ علیہما السلام کا ہے برہان دوم یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ

راکبش ۵ تا تبریزی قندراہیش

مگس ۵ حدیث شریف میں ہے کہ نا اہل کو علم سکھانا موتی جواہر کے ہار خنازیر کو پہنانے والے کے مثل ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے دو علم حاصل کئے ایک کو (یعنی علم ظاہر کو) تو میں تم میں ظاہر کر دیا لیکن دوسرا (یعنی علم باطن اسرار) اگر ظاہر کروں تو میرا حلق کاٹا جائیگا۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن کی تفسیر بیان کروں تو (لرجمتمونی و لقلتم انی کافر) البتہ تم مجھے سنگسار کر دو گے اور کافر کہو گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ یہاں یعنی سینہ میں علوم کثیرہ ہیں اگر کوئی اسکے اہل اور حامل ملے تو بتلاتا۔ اکلوا کلب الزاہرہ ص ۲۰۴ ۵ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ بیشک بعض

علم پوشیدہ راز کیطرح ہیں۔ جنکو علماء باللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا جب وہ راز بیان کرتے ہیں تو اسکا انکار کوئی نہیں کرتا بجز اسکے جسکو خدا نے مغرور بنا رکھا ہے۔ دوسری روایت ابو ذر عہ نے جنکو اجازۃ خبر دی کہا کہ ابو بکر بن خلف نے مجھکو اجازۃ

خبر دی کہا کہ مجھکو ابو عبد الرحمن نے خبر دی کہا کہ نصر آبادی سے کہتے ہوئے میں نے سنا کہ میں نے ابن عائشہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے قرشی کو سنا کہتے تھے کہ اسرار اللہ تعالیٰ کے ہیں جنکو اپنے امانت دار سادات شریف اولیاء پر ظاہر کرتا ہے بلا ساعت و تدریس کے ۔ یہ وہ اسرار ہیں جنپر بجز خاصان خدا کوئی مطلع نہوا ۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ جب ایسے اسرار بیان کرنا چاہتے کہ جو اس طریق کا اہل نہ ہوا سکا ان اسرار پر واقف ہونا مناسب نہیں تو فرقہ سنجی ۔ مالک بن دینار اور جو اس مذاق کے لوگ حاضر ہوتے ان سب کو بلاتے اور باقی لوگوں نے دروازہ بند رکھتے اور اپنے فن کے مذاق والوں سے گفتگو کرتے تھے ۔ اگر اسرار اسرار واجب نہوتا حضرت ممدوح ایسا عمل نفرماتے ۔ الکوکب الزاہرہ ص۲۱۰ ۔ طلب الہی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ؎ فی باطنی من نورکم مالو بدا ۔ افتی بسفک دمی لذا لا یعلم ۔ ولو انی ابذی سوائر دکم ۔ قالوا العوا ذل لیس ھذا مسلم ۔ میرے باطن میں جو تمہارا نور ہے اگر ظاہر ہو جائے تو تمام ان شقی میری خونریزی کا فتوی دیگا اگر میں تمہارے اسرار محبت کو ظاہر کرونگا تو ملامت گر لوگ کہینگے یہ مسلمان نہیں ہے الکوکب الزاہرہ ص۲۱۰ ۔

لعلکم تفلحون اس آیت میں مومنین کو حکم کیا گیا کہ فلاح دارین حاصل کرنا ہو تو اتقوا اللہ سے تقوی کرو و ابتغوا الخ خدا کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو اور وجاھدوا الخ خدا کی راہ میں مجاہدہ کرو ۔ تقوی کے مراتب ہیں سب سے اول و افضل شرک کے جمیع اقسام سے تقوی و پرہیز کرنا ہے کیونکہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ خدائے تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشتا (۱۲ تشریح) ایہ ۔ شیئاً خدا کیساتھ کسی شئی کو شریک مت کرو شرک کے جزئی اقسام بہت ہیں ظاہر شریعت میں جتنے اقسام شرک ہیں انکا مرجع شرک فی العبادت شرک جلی ہے اس کے علاوہ شرک خفی و شرک اخفی یہ تین مراتب کلیہ شرک کے ہیں جن کے جزئیات بہت ہیں شرک جلی تو ظاہر شریعت سے معلوم ہو سکتا ہے شرک خفی و اخفی اور اُن کی جزئیات علمائے اللہ مرشدین کاملین کے ارشاد پر موقوف ہے اس لئے بیعت شیخ کی ضرورت ہوئی تاکہ جمیع اقسام شرک سے پاک ہو کر ایمان حقیقی و توحید تحقیقی کی نعمت عظمی حاصل کی جائے پس اتقوا صیغہ امر ہے جس سے جمیع اقسام شرک سے تقوی کرنے کا ہم کو حکم کیا گیا ہے اور ہم مامور ہیں اس امر کہ شیخ کی تعلیم و ارشاد سے جمیع اقسام شرک سے تائب ہو کر توحید حقیقی حاصل کریں ۔ و ابتغوا وسیلہ ڈھونڈھو یہ بھی صیغہ امر ہے وسیلہ سے مراد پیر و مرشد کامل مکمل ہے پس ہم پیر و مرشد کی طلب و تلاش و بیعت پر امور من اللہ ہیں شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل میں ہے کہ وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے ۱۲ مولانا نے فرمایا کہ ہم نے اپنے جد امجد حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ کے ایک مرید سے سنا کہ اُن کے ہمعصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی جد امجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیجئے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے چنانچہ یا ایھا الذین اٰمنوا اس پر دلالت کرتا ہے ۔ اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقوی میں داخل ہے اسواسطے کہ تقوی عبارت ہے امتثال اوامر و اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بدلیل مذکور تقوی میں داخل ہے پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہے پھر اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہے ذکر اور فکر میں تا فلاح حاصل ہو کہ عبارت ہے دصول ذات پاک سے واللہ اعلم ۔ وجاھدوا فی سبیل اللہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ کرو اور دوسری آیت برہان سوم

ناہل پر اظہار اسرار موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے جیسا کہ ولی اللہ حسین بن منصور حلاج الاسرار جو جنید و شبلی رضی اللہ عنہم کے صحبت یافتہ و شراب عشق و محبت الہی سے مست و بیخود تھے ۔ حامد بن عباس وزیر مقتدر باللہ کی مجلس میں اسرار توحید میں گفتگو کی تو ظاہر بین

قاضیوں و علمائے انکی خونریزی مباح ہونیکا فتویٰ دیا تو مقتدی باللہ حسین بن منصور کو محمد بن عبدالصمد کو تو ان کے حوالہ کرنے کا حکم لکھا اُسنے بعد نماز عشا حسین بن منصور کو اپنے قبضہ میں لیا اس خوف سے کہ لوگ دن میں حسین بن منصور کو اسکے ہاتھ سے نکال لینگے یہ سنگل کے روز ۴ ۲ ۳ ذیقعدہ سنہ ۳ سو اطلاق کے پاس حسین بن منصور لائے گئے۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جلاد کو حکم ہوا تو اُس نے ایک ہزار تازیانے حسین بن منصور پر مارے حضرت نے دو ساقی مانگی نہ آہ کیا پھر آپکے ہاتھ پاؤں چاروں کاٹے تب بھی آپ سکون کے ساتھ مضطر آپ نہ کیا۔ پھر سر کاٹا گیا جسم جلا یا گیا اسکی راکھ دجلہ میں ڈالی گئی سر بغداد میں لٹکایا گیا اور اطراف و اکناف میں گھمایا گیا۔ اس سال دجلہ کو بے حد طغیانی ہوئی تو حسین بن منصور کے مریدوں نے کہا کہ حسین بن منصور کی راکھ دجلہ میں ڈالنے کی وجہ سے یہ طغیانی ہوئی۔ جب حسین بن منصور قتل کیلئے لائے گئے تو یہ ابیات پڑھے ۵ ثم اسلم النفس للاسقام تسلفها ؛ الا یعلی بان الموت یشفیها ؛ ونظرة منك یا سؤلی ویا املی ؛ اشهی الی من الدنیا و مافیها ؛ نفس المحب علی الآلام صابرة ؛ لعل

وجاهدوا فی سبیل الله حق جهاده جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر ہم نے چھوٹے جہاد (جنگ با کفار) سے بڑے جہاد (جنگ با نفس) کی طرف رجوع کیا اس لئے کہ گھر کا دشمن باہر کے دشمن سے زیادہ قوی ہوتا ہے اعدی عدوك نفسك التی بین جنبیك پس جہاد اکبر یعنے نفس کشی فرض ہے اس لئے پیر دستگیر نفس کش کی دستگیری سے نفس کو قتل کرنا واجب ہے مولانا رومی نے فرمایا ہے ہیچ نکشد نفس را جز نفل پیر ۔ دامن آن نفس کش محکم گیر۔ برهان چهارم ذروا ظاهر الاثم وباطنه ۔ ظاہر و باطن کے گناہ چھوڑ دو۔ ظاہر کے گناہ شرک جلی وغیرہ تو سب اہل ظاہر کو بھی معلوم ہیں باطن کے گناہ دل اور روح کی معصیت شرک خفی و شرک اخفی بجز پیران اہل دل و مرشدان کاملین کے کسی اہل ظاہر پر ظاہر نہیں اس لئے بیعت شیخ فرض ہے برهان پنجم توبوا الی الله جمیعا ایها المومنون لعلکم تفلحون اے مومنین تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو یہ بھی امر ہے کہ ہم سب مومنین توبہ کرنے پر پس جبتک ظاہر و باطن کے گناہ کا علم نہ ہو توبہ کس طرح ممکن ہے اس لئے شیخ کی ضرورت ہے توبہ کے معنے رجوع الی اللہ کے ہیں پس خدا کے طرف رجوع ہونے کا کیا طریقہ ہے یہ بھی شیخ کی بیعت پر موقوف ہے برهان ششم ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة تمہارے رب کی راہ طرف حکمت اور نیک نصیحت کیساتھ دعوت کرو سبیل رب کل امور دین کو شامل ہے خاص طور پر سلوک حقیقی مسلک حق شناسی مراد و مقصود ہے حکمت علم حقائق ہے یعنے سبیل رب سلوک حقیقی مسلک حق شناسی کی طرف علم حقائق کیساتھ دعوت حق کیونکہ کتاب تاہید الحقیقۃ العلیہ للامام جلال الدین السیوطی صفحہ میں ہے ثم الدعاة علی وجوه احدها داع الی الفناء بالله من حیث اعتنا بالایجاد ابتداءً وقد خلقك من قبل ولم تك شیاء وثانیها داع بالفقر الی الله فان ذلك وظیفة العبودیة وثالثها داع بالاخلاق الرحیمیة کما قیل تخلقوا باخلاق الله ای من جهة الرحمة والحلم والجود والعفو ونحو ذلك وهذا اهی اجل الدعوات ۔ برهان هفتم قل هذه سبیلی ادعو علی البصیرة انا ومن اتبعنی کہدو اے محمد یہ میری سبیل ہے دعوت دیتا ہوں بصیرت

مثلفها یعمایل اویها ؛ حضرت صلاح الاسرار فرماتے تھے کہ خدا نے تمہارے لئے میرا خون مباح کر دیا ہے تم کو قتل کر دو سلطان آج میرے قتل سے زیادہ اہم کام کوئی نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا اقل قیام حدود اور شریعت کیساتھ ٹھیرنا ہے۔ ع

صدمہ کو چھوڑ دیگا اس پر صدمہ قائم کئے جائینگے۔ شیخ امام عزالدین بن عبدالسلام مقدسی نے مفاتیح الکنوز میں ذکر کیا ہے جب حسین ابن منصور کو سولی پر چڑھانے کیلئے لایا گیا تو شبلی کی اور میلوں کو دیکھا اور ہنسے پھر جماعت حاضرین پر نظر کیا تو شبلی کو دیکھا اور کہا کہ اے ابوبکر شبلی کیا تمہارے پاس مصلے جانماز ہے کہا ہاں ہے۔ کہا کہ میرے لئے بچھا دو۔ شبلی نے مصلی بچھایا تو حسین ابن منصور نے دو رکعت نماز پڑھی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد وللبلونکم شیٔ من الخوف الآیہ۔ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اسکے بعد کل نفس ذائقۃ الموت۔ پڑھکر دیر تک کلام کرتے رہے۔ پھر ابوالحارث سیاف (شمشیرزن) آگے بڑھا اور تلوار سے آپکے منہ اور ناک کو کاٹا تو حضرت شبلیؒ نے چیخ ماری۔ اور ابوالحسن واسطی و جماعت مشاہیر مشائخ بیہوش ہوگئے۔ شیخ عبدالغفار قرصی نے کتاب التوحید میں طلاج رضی اللہ عنہ کی حکایت لکھی ہے کہ جب طلاج کے پاس ابن خفیف آکر کہا کہ میں تین باتیں آپ سے پوچھتا ہوں فرمایا کہ بیان کر کہا کہ صبر کیا چیز ہے۔ پس حضرت طلاج نے ہتھکڑیوں و بیڑیوں کو دیکھا تو سب الگ ہوگئیں۔ دیوار پر نظر کیا تو پھٹ گئی۔ (اور اس وقت ہم دجلہ پر تھے) طلاج نے فرمایا کہ صبر یہ ہے۔ ابن خفیف نے کہا کہ میں نے کہا کہ فقر کیا ہے تو حضرت نے دو ان کے پتھروں پر نظر ڈالی تو سب سونا و چاندی ہوگئے اور فرمایا کہ فقر یہ ہے۔ حالانکہ تیل کیلئے پیسے پیدا کرنا حیلہ کرتا ہوں۔ پھر ابن خفیف نے کہا کہ قوت کیا چیز ہے تو فرمایا کہ کل صبح (کہو گے) پھر

پر میں اور میرے متبعین۔ بصیرت باطنی دید ہے کلیات ابوالبقا میں ہے البصیرۃ ھی قوۃ فی القلب تدرک بھا المعقولات۔ کتاب التعریفات للسید الشریف الجرجانی میں ہے البصیرۃ قوۃ للقلب للنور یری بھا حقائق الاشیاء وبواطنھا بمثابۃ البصر للنفس یری بھا صور الاشیاء وظواھرھا وھی التی یسمیھا الحکماء العاقلۃ النظریۃ والقوۃ القدسیۃ پس سبیل رب کی طرف بصیرت پر حکمر دعوت دینے کے حکم آنحضرت علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اہل باطن اولیاء اللہ نے عمل کیا اور کر رہے ہیں برہان ہشتم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اللہ اور اللہ کے رسول اور اولوالامر کی اطاعت کرو تفسیر حسینی میں ہے اولوالامر سے مراد۔ یا علماء و نزد عرفا اولی الامر مشائخ اند و پیران طریقت کہ تربیت اہل سلوک اشتغال مینمایند سالک را فرمانبرداری ایشاں لازمست ؎ ہر کہ خواہد بسر منزل مقصود رسید ۔ بایدش پیروی را ہنمایان کردن۔ اس آیت سے جس طرح مجتہدان شریعت کی تقلید و اطاعت کی فرضیت ثابت کی جاتی ہے اسی طرح مرشدان طریقت علمائے حقیقت کی اطاعت و تقلید بھی ثابت ہوتی ہے برہان نہم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تمہیں کوئی مسئلہ معلوم نہو تو اہل ذکر علماء سے دریافت کرو اس آیت سے بھی جس طرح علمائے شریعت کی تقلید و اطاعت واجب کیجاتی ہے۔ اسی طرح علمائے حقیقت و پیران طریقت کی اطاعت بھی واجب کی جاتی ہے کیونکہ حقیقی اہل الذکر تو یہی علمائے باطن ہیں برہان دہم یا ایھا الذین امنوا امنوا باللہ ایمان والوں کو حکم ہوتا ہے کہ پھر ایمان لاؤ اہل ظاہر کے پاس اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان پر ثابت رہو محققین عرفا نے کہا کہ ایمان دو قسم پر ہے تصدیقی تحقیقی پس اے تصدیقی ایمان والو اب تحقیقی ایمان لاؤ جس طرح تصدیقی و مجازی ایمان لانا فرض ہے اسی طرح تحقیقی ایمان حقیقی توحید کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جو مرشد کامل کی بیعت پر موقوف ہے برہان یازدہم اللہ تعالیٰ نے ہر نماز میں صراط المستقیم کی ہدایت طلبی کا حکم فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم ہر کو صراط المستقیم دکھا دے جو افراط و تفریط و خوف و رجا کے درمیان امر اوسط ہو اور طول اتحاد سے جو ایمان کہ پاک ہو وہ صراط مستقیم ہے یہی وہ راہ ہے جو منعم علیہم و مغفران بارگاہ

اسی دن قتل کئے گئے۔ جب لاش ہوئی تھیں نے خواب میں دیکھا قیامت قائم ہوئی ہے۔ منادی ندا کر رہا ہے کہ حسین بن منصور کہاں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے کئے گئے۔ اور ان سے کہا گیا جو تم سے محبت رکھے اسکو جنت میں داخل کرو گے۔ اور جو تم سے بغض رکھے گا اس کو جہنم میں داخل کرو گے۔ حضرت حلاج نے کہا کہ یا اللہ تو سب کو بخشدے۔ پھر حلاج نے سیری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ فوت یعنے حلاج نام ہونیکی وجہ یہ ہے کہ ایک دن کہیں حلاج کی دوکان پر بیٹھے اور اس سے کہا کہ اپنا کام لینا چاہے تو اسنے کہا کہ میں اپنے کام میں مصروف ہوں تو فرمایا کہ تو میرا کام کر میں تیرا کام کرونگا۔ پس وہ کام حسین بن منصور کے کام کیلئے گیا اللہ جب واپس ہوا تو سب روئی دھنکی ہوئی پایا حالانکہ وہ اتنی زیادہ تھی کہ دس آدمی گئے دنوں میں اسکو دھنکتے۔ اسی وجہ سے حلاج کہا گیا بعض نے کہا وہ اسرار بیان کرتے تھے اسلئے حلاج الاسرار نام مشہور ہوا شہر بیضا فارس کے رہنے والے تھے انکی کنیت کو ابو المغیث نے طبقات اللہ لیار میں ابو الغیث کہا ہے۔ الکواکب الزاہرۃ (ص ۲۰۸ و ۲۰۹)۔ اس تحریر سے ثابت ہوا کہ صوفیہ کے سینہ بسینہ علوم و اسرار کا افشاء نااہل پر موجب فتنہ و فساد ہوتا ہے اسی وجہ سے اکابر صوفیہ نے اشارہ

قرب و معیت کی راہ ہے مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ نہیں ہے پس حلول و اتحاد سے پاک توحید و ایمان جو حقیقی صراط مستقیم ہے بغیر مرشد ہادی کی ہدایت کے غیر ممکن بالحصول ہے اس لئے بیعت فرض ہے برہان دوازدھم بیعت ارادت وجہ اللہ جس کا ذکر اصحاب صفہ کی شان میں وارد ہے یریدون وجہہ وجہ اللہ کے مرید ہیں ان مریدین کو ہی اینما تولوا فثم وجہ اللہ کا راز منکشف ہوگا اور فثم اقرب الیہ من حبل الورید کا قرب اور وھو معکم اینما کنتم کی معیت اور وہ ہر شئی محیط کا احاطہ بلا تاویل حقیقی مفہوم بجز ارشاد مرشد کامل حل نہیں ہو سکتا ہاں اہل ظاہر اہل تاویل ہیں ہر حقیقت کو مجاز پر محمول کرتے ہیں ؎ چوں ندید حقیقت رہ افسانہ زدند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے ابتک بیعت کا طریقہ مسلسل بسلاسل اولیاء اللہ جاری ہے اور خبر متواتر کی طرح اس کی اسناد متصلاً ثابت ہے تمام اولیاء اللہ و اہل ہدایت کا اس بیعت پر اجماع ہو چکا ہے خود ہدایت و فعل اہل ہدایت ہے اور لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کے مرافق ضلالت پر اجماع نہیں بلکہ ہدایت پر ہے پس بیعت ارادت و طلب ہدایت فرض ہے اس کے دلائل و براہین بیحد ہیں بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا۔ سوال کیا حقائق و دقائق و اسرار معارف کی تحصیل عموماً فرض ہے جواب ایمان حقیقی کی سعی و کوشش تو ضروری ہے کامیابی و منزل مقصود پر ہو پہنچنا فضل ایزدی پر موقوف ہے مسائل ظاہر شریعت سے بھی اکثر و بیشتر عامۃ الناس فہم نا واقف ہیں کیا ان کے افہام قاصرہ کی وجہ سے در اصل مسائل شریعت کی تعلیم و تحصیل فرض نہ ہوگی بلکہ جس طرح علوم ظاہرہ دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرض کفایہ ہے اسی طرح علوم باطنہ کی تحصیل بھی فرض ہے بلکہ معرفت معبود بقدر فہم و استعداد ہر شخص پر فرض ہے غوامض و اسرار شریعت پر جس طرح صرف ایمان و تصدیق کافی ہے اسی طرح حقائق و دقائق باطنہ پر بھی ایمان و تصدیق کافی ہے اذ فی الحدیث منہ التصدیق بہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو ظرف حاصل کئے پس ان ہر دو علم سے ایک کو تو میں نے لوگوں پر منتشر کیا لیکن دوسرے کو اگر میں پھیلاؤں گا تو میرا حلق کاٹا جاوے گا اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اس حدیث سے چند امور کا استنباط ہوتا ہے علم کے دو قسم ہیں ظاہر و باطن۔ یہ ہر دو علم ظاہر و باطن

ماذ کو منع کیا ہے۔ افشاء سر الربوبیۃ کفر۔ اہل وہی ہے جسکو اس طائفہ اولیاء سے حسن عقیدت و عشق و محبت ہو گو کہ بے علم ہو نا اہل وہ ہے کہ جسکو ان خاصان خدا کیساتھ بغض و عناد اور انکے اقوال و افعال و احوال و خوارق عادات و کرامات کا

منکر ہو اگرچہ یہ علوم ظاہری میں یگانۂ زمانہ ہو۔ جبتک اکابر اولیا و علوم طریقت و اسرار صوفیہ کا منکر ہوگا وہ نااہل ہے اور اسکا خاتمہ برا ہونیکا خوف ہے۔ زمانۂ سابق کے علمائے ظواہر نے بھی صوفیۂ صافیہ پر بعض طعن کئے حتی کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ اکفر کہا پھر توفیق الٰہی سے تائب ہو کر مریدین و معتقدین اولیاء اللہ ہوگئے۔ الیواقیت والجواہر مؤلفہ امام شعرانی وغیرہ سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہے۔ پس طالبان حق کو ضرور ہے کہ علوم صوفیہ و اسرار اولیاء اللہ کے ہرگز منکر نہ ہوں بلکہ ان بزرگوں سے حسن عقیدت و عشق و محبت رکھیں انکی محبت سعادت ایمان ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب اور ان اکابر سے بغض و عداوت علامت نفاق و شقاوت و خذلان ہے:۔ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ اور سعی و کوشش بلیغ سے علم حقائق و معارف کو حاصل کرے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (قرآن و حدیث میں طلب علم کی تاکید وارد آئی ہے اس سے مقصود اول و اکمل علم باللہ و معرفت الٰہی ہے نہ کہ دوسرے علوم۔ بلکہ معرفت الٰہی و علم صوفیہ جسکو حاصل نہو اسپر موت خاتمہ کا خوف و خطرہ اندیشہ ہے

آنحضرت سے منقول ہیں نام باطنی اور اسرار علم لدنی کے اظہار افشاء کا جواز اہل کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور چونکہ عقول و افہام متفاوت ہیں اس لئے غیر اہل سے راز کا مخفی رکھنا ضرور ہے۔ پس عموماً بحکم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ ہر مسلمان مرد عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے اس علم سے علم حق مراد ہے صرف و نحو منطق و فلسفہ یا تفسیر و حدیث میں فارغ التحصیل و اتکمیل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معبود حقیقی کی معرفت مقصود ہے جو تخلیق جن و انس کی غرض و غایت ہے اجمالی معرفت معبود ہر مسلمان مرد عورت پر فرض عین ہے تفصیلی معرفت کے مراتب حسب استعداد و قابلیت مختلف ہیں جو کو صرف امنا بہ کل من عند ربنا کہنا اور صرف تصدیق و ایمان کافی ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث کا مختصر ما علمتم منہ فقولوا و ما جہلتم فکلوہ الی عالمہ رواہ احمد و ابن ماجہ جو جانتے ہو کہو اور جو نہیں جانتے ہو اس کے جاننے والے کی طرف تفویض کردو۔ غرض یہ کہ جس طرح علم ظاہر کے اسرار و دقائق علما جانتے ہیں عوام اس سے محروم ہیں اسی طرح علم لدنی کے اسرار و رموز غرائے محققین جانتے ہیں علمائے ظاہر بھی اس سے غافل ہیں تو پھر عوام الناس کس شمار میں ہیں غرائے محققین شیخ ابو یزید بسطامی رضی اپنے ہم عصر علماء ظاہر سے فرمایا ہے کہ اخذتم علمکم من علماء الرسوم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت تم نے اپنا علم ظاہر کو علمائے رسوم و ظاہر سے لیا ہے یعنے مردہ علما مردہ علما سے حاصل کیا ہے اور ہم نے ایسے حقیقی زندہ سے علم سیکھا ہے کہ وہ کبھی نہ مرے گا پس ہر عاقل پر فرض ہے کہ وہ ایسا علم جاوید حاصل کرے جو اس کی ذات سے قائم رہے اور جب اس جہان سے گزرے تو اس کا علم بھی اس کے ساتھ رفیق و ہمدم رہے ہر عالم کے مناسب حسب ضرورت علوم حاصل کرنا علما کا کام ہے موجودہ علوم و فنون تجارتی صادقی خیاطی علم طب تاریخ جغرافیہ حساب ہندسہ وغیرہا صرف دنیوی زندگی تک مفید ہوسکتے ہیں علوم آخرت فقہ و حدیث و تفسیر ہے ان علوم کا مغز لب لباب معرفت رب الارباب ہے جو ہمیشہ انسان کے لئے ضروری و نافع ہے یہ علم معرفت الٰہی بیعت مرشد کامل سے حاصل ہوگا اس لئے درحقیقت بیعت فرض ہے ذلک ما کنا نبغی فصل شروع ہوتا ہے القول الجمیل میں ہے کہ بیعت لینے والے پیر و مرشد میں چند امور شرط ہیں اول قرآن و حدیث کا علم ہونا میری مراد انتہا درجہ کا علم مشروط نہیں ہے بلکہ قرآن میں اتنا علم ہو کہ اگر کوئی

کم از کم اس علم والے اکابر کی تصدیق و تسلیم ضروری ہے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم کتاب العلم کے آخری باب میں فرمایا ہے عن بعض العارفین انہ کان یقول من لم یکن لہ نصیب من علم العوام لیخاف

علیہ سوء الخاتمۃ و اما فی النصیب منہ التصدیق والتسلیم لاھلہ ۔ اور فصل الخطاب مؤلفہ مولانا سید شاہ عبد اللطیف المعروف بہ سید شاہ محی الدین صاحب ویلوری رحمۃ اللہ علیہ (ص ۱۹) میں ہے کان شیخ

کہ تفسیر مدارک یا جلالین یا اس کے سوائے مثل تفسیر وسیط یا وجیز واحدی کے محفوظ کر چکا ہو اور کسی عالم سے اس کو تحقیق کر لیا ہو اور اس کے معانی و ترجمۂ لغات مشکلہ کو و شان نزول و اعراب قرآنی و قصص جو اوسکے قریب ہوں اس کو جان چکا ہو۔ یعنی و مختلف چیزوں میں تطبیق و نیا اور معرفت ناسخ و منسوخ اور معرفت احکام مستنبط قرآنی کی۔ اور حدیث کا اتنا علم کافی ہے کہ ضبط اور تحقیق کر چکا ہو مانند کتاب مصابیح یا مشارق کے اور اس کے معانی دریافت کر چکا ہو اور اس کی شرح غریب یعنے لغات مشکلہ کا ترجمہ اور اعراب مشکل و تاویل مضل راے فقہا کی موافق معلوم کر چکا ہو۔ مشکل اور مضل میں فرق یہ ہے کہ مشکل اس دشوار کو کہتے ہیں جو باعتبار لفظ و ترکیب نحوی کے صعب ہو اور مضل وہ ہے جس کے معنی مشتبہ ہوں اور ایک معنی کی تعیین نہ ہو سکے یا دوسری حدیث اس کے معارض و مخالف ہو۔ اور پیر و مرشد کے لیئے تو حفظ قرآن و احوال سانید تفحص کی شرط نہیں ہے کیونکہ تابعین و تبع تابعین منقطع و مرسل کو بھی حجت گردانتے تھے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث پہنچنے کا حصول ظن مقصود ہے علم اصول و کلام و جزئیات فقہ اور فتاوی کا عالم ہو بھی شرط نہیں ہے شرط دوم عدالت و تقوی واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑا نہ جاتا ہو۔ مرشد میں تقوی ہونا شرط اس لئے ہے کہ بیعت سے تصفیۂ قلب مقصود ہے پیر و مرشد میں تقوی ہوگا تو مریدین بھی پیر و مرشد کی پیروی سے متقی ہوں گے فقط باتیں کرنیوالا ہو اعمال خیر سے خالی ہو تو ایسے پیر کی بیعت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ زاہد و تارک دنیا ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ عورت و بچہ والا نہ ہو بلکہ اس کے دل میں دنیا سے نفرت ہو آخرت کی رغبت ہو طاعات مؤکدہ اور اذکار جو صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں ان پر ہمیشگی کرنے والا ہو اللہ تعالی کیساتھ ہمیشہ اس کے دل کا تعلق ہو اور یاد داشت کی کامل مشق اس کو حاصل ہو۔ یادداشت کا آیندہ ذکر کیا جاوے گا۔ چوتھی شرط مرشد کی یہ ہے کہ نیک کاموں کا حکم کرنے والا بُرے کاموں سے منع کرنیوالا مستقل راے والا ہو۔ ہر جائی و خیالی شخص نہ ہو جسکی کوئی راے قائم نہیں۔ پانچویں شرط مرشد یہ ہے کہ مدت تک مشائخ و پیران طریقت کا صحبت و ادب یافتہ ہو اور نور باطن سکینہ پیران طریق سے حاصل کیا ہو صحبت کی شرط اس لئے ہے کہ خدا کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ آدمی فلاح یاب نہیں ہوتا جبتک فلاح یافتہ کو نہ دیکھے جیسا کہ علم حاصل نہیں ہوتا مگر علما کی صحبت سے ہی حاصل ہوگا اسی طرح ہر ہنر و

الاسلام الخذو وھی رضی اللہ عنہ یقول لایجوز لاحد من العلماء الانکار علی الصوفیۃ الا ان سلک طریقھم و رای افعالھم و اقوالھم مخالفۃ للکتاب و السنۃ و اما بالاشاعۃ عنھم فلا یجوز الانکار علیھم و لا سبیل و اطال فی ذلک ثم قال و بالجملۃ فاقل ما یجب علی المنکر ان یعرف سبعین امرا ثم بعد ذلک یسوغ لہ الانکار ۔

علمائے ظواہر کو صوفیہ پر انکار کرنا درست و جائز نہیں ہے مگر انکے طریقہ پر چلے اور اُن کے افعال و اقوال کو قرآن اور حدیث کے مخالف دیکھے اور لیکن سنے کسی امر کی محض اشاعت کی وجہ سے انپر انکار کرنا اور انکو برا کہنا جائز نہیں ہے اسمیں طویل بحث کی ہے پھر کم از کم منکر صوفیہ پر جو ضروری ہے کہ جانا جائے پھر اسکے بعد ستر امور میں سے

کچھ امور بیان کئے ہیں۔ اوّل مختلف الطبقات پیغمبروں کے معجزات اور مختلف مراتب اولیاء کی کرامات کی معرفت میں خواص ہو۔ اور ان معجزات انبیاء و کرامات اولیا پر ایسا ایمان ہو۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ اولیا بجز چند مستثنیٰ معجزات کے باقی

تمام معجزات میں انبیاء کے وارث ہوتے ہیں یعنی اولیاء سے بھی کرامات از قسم معجزات انبیاء صادر ہوتے ہیں۔ دوم یہ کہ سلف وخلف کے کتب تفسیر قرآن پر مطلع ہوتا کہ قرآن وحدیث کے اسرار وائمہ مجتہدین کے اختلافات اور تفسیر وتاویل کو اسکے شرائط کیساتھ بھانے ازلت جواز واستعارہ میں غایت درجہ کے تبحر کو پہنچا ہوا ہو۔ سوم آیات واحادیث صفات میں سلف وخلف کے اقوال سے زیادہ واقف ہو اور کسی ظاہر قول کو سند کرتا ہے اور کسی تاویل کی ہے اور کسی دلیل دوسرے سے زیادہ راجح ہے جانتا ہو۔ اور علم اصول و اختلافات آئمہ متکلمین کی معرفت میں متبحر ہو۔ چہارم صوفیہ کے اصطلاحات کو پہچانتا سب سے زیادہ ضروری واہم بات ہے کہ تجلی ذاتی وصوری سے صوفیہ کی کیا مراد ہے اور ذات وذات الذات کیا ہے اور حضرات اسماء وصفات کی معرفت اور حضرات کے درمیان فرق اور احدیت واحدیت میں فرق اور سر ظہور بطون وازل وابد وعالم غیب وکون وشہادت وشئون کی معرفت اور ماہیت وہویت وسکر وصحت کا علم اور سکر میں صادق کون ہے تاکہ اس سے مصاحبت کیجائے اور کاذب کون ہے تاکہ اس سے مواخذہ کیا جائے وغیر ذالک امور کو پہچاننا ضروری ہے جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھیگا تو انکے کلام کو کسطرح حل کریگا یا انکی مراد کے خلاف کسطرح انکار کریگا انتہی صوفیہ کے معارف حقائق ماسوا رد لطائف ودقائق کا بغیر ارشاد مرشد کے سمجھنا عوام تو کجا خواص علمائے متبحرین کو بھی دشوار ہے ہر علم کیلئے استاد کیضرورت ہے علم ظاہر بلکہ علم حجامت بھی بغیر استاد کے نہیں آتا تو ہر علم حقائق بغیر پیر ومرشد کامل کے کسطرح محض گفت وشنود یا مطالعہ کتب سے حاصل ہو سکیگا فضل الوہاب

ہر فن کا حاصل ہونا اس فن کے استاد کی صحبت پر موقوف ہے۔ اور پیر مرشد کے لئے ظہور کرامات و خرق عادات وترک کسب شرط نہیں کیونکہ ظہور کرامات صحت دریافت کا ثمرہ ہے اور کسب وروزگار کو ترک کرنا شرع کے مخالف ہے بعض درویش مغلوب الحال سے ترک کسب سے دلیل مستے منقول یہ ہے کہ تھوڑے پر قناعت اور شبہ کی کمائی وکسب سے پرہیز کرنا ضروری ہے

فائدہ مرشد کے لئے تفسیر مدارک جلالین وتفسیر وسیط وجیز واحدی ومعرفت ناسخ ومنسوخ وعلم حدیث میں مشکات المصابیح ومشارق وعلم لغات وشان نزول وغیرہ کی شرط نہیں صحت وتعلیم احکام عقاید شرعیہ کے لئے ہے صحیح العقائد صوفی کے لئے علوم عربیہ کی تحصیل شرط نہیں ہے بلکہ اُن کی ریاضت وتقوی کی وجہ سے علوم کشفیہ اس قدر حاصل ہوتے ہیں کہ علما اُن صوفیوں سے مسائل دریافت کرتے ہیں جیسا کہ حضرت امام احمد ابن حنبل ابو حمزہ بغدادی صوفی سے مسائل دریافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ما تقول یا صوفی رسالہ تشیریہ۔ اور الکواکب الزاہرۃ صہ ۹ میں قال الشیخ کمال الدین الدمیری ورایت فی بعض الجامع ان الامام الشافعی کان یجلس الی شیبان الراعی ویسالہ عن مسائل فقیل لہ مثلک یسئل ھذا البدوی فیقول لھم ھذا اوفق لما علمناہ کان شیبان رضی اللہ عنہ امیا فاذا کان ھذا محل الامی منھم من العلم فکذا فما الظن بائمتھم شیخ کمال الدین دمیری نے کہا کہ میں نے بعض جوامع میں امام شافعی کو شیبان راعی کے پاس بیٹھکر اس سے مسائل دریافت کرتے ہوے دیکھا شافعی سے کسی نے کہا کہ آپ جیسے مجتہد امام اس بدوی سے مسائل دریافت کرتے ہو شافعی اُن کو جواب دیتے تھے کہ شیبان کو ہمارے علوم پر توفیق دی گئی ہے یعنے وہ واقف علوم ہے حالانکہ شیبان رضی اللہ عنہ امی تھے جبکہ صوفیوں کے امی کا یہ حال ہو تو ائمہ صوفیہ کا کیا حال ہوگا۔ شرط مرد میں بیعت کرنے والے یعنے مرید کا بالغ عاقل اور عبادات میں راغب ہونا شرط ہے حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لڑکا پیش کیا گیا تاکہ آپ سے بیعت کرے تو آنحضرت علیہ السلام نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی اور اس سے بیعت نہ لی بیعت کے لئے بالغ وعاقل ہونا اس لئے شرط ہے کہ نابالغ ومجنون خود ایمان کا مکلف نہیں تو تقوی واجتہاد فی الطاعات کا معاہدہ کس طرح ممکن ہے فنابالغ بچہ کا مرید ہونا بھی بعض مشائخ نے جائز رکھا ہے جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ

میں ہے" مولنا دہلوی در انتباہ از شیخ تاج الدین سنبلی خلیفۂ خواجہ محمد باقی حکایت میکند قال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سرہ الشجر تعلق تبت بنفسہا لا ثمر لہا و ان کان لہا ثمر یکون بغیر لذۃ و سنۃ اللہ تعالیٰ جاریۃ علی انہ لا بد من السبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لا یحصل بغیر الوالد والوالدۃ کذلک التوالد المعنوی حصولہ بغیر المرشد متعذر و قال فی الرسالۃ المکیۃ من لا شیخ لہ فالشیطان شیخہ انتہی ابو علی دقاق قدس سرہ فرمایا کہ درخت خود رو ہوتا ہے بے ثمر ہوتا ہے اگر اسکو ثمر ہوا بھی تو بے لذت ہوتا ہے سنت الٰہی اسطرح جاری ہے کہ جسکا ہونا ضروری ہے جسطرح ماں باپ کے ظاہری توالد و تناسل نہیں ہوتا توالد معنوی بھی بغیر پیر و مرشد کے متعذر ہے اور رسالہ مکیہ میں ہے کہ جسکو پیر نہیں اسکا پیر شیطان ہے مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ؎ ہیچ چیز خود بخود چیزے نشد ہیچ آہن خود بخود تیغے نشد ؎ مولوی ہر گز نشد مولائے روم تا غلام شمس تبریز نشد ؎ اسی وجہ صوفیہ نے بیعت شیخ کو فرض کہا ہے پس جبکہ پیر و مرشد کی ضرورت ثابت ہوئی تو طالب حق کو لازم ہے کہ پیر و مرشد و کامل کو تلاش کرکے ایمان حقیقی یا توحید تحقیقی کی نعمت و دولت عرفان الٰہی حاصل کرے۔ پیر و مرشد کامل وہی ہے

القول الجمیل میں فرمایا ہے کہ ومن المشائخ من یجوز بیعۃ الصغار تبرکا و تفاولا بعض مشائخ نے لڑکوں کے مرید ہونے کو تبرکا اور نیک فالی کی بنا پر جائز رکھا ہے اور یہ جائز رکھنا بھی حدیث کی مطابق ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اپنے سات آٹھ سالہ لڑکے کو بیعت کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے طرف متوجہ دیکھکر تبسم فرمایا پھر ان سے بیعت لی نابالغ لڑکوں کا مرید ہونا صرف تبرکاً و تیمناً جائز ہے لیکن بعد بلوغ پھر بیعت شیخ کامل سے سلوک حقیقی کی تکمیل کرے کیونکہ لڑکپن کی بیعت تو صرف برائے برکت تھی اسی لئے لوگ تبرکاً رسمی مرید ہوتے ہیں اس سے ان کو پیران طریقت کے سلسلہ میں داخل ہونے کی برکت تو ضرور حاصل ہوتی ہے لیکن بیعت کا اصل مقصود حاصل کرنے کے لئے مرشد کامل سے علوم و حقائق و دقائق کی تعلیم حاصل کرنا ضرور ہے تاکہ مقصود آفرینش حاصل ہو فصل وفا بالبیعۃ پیر و مرشد کے ہاتھ پر جن امور کے کرنے اور نکرنے کے متعلق معاہدہ و بیعت کی گئی ہو اسکی پوری تعمیل و بجا آوری کو وفاء بیعت اور اس کی خلاف ورزی کو بیعت شکنی کہتے ہیں فرمائے قیامت میں اس پر مواخذہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ اور عہد کو پورا کرنے والے کو اجر عظیم ملے گا ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما حکم تکرار بیعت ایک پیر و مرشد سے بار بار بیعت کرنے کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور حضرات صوفیہ صافیہ قدست اسرارہم سے بھی مروی ہے لیکن پہلے ایک پیر و مرشد سے مرید ہو کر اس کو ترک کرکے پھر دوسرے پیر و مرشد کے پاس مرید ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ کھیل و لہو و لعب کے مشابہ ہے لیکن چند صورتیں جائز ہے اول یہ کہ پیر و مرشد سابق عقائد و اعمال میں دینی فساد و خلل پیدا ہو گیا ہو۔ دوم یہ کہ پیر و مرشد کو عقائد و حقائق و دقائق سلوک و طریقت کا علم نہ ہو جس سے مرید و طالب کی تشفی بخش تعلیم و تفہیم کرسکے سوم یہ کہ پیر و مرشد علم و عمل و سلوک طریقت میں حسب شرائط کامل و مکمل تو ہے لیکن مرید و مرشد میں اس قدر دور و دراز مسافت ہو کہ فیض صحبت و تعلیم پیر و مرشد سے مستفیض و مستفید ہونا دشوار ہو چہارم مرشد اول فوت شدہ ہو ان چند صورتوں میں کسی دوسرے کامل و مکمل پیر و مرشد حقانی عالم ربانی سے مکرر بیعت و مرید و طالب ہونا جائز ہے بغیر ان صورتوں کے بلا عذر دو ہ

جسکے عقائد و اعمال قرآن و حدیث و ائمہ دین و اکابر اولیاء اللہ کے طریقہ حقہ کے مطابق ہوں۔ زن و فرزند و اہل و عیال و مال و منال اگرچہ کبھی وہ سب سے فارغ و مستغنی رہے ہمیشہ متوجہ الی اللہ رہے دست بکار دل بیار کا مصداق ہو یہ حقیقت حقیقی اصطلاحی

وغیرہ حقیقی اصطلاحی ذات وصفات اسمائے الٰہیہ واسمائے گیارہ سلسلہ حقیقی وصل وفصل ووصل بلا فصل وصل مع الفصل وحدت الوجود واحاطۂ ذاتی وعلمی سے واقف ہو۔ تنزلات وتجلیات وجملہ عقائد وحقائق ودقائق ومعارف واسرار واشارات ولطائف و

اصطلاحات صوفیہ کو اچھی طرح سمجھا ہو کیونکہ شرک وکفر والحاد وحلول واتحاد سے اسکی توحید وتفہیم پاک ہو۔ صوفیہ کے مسائل وارشادات کو شریعت کے موافق سمجھا سکے۔ پاک عقیدہ و پاک عمل ہو۔ کرامات خوارق عادات وتصرفات اس سے صادر ہونا ضروری نہیں کیونکہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ کرامت سے استقامت فائق ہے بہت سے اولیاء ایسے ہوئے ہیں کہ جنسے ایک کرامت وخرق عادت بھی صادر نہوئی۔ سب سے زیادہ کشف وکرامت استقامت ہے پس ایسے پیر کامل سے قال صحیح و ارشاد حقیقی حاصل کرکے موافق ارشاد عامل رہے تو فضل مولیٰ اسکے حال پر شامل اور عرفان مولیٰ بدرجۂ کامل حاصل ہوگا۔ جو سرمایۂ سعادت سرمدی وموجب نجات ودرفع درجات ابدی ہے۔ خدائے پاک سب برادران مسلمین کو اس کیمیائے سعادت ابدی و اکسیر ہدایت صوری ومعنوی سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

معقول کسی دنیوی غرض ومصلحت سے مرشد سابق کی بیعت شکنی کرکے دوسرے مرشد سے مرید ہونا محض لہو ولعب ودنیوی تقاضائے حاجت ہے یہ دینی بیعت نہیں ہے پیری مرشدی کے شرائط جن کا ذکر ہو چکا کسی میں موجود نہو تو بعض صرف شہرت کی بنا پر بلا تحقیق بصیرت یا چال کی طرح اسمی ورسمی مرید ہونا لغو وباطل ہے اسی طرح دنیا حاصل کرنے شہرت وعزت پیدا کرنے کی غرض سے پیری ومرشدی کا پیشہ اختیار کرنا اور مریدوں کی تعلیم تربیت نکرنا ایں ہمہ شکل برائے اکل ہے ایسے پیر ومرشد کو آخرت میں مرید کے بہ نسبت زیادہ عذاب ہوگا فی زماننا اسی رسمی باطل پیری ومریدی کی کثرت ہے حقیقی پیری ومریدی شاذ ونادر الوجود ہے جو کچھ اسلام میں پیری ومریدی کی فضیلت ہے وہ حقیقی پیری ومریدی کی ہے باطل پیری ومریدی بیشک ناجائز ہے فصل بیعت لینے اور مرید کرنے کا طریقہ وقت بیعت پیر مرشد تعوذ وتسمیہ کے بعد خطبۂ پڑھے۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون وقال یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون وقال اللہ تعالیٰ فی شان حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما اس کے بعد مرید کے ہاتھ پر ہاتھ بطور مصافحہ رکھے اور کہے کہ کہو اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اٰمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ اٰمنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت والسوال فی القبر والحشر والنشر والجنۃ والنار والمیزان والاعمال والمرور علی الصراط والشفاعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورویۃ اللہ تعالیٰ فی الجنۃ وکل ما اخبر بہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع الانبیاء والمرسلین اٰمنا بہ وصدقنا

کتبہ الفقیر الی اللہ الغنی خادم آل الرسول المدنی ابو الخیر ابو الفضل محمد محمد مرتضی القادری النظامی المشہور بہ خواجہ پیر حسینی الکریمی

پھر اسکے مبدء مرید سے کہے بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم او اسطہ خلفائہ
قبلت الطریقۃ النقشبندیۃ (یہ کو) اگر طریقہ چشتیہ نظامیہ یا صابریہ یا نقشبندیہ یا جس طریقہ میں بیعت مقصود ہو اس طریقہ کا نام لیوے پھر مراد
طریقت کے نام پر فاتحہ پڑھکر دودھ تھوڑا سا پیر و مرشد خود پینے کے بعد بطور تبرک مرید کو پلائے فائدہ واضح ہو کہ تبرک دودھ پر منحصر
نہیں پانی بھی کافی ہے لیکن دودھ علم و عرفان کی مثالی صورت ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف باب مناقب عمر فصل اول میں ابن
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ درمیان اسکے کہ
میں سو رہا تھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا تو میں اسقدر پیا کہ سیرشکمی سے ناخنوں سے نکلتی تھی پھر میرا فضل (بچا ہوا) عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دودھ سے آپکی مراد کیا ہے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ دودھ سے
مراد علم ہے اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ پس جبکہ دودھ علم و عرفان کی مثالی صورت ہے اور آنحضرت علیہ السلام نے دودھ کا
پیالہ نوش فرما کر اپنا فضلہ بچا ہوا دودھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے تو سالکین مشائخ و پیران طریقت باتباع آنحضرتؐ
دودھ کا پیالہ خود پی کر بچا ہوا دودھ مرید و جویندہ اللہ و طالب علم لدنی و عرفان الٰہی کو پلاتے ہیں جو عمدہ طریقہ ہے۔ **باب دوم**

اذکار و اشغال پیران طریقت میں فضل اول اذکار و اشغال طریقہ قادریہ میں اوّل اشغل

طریقہ قادریہ میں۔ اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر سب سے پہلی ایک ضربی ہے اسطور پر کہ لفظ مبارک اللہ کو سختی و درازی و بلندی سے
دل اور طبق سر دونوں کیساتھ کھینچے پھر چھوڑے یہانتک کہ ذاکر کی سانس اپنے ٹھکانے پر آجائے پھر اسیطرح بار بار
ذکر کرے۔ دوم ذکر اسم ذات دو ضربی اسکا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی نشست پر بیٹھے اور اسم ذات کو ایکبار داہنے زانو میں اور
دوسری بار بائیں ضرب کرے بغیر تکلف کے قوت قلبی و سختی کے ساتھ بار بار ذکر کرے تاکہ دل پر اثر ہو پراگندہ دلی رفع ہو اور
جمعیت خاطر و حضور قلب ہو۔ سوم ذکر اسم ذات تین ضربی۔ اسکا طریقہ ہے کہ چار زانو بیٹھے ایک بار داہنے زانو میں دوسری
بار بائیں زانو میں تیسری بار دل میں ضرب کرے جانے کہ یہ ضرب سخت تر و بلند تر ہو۔ **چہارم** ذکر اسم ذات چہار ضربی۔
اسکا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے ایک بار داہنے زانو میں دوسری بار بائیں زانو میں تیسری بار دل میں چوتھی بار اپنے سامنے ضرب
کرے اور چاہئے کہ چوتھی ضرب سخت تر و بلند تر ہو۔ **کلمہ توحید** یعنی ذکر نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ بطور نماز
روبقبلہ بیٹھے اور اپنی آنکھیں بند کرے اور لا کہے گویا اسکو اپنی ناف سے نکالتا ہے پھر اس لا کو کھینچے یہانتک کہ داہنے شانہ کے داہنے سوندھے
تک پہنچے پھر الٰہ کہے گویا اسکو دماغ کی چھت سے نکالتا ہے پھر الا اللہ کو دل پر شدت و قوت سے ضرب کرے۔ یاد رکھو ذاکر
کے تین قسم ہیں مبتدی۔ متوسط۔ منتہی۔ مبتدی کو ناف سے لا نکالنے کے وقت یہ تصور کرنا ضرور ہے کہ حق کے سوائے کوئی معبود و محبوب
نہیں غیر حق کی محبت میرے باطن سے نکلتا ہوں جب داہنے شانہ پر پہنچکر الٰہ کہے تو یہ تصور کرے کہ غیر حق کو پس پشت
ڈالدیا جب الا اللہ کی دل پر ضرب کرے تو یہ تصور کرے کہ ایک اللہ ہی میرا معبود و محبوب ہے۔ اسکو بیچ اپنے دل میں رکھا اسیطرح
متوسط ذاکر غیر حق سے مقصودیت کی نفی تو ہو حق کی مقصودیت کا تصور کرے اور منتہی غیر حق سے وجود کی نفی اور الا اللہ سے فقط
اللہ ہی اللہ موجود ہونیکا تصور کرے۔ یہ سب ذکر جلی وجہری کا بیان تھا جس سے دلمیں شوق کا ابھرنا۔ اور خدا کے نام سے
دل کو تسکین و اطمینان پیدا ہونا اور نفسانی خطرات و وساوس کا دور ہونا مقصود ہے اسکے بعد ذکر خفی اذکار دوازدہ قادریہ ہے
اسکا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر اپنی دونوں آنکھوں اور دونوں نتھنوں کو بند کرکے دلکی زبان سے اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم

کہو گویا الف اپنی ناف سے نکالتا ہے اپنے سینہ تک اور اپنے سینے سے اپنے دماغ تک اور اپنے دماغ سے عرش تک نکالتا ہے پھر لوں کہے اللہ عَلِیْم اللہ بَصِیْر اللہ سَمِیْع اترتا ہوا انھیں مذکور منزلوں پر جیسا پہلے اپنر چڑھا تھا درجہ بدرجہ یعنی جب دلسے اللہ سَمِیْع کہے تو تصور کرے کہ میں نافسے سینہ تک چڑھا ہوں پھر جب اللہ بَصِیْر دلسے کہے تو تصور کرے کہ اب میں سینہ سے دماغ تک پہنچا پھر جب اللہ عَلِیْم دلسے کہے تو تصور کرے کہ میں اب دماغ سے عرش تک پہنچا پھر اسی تصور سے نزول کرے یعنی اللہ عَلِیْم کہنے کا تو تصور کرے کہ عرش سے دماغ پر اترا اللہ بَصِیْر کہنے کے وقت تصور کرے کہ دماغ سے سینہ پر اترآیا ہوں پھر اللہ سَمِیْع دلسے کہے تو تصور کرے کہ سینہ سے ناف پر اترآیا ہوں یہ عروج و نزول ہر دو ملکر ایک دورہ ہوا اسیطرح ہر بار کرتا رہے بعض مشائخ قادریہ نے اللہ بَصِیْر کے بعد اللہ قدیر زیادہ کیا ہے اگر کسی کو یہ زیادتی مقصود ہو تو تیسری بار آسمان پر پہنچے جو تہی بار عرش پر پہنچنے کا تصور کرے۔ **طریقہ ذکر پاس انفاس** یہ ہے کہ ذاکر اپنے دم اور سانس کی حفاظت و نگہداشت کرے کہ جب دم باہر نکلے تو خود بخود بدوں اپنے ارادہ و قصد کے تو اسکے باہر ہونیکے ساتھ ہی دلکی زبان سے لَآ اِلٰہَ کہے اور یہ تصور کرے کہ غیر اللہ کو دل سے باہر کر دیا پھر جب دم و سانس اندر جانے خود بخود تو اسکے ساتھ ہی دلکی زبان سے اِلَّا اللّٰہُ کہو اور یہ تصور کرے کہ اللہ کی یاد کو دل میں داخل کر دیا غیر سے خطرے وسوسے دفع کرنیمیں یہ پاس انفاس کا بڑا اثر ہے ؎ اگر تو پاس داری پاس انفاس ✤ بُلطافی رسانندت ازیں پاس ✤ ؎ تا بجاروب لا نروبی راہ ✤ نرسی در مقام اِلَّا اللّٰہ ؎ در ذات مقدست کسے بار نیست ✤ واز عین جمال یکیس را کار نیست ✤ سرمایہ سروراں کہ راہش طلبند ✤ جز گفتن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نیست ✤ پھر جب ذکر خفی کا اثر یعنی شوق و جذب الٰہی پیدا ہوا اور خدا کے ذکر و طاعت میں لذت و حلاوت حاصل ہو تو مراقبہ کی تعلیم کرے یہ ان طریقت کے پاس مراقبہ کے بہت قسام ہیں سب کا جامع طریقہ یہ ہے کہ ایک آیت قرآنی یا کوئی کلمہ زبان سے کہکر اسکے مفہوم و معنی میں اسطرح غرق ہو جانا کہ اسکے سوائے کسی چیز پر خیال نہ رہے اسکو مراقبہ کہتے ہیں اسی اصل پر وہ حدیث ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ **مراقبہ حضور و معیت حقتعالیٰ** یہ ہے کہ اللہ حَاضِرِیْ (اللہ میرے پاس ہے) اللہ نَاظِرِیْ (اللہ مجھے دیکھتا ہے) اللہ مَعِیْ (اللہ میرے ساتھ ہے) ان تین جملوں کو زبان سے کہے یا بغیر تلفظ کے دل میں معنی کا خیال کرے اور اللہ کے حاضر و ناظر اور ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کو اپنے ساتھ ساتھ رہنے کا ایسا تصور کرے کہ اسمیں ڈوب جاوے۔ **مراقبہ معیت** وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ کا تصور کرے کہ جہاں کہیں تم ہو تمہارے ساتھ خدا ہے۔ کھڑے بیٹھے لیٹے تنہائی میں مجلس عام میں مشغولی کاروبیکاری میں معیت حق کے دھیان میں ڈوب جائے۔ اقسام مراقبہ قرآنیہ۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یا الم یعلم بان اللہ یری ۔ یا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ یا وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ یا ان معی ربی سیھدین۔ یا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ۔ ان آیتوں کے معانی کے تصور میں غرق ہو جائے یہ مراقبات خدا سے دلی تعلق پیدا کرنیمیں موثر ہیں۔ **مراقبہ فنا** کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یا اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلَاقِیْکُمْ۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ کے معنوں پر خیال جمائے اور یہ تصور کرے کہ میں مر گیا اور میری راکھ ہو گیا کہ ہوا میں اڑ جاتی ہے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہر چیز کی شکل و ترکیب مٹ گئی فقط ایک اللہ ہی اللہ باقی وہ موجود ہے یہ مراقبہ خود بخود میت کرنیکے لئے مفید ہے۔ **مراقبہ توحید افعالی** یہ ہے کہ ہر فعل کا فاعل یک خدا کو سمجھے۔ غیر اللہ سے خوف و امید باقی نہ رہے ؎ دریں نوع از شرک پوشیدہ ست ✤ کہ زید مہ بیازد و عمر بخشد

حل مشکلات کا طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد داہنی طرف **یا حَیُّ** ۔ اور بائیں طرف **یا وَھَّابُ** کی ضرب لگائیں ۔ دفع بلیات کیلئے **اَللّٰہُ** کی ضرب دلیں لگائے اور **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** :۔ کی ضرب نفی واثبات میں جیسی مذکور ہوئی ویسی لگائیں اور **اَلْحَیُّ** کی ضرب داہنی طرف اور **اَلْقَیُّوْمُ** کی ضرب بائیں طرف لگائیں اور بلیات کی نفی وسلامت وعافیت کے اثبات کا تصور کرے شفائی مریض ودفع گرسنگی و کشائش رزق وغلبۂ دشمن کیلئے موافق مطلب مثلاً شفائے مرض کیلئے یا شافی بھوک دفع کرنیکیلئے **یَا صَمَدُ** کشائش رزق کے لئے **یَا رَزَّاقُ یَا بَاسِطُ الرِّزْقِ** اور دفع دشمن کیلئے **یَا قَاھِرُ** و **یَا مُذِلُّ** وغیرہ اسمائے حسنیٰ کو دو ضرب اتین چار ضرب کیساتھ ذکر کرے ۔ **فصل دوم اشغال چشتیہ میں** ۔ ذکر نفی واثبات **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** و ذکر پاس انفاس و مراقبہ چشتیہ مثل طریقہ قادریہ ہے و ذکر پاس انفاس بھی مثل قادریہ کرے اور شغل سہ یا یعنی وحدۃ چشتیہ بھی مثل وحدۃ قادریہ کے ہے جو حبس دم کیساتھ **اَللّٰہُ سَمِیْعٌ** وغیرہ کا عروج ونزول مشہور ہے **شغل اخر و شغل سہ گانہ** جسکی مداومت سے مشائخ متاخرین کو فائدہ عظیمہ حاصل ہوا ۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ہر دو کان میں انگلیاں رکھکر حضور قلب کے ساتھ خیال وحواس کو جمع رکھکر خیال کرے کہ دماغ میں پانی گرنے کی جیسی آواز خود بخود آتی ہے اس آواز کو توجہ سے سنے ایک لحظہ بھی غافل نہ ہو ۔ اسقدر مشق کرے کہ کانوں کو بند کئے بغیر بھی آواز سنائی دیتی رہے آس پاس جو شور وغل ہو یا نقارے ڈھول کی آواز بھی اس آواز پر غالب نہ آئے اللہ ہی اللہ اس سے مفہوم و مسموع ہونے لگے ۔ اس صورت سہ گانہ کا ایسا محو و مستغرق ہو کہ اپنے وجود و ہوہم کو فنا کردے بزرگوں نے لکھا کہ بعد دو آواز ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طریقہ پر جاری ہے عالم پیدا ہونے سے پہلے بھی ایسی ہی تھی اور ابد الآباد تک ایسی ہی رہے گی ۔ بجز اہل دل اس سے کوئی واقف نہیں ۔ دوسرے اشغال سے یہ شغل بہتر ہے کیونکہ بغیر ارادہ شاغل کے بھی منقطع نہیں ہوتا آخر الامر اس سے سلطان الاذکار جاری ہو جاتا ہے ۔ **شغل بست و یک ضربی** ۔ انسان کے ہاتھ کی دس انگلیاں اور پاؤں کی دس انگلیاں ہیں ۔ ان بیس کو اور اکیسویں زبان کو ایسا تصور کرے کہ اسم ذات (اللہ) کے ذکر میں مشغول و ذاکر ہیں اس تصور کو مضبوط کرے اس خیال میں محو ہو جائے اس شغل سے تن بدن میں حرارت پیدا ہوتی ہے ذوق و شوق محبت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے ۔ **مراقبہ اسم ذات** ۔ طالب صادق خلوت میں بیٹھ تصور کرے کہ میرے دل میں سونے کے پانی سے اسم ذات اللہ لکھا ہوا ہے میں اسکو دیکھ کر پڑھتا ہوں اور میرا دل بھی اللہ اللہ کرتا ہے میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں اس تصور میں ایسا غرق ہو کہ بیخودی پیدا ہو جائے **مراقبہ وحدت الوجود ہمہ اوست** شغل مطلق جسکو دیکھ یہی سمجھے کہ اس صورت سے حق جلوہ گر ہے ہر عالم بود و نبود وہمی اعتباری ہے بجز ایک ہستی حقیقی کے دوسرا کوئی نہیں ۔ چلتے پھرتے بیٹھے لیٹے اوضو یا بے وضو یہی شغل مطلق میں مشغول و مصروف رہے خود کی نفی خدا کے اثبات سے فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو جائے ۔ **صَلَاۃُ الْکَمَّلِیْنَ** مشائخ صوفیہ نے فرمایا ہے کہ جسکو سخت حاجت و ضرورت پیش آئے تو پہلی رات و چوتھی شب اور جمعہ کی راتوں میں دو رکعت نماز نفل پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سو بار اور سورہ اخلاص ایک بار پڑھے اور بعد نماز کے اسی آسن کمنڈہ و شوار بیٹھ اسے روشن بلند تار یکھا سو بار کہے اور استغفار سو بار کرے اور سو بار درود پڑھے اور حضور قلب سے اللہ تعالیٰ کے پاس حاجت طلب کرے تیسری رات میں بھی اسیطرح عمل کرکے برہنہ سر ہو کر آستین گلے میں ڈالے اور آہ و زار کیساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے اسیطرح پچاس بار دعا کرے تو بالضرور اسکی دعا قبول ہوگی ۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ** مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے القول الجمیل میں مشائخ چشتیہ کے اشغال میں قبروں سے فیض حاصل کرنے اور کشف قبور کا حال بیان کیا ہے کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو سورہ **اِنَّا فَتَحْنَا** دو رکعت میں پڑھے پھر میت کیطرف متوجہ ہو کر کعبہ معظمہ کیطرف پشت کرکے بیٹھے اور سورہ تبارک

پڑھے اور تکبیر و تہلیل پڑھکر سورہ فاتحہ گیارہ بار پڑھے پھر میت سے قریب ہوکر یا رب یا رب اکیس بار کہے۔ پھر یا روح الروح کی ضرب آسمان میں اور یا روح الروح کی دس ضرب کرے یہانتک کے کشایش ہو جائے۔ پھر صاحب قبر سے اپنے پیر فیض پہنچنے کا منتظر رہے۔ **فصل سوم مشائخ نقشبندیہ کے اشغال** انکے نزدیک خدا تک پہنچنے کی تین راہیں ہیں۔ اول ذکر متقدمین نقشبندیہ سے ذکر نفی و اثبات منقول ہے اسطرح پر کہ بیرونی لشویشات شور و شغب و اندرونی پریشانی ہجوم غصہ و سیر شکمی سے خالی ہوکر جمعیت خاطر و حضور قلب کیا تھ موت کو یاد کرے اور اسکا تصور پیش نظر رکھکر اپنے گناہون کو یاد کرکے شرمندہ و پشیمان ہوکر خدا سے گناہونکی مغفرت طلب کرے اور اپنے ہر دو لب و آنکھ کو بند کرے اور دم گھاپنے پیٹ میں روک کر دسے کہے لا اسکو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے اور وہانتک کھینچے کر اپنے مونڈھے تک پہنچے پھر مونڈھے کو سر کیطرف جو کاندے اور ہلاوے اور کہے الٰہ پھر اپنے دلیں سمت سے الا اللہ کی ضرب لگاوے۔ واضح ہو کہ کلمہ توحید کی سر ضربی ذکر طریقہ قادریہ چشتیہ و نقشبندیہ میں مشترک ہے۔ حضرت شاہ اہل اللہ صاحب برادر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے چار باب میں فرمایا ہے کہ ابتدائے سلوک میں اسم ذات (اللہ) ہر بند بارہ ہزار بار اور نفی اثبات ہر ایک ایک ہزار بار پر مواظبت کرے عجیب و غریب آثار ظاہر ہوتے ہیں دم روکنے کی آہستہ آہستہ مشق کرے تا آنکہ ذاکر پر بار نہ ہو اور خشکی کی بیماری پیدا نہ ہو دم کو افراط سے نہ روکے یعنی حبس نفس جو طریقہ جوگیہ ہے بکسر بعض کم نہی سے حبس نفس و حصر نفس میں فرق کرکے نقشبندیہ کے حبس نفس کو جوگیہ کے طریقہ حصر نفس میں داخل کیا ہے مولنا شاہ ولی اللہ نے انکار کیا ہے ۔ حاشا کا کار بردہ جوگیہ روند ۔ اثبات: مقالات رہا میں بگفتند ۔ حبس نفس دھ نفس دارد فرق ۔ حبس نفس است انچہ نشانش بدہند ۔ دم کو روک کر کلمہ توحید کو ایک دم میں ایک بار کہے پھر ایک دم میں تین بار کہے اسیطرح درجہ بدرجہ چند روز کی مشق میں اکیس بار تک پہنچے۔ طاق عدد کی رعایت رکھے یعنی اول ایک بار پھر تین بار پھر پانچ بار پھر سات بار اسیطرح طاق عدد کی رعایت سے بڑھائے اسکی رعایت میں عجیب خاصیت ہے اور لا سے معبودیت یا حقصودیت یا موجودیت کی غیر اللہ سے نفی کا تصور کرے اور الا اللہ کہنے ان امور کا خدا کیلئے اثبات کرے دوسرا ذکر اثبات مجرد اسکا طریقہ یہ ہے کہ لب بند کرکے دم کو روک کر اللہ کو شدت و سختی کیساتھ ناف سے نکالے اور دماغ کی چھت تک پہنچائے اور تھوڑا تھوڑا زیادہ کرتا جائے یہانتک کہ بعض نقشبندی ایک دم میں ایکہزار اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں۔ مولنا ولی اللہ دہلوی نے فرمایا کہ اثبات مجرد کا ذکر متقدمین نقشبندیہ کے وقت نہ تھا خواجہ محمد باقی باللہ کے قریب العصر ایجاد کیا ہے دوسری راہ خدا تک پہنچنے کی مراقبہ ہے اسطرح پر کہ حضور قلب و موش و حواس بجمعیت کرکے ہوئے معنی ذیل کیطرف متوجہ ہو جسکو سر تخص اللہ بولتے کے وقت تصور کرتا ہے اور غیر اللہ کیطرف التفات نہ کرکے یہ دعا ہمیشہ دلسے کرتا رہے کہ یا اللہ تو ہی میرا مقصود ہے تیرے غیر سے بیزار ہوکر تیریطرف آیا ہوں تیسری راہ خدا تک پہنچنے کی مرشد کیساتھ رابطۂ قلبی و محبت و عقیدت ہے اسکی شرطیہ ہے کہ مرشد قوی التوجہ و یاد داشت کی مشق والی رکھتا ہو۔ سب سلسلہ شدے توسب کو چھوڑکر اسکی محبت و عقیدت دلیں رکھے اور مرشد کیطرف سے فیض آنیکا منتظر رہے آنکھ بندے یا کھلی ہر حالیں مرشد کا تصور اور اسکی صورت پر نظر کرتا رہے اگر مرشد اپنے سامنے رہے تو بطریق محبت و تعظیم اسکی صورت کو اپنے دونون آنکھون کے درمیان خیال کرتا رہے اسکی غیابی صورت وہ فائدہ نہیں جو اسکی صحبت فائدہ دیتی تھی۔ کلمات و اصطلاحات نقشبندیہ۔ **ہوش در دم** ہر دم کیساتھ ہوشیار رہے کہ وہ سانس ذاکر ہے یا غافل جس سے تدریجاً وارد حضور کی مشق حاصل ہوگی۔ **نظر بر قدم** ۔ چلنے پھرنے کے وقت اپنے قدم پر نظر رکھے اس سے نظر کو مختلف نقوش سے روکر یکسوئی و یکجہتی پیدا کرنا مقصود ہے۔ **سفر در وطن** بری عادت بشریہ ترک کرکے صفات حمیدہ ملکیہ

حاصل کرنا۔ خلوت درانجمن کھانے پینے پڑھنے وغیرہ معاملات میں بھی خدا کیطرف توجہ رہے۔ دست بکار دل بیار۔ رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله اسی مقام سے متعلق ہے۔ یاد کرنا مرشد سے سیکھ ہوئے ذکر کو ہمیشہ یاد کرتا ہے جس سے حق کی حضوری حاصل ہو۔ باز گشت تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کیساتھ باز گشت کرکے حضور قلب سے دعا کرے کہ یا اللہ تو ہی میرا مقصود حقیقی ہے تیرے واسطے میں نے دنیا و آخرت کو ترک کیا تیری محبت مجھ پر کامل کر تیرا وصال مجھ کو عطا فرما۔ فاهدا شدت دلکو نفسانی وسوسوں وخطرات سے حفاظت کرنا جس سے غیر اللہ کا خیال دلمیں نہ آوے۔ یا دوام بحضور غیر مرجعہ الفاظ و تخیلات کے ذات مقدس کا دھیان رکھنا ہے آٹھ کلمات مذکورہ حضرات خواجگان قدس سرہم سے منقول ہیں۔ اسکے بعد تین کلمات خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ وقوف زمانی ہر تیسرے دم تھوڑا تھوڑا زمانہ وقفہ کرکے غور و تامل کرنا کہ دم میں غفلت تو نہیں آئی اگر آئی ہو تو استغفار کرنا و وقوف عددی ذکر میں طاق عدد پر وقفہ کرنا۔ وقوف قلبی توجہ دلی سے واقف ہونا ذکر حقیقی دلکو مشغول رکھنا۔ فصل چہارم اشغال طریقہ مجددیہ لطائف ستہ یعنی النا نہیں جو لطیفے ہیں حقیقت میں یعنی نفس ناطقہ ایک اعتبار سے قلب ہے۔ ایک اعتبار سے روح ہے اسیطرح چھ اعتبار سے چھ لطیفے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک لطیفہ کو بدن کے بعض اعضاء سے تعلق ہے۔ لطیفۂ قلب کا تعلق بائیں چھاتی کے دو انگل نیچے ہے لطیفۂ روح داہنی چھاتی کے نیچے بمقابلۂ دل ہے۔ لطیفۂ سر کا تعلق داہنی چھاتی کے اوپر وسط سینہ کیطرف جھکتے ہوئے۔ لطیفۂ خفی بائیں چھاتی کے اوپر وسط سینہ کیطرف مائل ہے۔ لطیفۂ اخفی خفی کے اوپر ہے۔ سر و اخفی میں ہے اور نفس کا مقام دماغ کے بطن قال میں ہے۔ اعضائے مذکورہ سے ایک عضو میں بعض کیطرح حرکت تو شیخ ممدوح اس حرکت کی محافظت کا اور اس حرکت کو اسم ذات خیال کرنیکا حکم فرماتے ہیں پھر نفی و اثبات کا امر کرتے ہیں کہ آنکھ کا جمیع لطائف مذکورہ پر پھیلاتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کی ضرب دلپر لگاوے عدد یہ کے پاس ہر لطیفہ کا نور رنگ جدا ہے قلب کا نور زرد۔ روح کا نور سرخ اور سر کا نور سفید ہے۔ اور خفی کا نور سیاہ اور اخفی کا نور سبز ہے سر کا مقام قلب اور اخفی کے مابین ہے اور اخفی سب لطائف میں الطف اور احسن ہے اور روح قلب سے الطف۔ مشائخ مجددیہ کا معمول ہے کہ ہمت اور توجہ سے اسم ذات کے ذکر کو لطائف مذکورہ سے ہر لطیفہ میں اتنا کرتے ہیں اللہ توجہ لینے والا حرکت کو ڈھونڈ پاتا ہے اور اسکے ساتھ اسم ذات کے ذکر کو ہر لطیفہ میں درجہ بدرجہ ارشاد فرماتے ہیں اور ہر لطیفہ کے ذکر قوی ہونیکے بعد نفی و اثبات کی تعلیم کرتے ہیں کہ خیال کی زبان سے کلمہ لا کو زیر ناف سے دماغ تک پھینکے اور کلمہ الا کو دماغ سے سیدھے پستان راست پر پہنچائے اور کلمہ الا اللہ کو ادائے ضرب پر پھیرتا ہوا دل پر وارد کرے یہ تمام انکار و اشغال طریقہ نقشبندیہ و مجددیہ از افضول جمیل و ارشاد اتم اکمل ہیں۔

باب سوم کلمۂ توحید کے بیان میں

فصل اوّل - واضح ہو کہ سلوک کے دو طریقے ہیں۔ ذکر و فکر۔ جو مرید کرے مدام اور کرتا رہے سو کلمہ توحید کا ذکر سری مطلب سمجھائیں۔ اور ذکر سرّ خفی وغیرہ اذکار کی جو سابقاً مذکور ہوا تعلیم و تلقین کریں ان اذکار و اشغال کی برکت و تاثیر سے اگر کچھ عشق الٰہی پیدا ہوا اور توحید حقیقی سمجھنے کا شوق و ذوق و استعداد حاصل ہو تو صوفیہ کی توحید معنوی کی تعلیم دیں ورنہ اسی طریق ذکر و عبادات و ریاضات و اتباع ظاہر شریعت کا سلوک سے کرائیں۔ اگر مرید کی فہم بلند ہو توحید حقیقی سمجھنے اور حقائق و دقائق تحقیق حاصل کرنے کی قابلیت و استعداد رکھتا ہو تو سالک طالب و مرید کو فکر کیلئے ہاتھ طریق فکر کی بھی تعلیم دیں کہ نسخہ وصول الی اللہ کیلئے فکر و مراقبہ وحدت ہی ہے اور اس مراقبہ وحدت کیلئے ترک اوّل قال صحیح بھایت ضروری ہے

وجود شناسی وخدا شناسی بغیر قال صحیح کے ممکن نہیں اکثر وبیشتر حضرات کو قال صحیح معلوم نہ ہونے سے صرف ذکر وشغل پر قناعت کئے ہوئے ہیں اسی ذکر واذکار کو سرمایۂ عرفان سمجھتے ہیں اور قال کے منکر ہیں کہتے ہیں کہ خالی باتوں سے کیا حاصل ہے اگرچہ اس زمانے میں صرف اذکار واشغال کی تعلیم وتلقین پر اکتفا کیا جاتا ہے لیکن عرفائے محققین نے ہر زمانے میں طالب تحقیق اگر مفہیم وذکی ہو تو قال صحیح کی تعلیم کو مقدم سمجھا ہے چنانچہ ناچیز کو اپنے پیر ومرشد والد ماجد قدس سرہ سے اور انکو اپنے والد وپیر ومرشد سے اسیطرح اوپر تک بھی یہی قال صحیح کی تعلیم دیگئی۔ اور سب محققین کا یہی مسلک ہے۔ جسکی نسبت مختصراً کلام منظوم حسب ذیل عرض ہے جسمیں اکثر مسائل صوفیہ کیطرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم :۔

ابتدائے خلق بسم اللہ ہے + انتہائے خلق بسم اللہ ہے + اوّل وآخر وہی موجود ہے + باطن وظاہر وہی موجود ہے + دیدۂ کعبہ میں وہی معبود ہے + بلکہ عابد اور وہی معبود ہے + اور وہی ساجد وہی مسجود ہے + اور وہی شاہد وہی مشہود ہے + اور وہی حامد وہی محمود ہے + اور وہی قاصد وہی مقصود ہے + ہے وہی شاکر وہی مشکور ہے + اور وہی ذاکر وہی مذکور ہے + بود ہے اللہ وغیر اللہ نبود + بود حق سے بود ہے بود ونبود + اوّل وآخر نہیں عالم کو بود + بیچ میں اسکو کہاں سے آیا بود + جو ازل میں ہست ہے وہ ہست ہے + جو ازل میں نیست ہے۔ وہ ہست ہو ہست ہرگز نیست نہ ہوتا کہیں + نیست بھی حق ہست تو ہوتا نہیں + جب حقیقت کا بدلنا ہے محال + پس ہے واجب اسکا رہنا حال + کلمۂ بسیطہ سے یہ مقصود ہے + سب جہاں نابود ہے حق بود ہے + لا الٰہ بول الا اللہ کے ساتھ + اور محمد رسول اللہ کے ساتھ + کلمۂ توحید سے ثابت ہوا + ذات دو میں ایک بندہ ایک خدا + معرفت کا ہے یہی اوّل سبق + ذات دو میں نیست بندہ ہست حق + ثابت الذات اور مسلوب الوجود + بندہ ہے بود ونبود اسکا نمود + عارفوں نے کی ہے یوں تعریف ذات + جس سے ہوں منسوب اسماء وصفات + بولتا سنتا سمجھتا دیکھتا + چاہتا زندہ وقادر ہے خدا + گونگا بہرہ بے سمجھ اور بے بصر + بے ارادہ مردہ بے قدرت بشر + ذات کامل حق کے ہیں کامل صفات + ذات ناقص عبد کے ناقص صفات + عبد ورب میں ہے حقیقی غیریت + ماہو وغیریت ہے عینیت + گرچہ ہر دو میں ہے ذاتاً غیریت + پر ہے ان دو میں وجوداً عینیت + دو سمجھنا اک کو شرک خفی + ایک کہنا دو کو کفر ملحدی + ہے سلامت ایک میں۔ دو میں بلا + پھر سلامت دو میں ہے یک میں بلا + راہ اوسط ہے صراط مستقیم + دو ہیں ذاتاً یک وجوداً اے ندیم + ایک کے ہیں ایک پھر ہیں دو کے دو + جامع القدیمین ہے یہ گفتگو + یہ کرشمہ ہے عجب توحید کا + شرک اور الحاد کی تردید کا + کلمۂ طیب ہے گرچہ مختصر + دو جہاں کا بھید اسمیں ہے مگر + راز کیا کلمہ میں ہے کونین کا + جمع کرو کہلاتا ہے ضدین کا + جامع الاضداد کامل پیر ہے + کامل الارشاد کامل پیر ہے + معرفت میں فارغ التحصیل ہو + ظاہری میں گرچہ نا تکمیل ہو + علم وہ ہے جو کہا ہے دوست کو + مغز دانا کیا کریگا پوست کو + مازقران مغز رابر داشتیم + استخوان پیش سگان انداختیم + علم وہ ہے جو ملا دے یار سے + نفع کیا جہلکوں کے ہے انبار سے + غیریت کا علم ہے علم خودی + پس خودی ہے کفر کر ترک خودی + علم ظاہر غیریت کا علم ہے + علم باطن عینیت کا علم ہے + غیریت کے ساتھ گر ہو عینیت + عینیت کیسا تھ گر ہو غیریت + تب ہو حاصل مدعا عرفان کا + غیریت اور عینیت کی شان کا + میرے پیر ومرشد عالیجناب + پیر قادر محی الدین عرفان مآب + چار کلمے دین کے سکھلا دیئے + راز کلمے کے سبھی سمجھا دیئے + اوست نے ہمہ خودست ہے ہمہ اوست + مغز ہے توحید

باقی یوست ہے ✤ یعنی جمع وفرق جمع الجمع ہے ✤ معرفت کی جس سے روشن شمع ہے ✤ اوست کو ہمہ زوست تا رہبہ زوست کو ✤ سمجھے جو ہمہ اوست سمجھے دوست کو ✤ خواجۂ برہان دین اولیاء عارف رمعروف پیر پارسا ✤ آسمان معرفت کے آفتاب ✤ قطب ارشاد زمان عالیجناب ✤ بلدۂ کرنول کے مشہور پیر ✤ کاملوں کے پیر کامل دستگیر ✤ صاحب قناعت تھے وہ نعم الفقیر ✤ حارص وطامع نہ تھے بئس الفقیر ✤ صاحب فقر وتوکل برخدا ہے توکل اصل توحید خدا ✤ کچھ نہ لی جاگیر و یومیہ معاش ✤ بادشاہ نے کہا ہے دور باش ✤ انجمن میں انخلوت روز وشب ✤ تھا سفر بھی در وطن حاصل عجب ✤ ہوش دم اور نظر تھی برقدم ✤ یاد مولیٰ ذکر اللہ دمبدم ✤ پاسباں ہر دم تھے پاس انفاس کے ✤ پاک دل تھے غیر کے وساوس سے کلمۂ توحید کی تعلیم میں ✤ حق شناسی کی عجب تفہیم میں ✤ خاندان خواجۂ برہان الدین ✤ آج تک مشہور عالم ہے یقین ✤ دین کی برہان تھے برہان الدین ✤ کلمۂ توحید ہے برہان دین ✤ کلمۃ اللہ آیت اللہ لاکلام ✤ ذات پاک مرشد عالیمقام ✤ راز فرماتے تھے کلے کے بیان ✤ کرتے تھے مکشوف اسرار نہاں ✤ فیض صحبت سے ہزاروں فیضیاب ✤ ہوگئے عرفان حق سے کامیاب ✤ یک زمانہ صحبتے با اولیاء ✤ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا ✤ ای برادر تا بکی فکر معاش ✤ رہنمائے راہ حق کی کر تلاش ✤ آخرت کا جب یقینی ہے سفر ✤ جلد تر تیار کر زاد سفر ✤ مغفرت کا کچھ تو توشہ ساتھ لے ✤ گر نہیں خرمن تو خوشہ ہاتھ لے ✤ حق نے تجھ کو کسلئے پیدا کیا ✤ آفرینش کا سبب سمجھا ہے کیا ✤ ما خلقت الجن والانس بخوان ✤ بہر عرفاں گشت پیدا انس وجان ✤ حق شناسی تجھ پہ فرض عین ہے ✤ تیرا مولا تیرا غیر وعین ہے ✤ خود کو تو پہچان اوّل بعد ازاں ✤ حق شناسی ہوگی حاصل بے گماں ✤ ڈھونڈتا ہے دربدر حق کو کہاں ✤ تجھ میں کیا ملتا نہیں حق کا نشاں ✤ حق تو ہی حق راتو میجوئی کجا ✤ خویش را شناس تا یابی خدا ✤ حق شناسی ہوگی حاصل تجھ کو جب ✤ ہوویگی حاصل تجھے تب دیدرب ✤ آدمی دیدست وباقی پوست است ✤ دید آں باشد کہ دید دوست است ✤ لاتموتن کو سن اے ذوالفنون ✤ اسکے بعد الا وانتم مسلمون ✤ موتوا قبل ان تموتوا ہے حدیث ✤ جو مرے بے علم حق ہووے خبیث ✤ ہے یہی ارشاد اصحاب رشاد ✤ اختیاری موت ہے اس سے مراد ✤ اختیاری موت کی تاکید ہے ✤ اختیاری موت ہی توحید ہے ✤ اختیاری موت سمجھو کیسے ✤ عقل سے حاصل نہ ہو تدبیر سے ✤ بیخ کن خود نفس را جز ظل پیر ✤ دامن آن نفس کش محکم بگیر ✤ نفس کے پھندے میں تو مت ہو اسیر ✤ پائے پیر ومرشد کامل بگیر ✤ قال سن منہ سے رجال اللہ کے ✤ راز لے بندوں کے اور اللہ کے ✤ قال کیا ہے جس سے حاصل حال ہو ✤ حال کیا ہے گر نہ حاصل قال ہو ✤ قال ہے سارے کتابوں کا نزول ✤ قال قال اللہ اور قال الرسول ✤ قال سے اقرار ہے ایمان کا ✤ قال سے انکار ہے کفران کا ✤ قال سے ظاہر ہو سب مافی الضمیر ✤ نفع ونقصان امر ونہی دار وگیر ✤ قال سے دارین کے حاصل کمال ✤ گر نہ ہووے قال آوے صد وبال ✤ قال سے وعظ ونصیحت ہو بیاں ✤ قال سے رشد وہدایت ہو عیاں ✤ قال پر موقوف ہے تحصیل حال ✤ قال پر موقوف ہے سارا کمال ✤ قال را بگزار مرد حال شو ✤ ایں ہم از قال است ومرد قال شو ✤ قال حاصل کر کے مرد حال ہو ✤ قال سے مقصود حاصل حال ہو ✤ ہے یہی فرمودۂ اہل کمال ✤ بحری ہمو دا اہل قال حال ✤ دیکھ لے بحری کی عرفانی عروس ✤ سیکھ لے مولا کے عرفانی دروس ✤ حال را دانند مردم ہر زمان ✤ لیکن در دل چنین سبز وخیال ✤ حال بس مفت است نزد عارفاں ✤ قال را صد مایہ باید اے جواں ✤ آں درست آید بہ یک دیوانگی ایں نیاید جز بہ صد فرزانگی ✤

گو کہ دیوانگی را ساز کرد + حال را دروازہ بر خود باز کرد + نے ازو این حال صورت یافتہ + بلکہ زین معنی کہ دولت یافتہ + حال
گو بے قال باشد حال نیست + مرغ تواں گفت کو را بال نیست + بحر یکے کہ لایق حالی و قال + باش تا ہان زیں ہر دو
فارغ، ہمچو لال + علم حق ہے پیر کا قال صحیح + قال کامل ہے یقیں جاں بیخ + حاصل فرمودۂ پیغمبر است + مقبل علم را
فضل طاعت بہتر است + علم ظاہر علم باطن ای عزیز + ان سے ہر یک میں دو دو قسم نیز + علم دین ظاہری عین عمل +
علم دین ظاہری غیر عمل + اصل ہے جو علم ہے عین عمل + فرع ہے جو علم ہے غیر عمل ہے + علم ایمان رعقائد بے خلل +
ہے یقین یہ علم تو عین عمل + کیونکہ ایمان نام ہے اس کام کا جس سے حاصل ہوئے توحید خدا + علم ایمان اور عمل ایمان کل + ہر دو
عین یکدگر ہیں برملا + علم دین ظاہری قسم دگر + ہے یقین غیر عمل اے باہنر + جیسا روزہ اور نماز ای باصفا + جانا ان کا
جدا کر نا جدا + علم دین باطنی بھی ای عزیز + مثل علم ظاہری دو قسم نیز + علم باطن ایک ہے عین عمل + علم باطن دوسرا
غیر عمل + قسم اوّل اصل ہے اعلیٰ بھی ہے + قسم دوم فرع ہے ادنیٰ بھی ہے + علم توحید وجود و عینیت + عبد رب میں ما و تو کی
غیریت + عبد کو رب ہر دو حقیقی عین و غیر + سخت مشکل ہے یہ سمجھ لیں پیر + اور بلا قلب حقائق جاننا + تازہ تازہ
تو خواہ مثال کا + جاننا کثرت میں وحدت برملا + اور وحدت میں بھی کثرت جاننا + قرب و اقرب اور معیت جاننا + اور وے
ذات اور احاطہ ماننا + کل شیٔ و کل شیٔ اور کل شیٔ + مطلق اور مظہر اتم ہے کل شیٔ + مسلک تنزیہ اور تشبیہ کا + ہے
دقائق سے خلائق کے بجا + یہ مسائل جاننا ہے خود عمل + عین یکدیگر ہیں یہ علم و عمل + احسن و افضل اکرم اور اتم +
علم یہ قال صحیح ہے ذو الکرم + ذکر مطلق اور عبادت مطلقہ + قرب مطلق اور ولایت مطلقہ + اس سے ہو مطلق فنا مطلق
بقا + ہے یہ توحید وجودی باصفا + مرشد کامل سے مرد قال صحیح + تاکہ حاصل ہو تجھے حال صحیح + اسکو ذکر و شغل کی حاجت
نہیں + کیونکہ یہ ایمان ہے طاعت نہیں + عہد قادر پیر جیلاں نے بجا + فیض ربانی مجالس میں کہا + علم لے منہ سے
رجال اللہ کے + پھر دفاتر اور صحائف سے نہ لے + گرچہ یہ ارشاد اور قال صحیح + ہے دفاتر اور صحائف میں صحیح +
پر کتب بینی سے یہ ملتا نہیں + فضل بے کسبی کبھی کہلتا نہیں + اسلئے منہ سے رجال اللہ کے راز سن لے عبد اور اللہ
کے + قسم ثانی علم باطن کی بجا + علم ہے اذکار اور اشغال کا + علم یہ غیر عمل ہے اور عمل + علم کا ہے غیر بے شبہ و خلل +
اس سے جو حاصل فنا ہو اور بقا + ہے امتقید ذکر و شغل و مدعا + اسکا تو حید شہودی نام ہے + جاننے کے بعد لازم کام ہے +
اسمیں ذکر و شغل و طاعت ہے ضرور + تاکہ ہو کشف وجودی کا ظہور + کشف علمی ہووے از قال صحیح + حال مطلق
یعنی ہو حال صحیح + اسکو جو سمجھے ہو عارف بے نظیر + خواجۂ وخدوم پیر دستگیر + اسیطرح میرے خسر بزرگوار حضرت سید
محی الدین بادشاہ صاحب قبلہ بخاری مدفون درگڑپہ کے برادر عزیز بدۃ العارفین مولانا سید شاہ کمال الدین صاحب حسینی بخاری متوفی در سنہ ۱۲۱۶ ہجری
و مدفون در موضع گرم کنڈہ من متعلقات دائل پاڑ ملک مدراس مصنف مخزن العرفان و کمال الکلام و کلمات کمالیہ وغیرہا
نے (جنکے ارشادات کو مولانا سید شاہ عبد اللطیف عرف شاہ محی الدین صاحب ویلوری نے اپنی تصنیفات جواہر السلوک
جواہر الحقائق و غایۃ التحقیق و فصل الخطاب میں سنداً نقل فرمایا ہے) اپنی کتاب کلمات کمالیہ کے کلمہ ۲۵ پنجم میں ارشاد فرمایا ہے ؎
بدانکہ خواص امت در روسائے ملت علیہم الرحمۃ و التحیۃ فرمودہ اند کہ علم دو قسم است یکے علمے است کہ عین عمل باشد
دیگر علمے است کہ غیر عمل بود۔ و تعلق اوّل بفعل است و تعلق ثانی بترک فرع فاوّل کالایمان و سائر

وسائر المسائل الاعتقادية المفيدة للايقان فالعلم والعمل واحد هنا اى العلم عين العمل و العمل عين العلم وذالك القسم الاول افضل من الاخر لانه متعلق بالاصل فهو بمنزلة الاصل بالنسبة الى الاخر والقسم الآخر من العلم غير العمل كعلم الصلوٰة والزكوٰة والصوم والحج والنكاح والطلاق والعتاق ونحو ذلك فهذا العلم غير العمل لا عينه وليس اولى من الاول لانه متعلق بالفرع فهو بمثابة الفرع بالنسبة الى الاول فلا بد من ان يكون الفرع ادنى من الاصل والاصل اعلى من الفرع لان الفرع يحتاج الى الاصل ويترتب عليه لا بالعكس فاعلم ان هذين المذكورين في العلم الظاهر وكذلك في العلم الباطن اى علم هو عين العمل وعلم هو غيره والاول اولى من الثاني لان الاول يتعلق بالاصل فهو بمنزلة الاصل بالنسبة الى الثاني والثاني يتعلق بالفرع فهو بمثابة الفرع بالنسبة الى الاول كما مر في العلم الظاهر فالاصل كعلم وحدة الوجودة وعلم تجلد الاسماء مرعين قلب الحقائق والوحدة في الكثرة والكثرة في الوحدة والعينية الحقيقية والغيرية الحقيقية بين الرب والعبد والمعية الذاتية والاحاطة والقرب والاقربية والسريان والتنزيه والتشبيه وعلم ان كل شيء في كل شيء وان كل شي مظهر اتم وان كل شي مطلق ونحو ذلك من دقائق الحقائق فالعلم عين العمل والعمل عين العلم هنا وذالك العلم احسن وافضل واتم واكمل لانه يورث العبادة المطلقة والذكر المطلق والقرب المطلق والرؤية المطلقة والفناء المطلق والبقاء المطلق يقال له التوحيد الوجودى العلمى ويحصل ذالك العلم باستماع القال الصحيح من لسان المرشد الكامل والجامع للاضداد لا بالمجاهدات الصعبة والرياضات الشاقة فلهذا قال سلطان الاولياء عبد القادر جيلانى رضى الله عنه وارضاه عنا - يوخذ العلم من افواه الرجال لا من الدفاتر و الصحائف اى وان كان هذا العلم مكتوبا في الصحائف لكنه لا يحصل كما يحق وينبغى الا بافواه رجال الله كما لا يفتح الباب المغلق الا بالمفتاح والقسم الثانى من العلم الباطن كعلم الاذكار والاشغال والمراقبات المقيدة فعلمها غير العمل وعملها غير العلم ويحصل منه الفناء والبقاء المقيدة يقال التوحيد الشهودى فاعلم واكمل اى عزيز وافر التمييز بنظر انصاف نگركه بابريں تحقيق قسم اول علم باطن كه موقوف بعليه استعداد آں قال صحيح مرشد كامل بود كه ازاں حال صحيح مطلق حاصل ميشود برحال صحيح مقيد كه حصولش موقوف بذكر وشغل مقيد باشد چه قدر رجحان ومزيت والويت وافضليت دارد - قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل العلم خير من فضل العبادة - خلاصه اسكا يه كه علم دين كے دو قسم ہيں ايک علم عين عمل ہے - دوسرا علم غير عمل ہے اول كا تعلق اصل سے ہے دوسرا علم فرع سے متعلق ہے اول كى مثال ايمان اور اعتقادى مسائل ہيں جو مفيد يقين ہيں پس علم وعمل يہاں ايک ہے - يعنى علم عين عمل ہے اور عمل عين علم ہے يہ قسم اول دوسرى قسم سے افضل ہے كيونكہ وہ اصل سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ اصل كے ہے بہ نسبت دوسرى قسم كے - اور دوسرى قسم علم كى جو غير عمل ہے وہ نماز و

زکوٰۃ و روزہ و حج و نکاح و طلاق و عتاق وغیرہ کا علم ہے پس یہ علم عمل کا غیر ہے عین عمل نہیں ہے۔ (کیونکہ نماز روزہ و حج وغیرہ کے مسائل کا فقط علم ہونیسے وہ عمل ثابت نہیں ہوتا جب تک علم پر عمل نہ کریں بخلاف ایمان و عقائد کے کہ انکا علم (جاننا) ہی عین عمل ہے) یعنی دوسری قسم پہلی قسم سے افضل نہیں ہے کیونکہ یہ فرع (عمل) سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ فرع کے ہے بہ نسبت اوّل کے پس فرع اصل سے ادنیٰ اور اصل فرع سے اعلیٰ ہونا ضرور ہے کیونکہ فرع محتاج ہے اصل کا اور اصل پر فرع مترتب ہوتا ہے نہ برعکس پس یہ دو قسم مذکور علم ظاہر میں ہیں اور ایسا ہی علم باطن میں بھی ہیں یعنی ایک علم عین عمل ہے دوسرا علم غیر عمل ہے قسم اول قسم دوم سے افضل ہے کیونکہ اوّل اصل (ایمان) سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ اصل کے ہے بہ نسبت دوم کے اور دوم فرع سے متعلق ہے پس وہ بمنزلہ فرع کے ہے بہ نسبت اوّل کے جیسا کہ علم ظاہر میں گزرا پس قسم اوّل (یعنی جو علم باطن کہ عین عمل ہے) مثل علم وحدۃ الوجود و علم تجدد امثال و طلب حقائق۔ اور بعد وحدت در کثرت و کثرت در وحدت و عینیت حقیقی و غیریت حقیقی در میان رب و عبد کے اور معیت ذاتی و احاطہ و قرب و اقربیت و سریان وجود مطلق و تنزیہ و تشبیہ و علم ہر شئی در شئی و ہر شئی منطبع تم و ہر شئی مطلق و مثال اسکے و دقائق حقائق کا علم صریح عمل ہے اور عمل بین علم ہے اور یہ علم احسن و افضل و اتم و اکمل ہے اسلئے کہ وہ عبادت مطلقہ و ذکر مطلق و قرب مطلق و رویت مطلقہ و فنائے مطلق و بقائے مطلق کا مورث و موجب ہے جسکو توحید وجودی علمی کہا جاتا ہے یہ علم مرشد کامل الارشاد جامع الاضداد کی زبان سے قال صحیح سننے سے حاصل ہوتا ہے سخت مجاہدات و ریاضات شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا اسی لئے سلطان الاولیا (غوث الثقلین سیدنا عبد القادر جیلانی) رضی اللہ عنہ نے مجالس ستین میں فرمایا ہے کہ علم باللہ رجال اللہ کے منہ سے حاصل کیا جاتا ہے دفاتر و صحائف سے حاصل نہیں ہوتا یعنی اگرچہ یہ علم کتابوں و صحیفوں میں لکھا ہوا ہے مگر بغیر رجال اللہ کے منہ سے حاصل کرنے کے صرف کتب بینی سے کما حقہ اور جیسا چاہئے حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ بند و مقفل دروازہ بغیر کنجی کے نہیں کھلسکتا۔ علم باطن کی دوسری قسم (جو علم کہ غیر عمل ہے) مثل اذکار و اشغال و مراقبات مفیدہ پس انکا علم غیر عمل ہے اور عمل غیر علم ہے، اس سے فنا و بقائی مقید حاصل ہوتا ہے جسکو توحید شہودی کہا جاتا ہے پس جان اور عمل کر اے عزیز کثیر التمیز نظر انصاف سے دیکھ کہ اس تحقیق کی بناء پر علم باطن کی قسم اوّل (کہ جسکا حصول مرشد کامل کے قال صحیح پر موقوف ہے۔ جس سے حال صحیح مطلق حاصل ہوتا ہے) حال صحیح مقید یہ (کہ جسکا حصول ذکر و شغل مقید یہ پر موقوف ہے) کسقدر رجحان و زیادتی و اولویت و افضلیت رکھتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فضل علم فضل عبادت سے بہتر ہے) بر اسی کلمہ میں مذکور ہے قال الجنید قدس سرہ استغراق الوجد فی العلم خیر من استغراق العلم فی الوجد ملا عبد الغفور مرید و شاگرد مولوی جامی قدس سرہما در معنی ایں قول نوشتہ یعنی استغراق و استہلاک وجد در علم و مغلوب بودن وجد مر علم را بہتر است از استہلاک علم در وجد و مغلوب بودن علم در وجد حاصل آنکہ غالب بودن علم بر وجد و حال بہتر است از غالب بودن وجد و حال بر علم انتہی پس میباید کہ قال صحیح را سرسری نہ پندارے و در خیریت حال مقید بر آن اندیشہ نگماری۔ پس ان اکابر کے ارشادات سے صریحاً ثابت ہوا کہ قال صحیح حال سے بہتر و برتر ہے اسی قال صحیح کو حاصل کرنیکے لئے پیر و مرشد کامل سے بیعت کی ضرورت ہے۔ مرشد کامل وہی ہے جو قال صحیح جانتا ہو اور اسکی تعلیم و تفہیم کرتا ہو خود انکہ دشاغل تارک الدنیا صاحب حال مقید ہونا اسکو ضرور نہیں

حق شناسی وخدا شناسی اور شئی سے عمل وریاضات وغیرہ حق شناسی کیلئے صرف قال صحیح کافی ہے کسی ریاضت ومحنت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ علم ہی عین عمل ہے صرف اسی علم سے حصول عرفان ممکن ہے اگر دنیا بھر کی عبادت وریاضت کرلیں اور قال صحیح معلوم نہ ہو تو عرفان حق حاصل نہ ہوگا جیسا کہ بغیر ایمان کے صرف اعمال صالحہ مقبول نہیں ایسا ہی قال صحیح کے بغیر زہد وعبادت سے کچھ حصول عرفان متصور نہیں عبادات وریاضات سے خرق عادات وتصرفات وکشف مراتب وجودی حاصل ہوتے ہیں ایسے خوارق تو راہبین غیر مومنین واہل استدراج سے بھی ظاہر ہوتے ہیں پس یہ کوئی اعلیٰ درجہ کی چیز نہیں ہے اسی کتاب کلمات طیبات کلمہ ۲۵ میں مرقوم ہے۔ ہم درینمعنی مذکور عبد اللطیف مرحوم ومغفور المشہور بہ محی الدین صاحب ساکن ویلور در رسالہ خود مسمی بہ لطائف لطیفی مسطور نمودہ آنند وآن اینست لطیفہ ای عزیز طالب راہ وطریق راہ بیتوان نمود عشق وعقل طریق عشق تعلیم ذکر وشغل مقید است ونتیجہ آں توحید شہود بست۔ وطریق عقل ذکر وشغل مطلق است ونتیجہ آں توحید علمی است۔ یعنی بہ اشغال بمقیدات نتیجہ تقید دہد واشتغال بمطلقات نتیجہ اطلاق وبرائی ہمیں درمقیدات خوف زوال است ودر مطلقات نے لطیفہ ایعزیز مجاہدہ ومکاسبہ وریاضات شاقہ موقوف علیہ مراتب وجودی است نہ علمی چہ در تحصیل فعلیت مراتب علمی مجاہدہ ومکاسبہ کار نمی آید بلکہ موقوف علیہ آں قال صحیح مرشد کامل است وہ فعلیت مراتب وجودی بے فعلیت مراتب علمی معطل است چہ یافت حق نتیجہ ثانی است نہ اول وفعلیت مراتب علمی بے فعلیت مراتب وجودی کفایت نمیکند کہ حصول مقصود از وبیتوان نمود۔ انتہی دیگر ارسال رسل وانزال کتب برائے کشف مراتب علمی است پس مرتبہ خاص باشد ودر کشف مراتب وجودی اہل استدراج نیز مشابہت ومشارکت میدارند پس عام باشد۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ بیان مذکور سے ثابت ہوگیا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود وتجدد امثال بلا تعلق حقائق وعینیت حقیقی وغیریت حقیقی اصطلاحی وقرب ومعیت واحاطہ ذاتی ووصل وفصل وغیرہ مسائل کا نام قال صحیح ہے جو بغیر ارشاد مرشد کامل ان مسائل کا صحیح مفہوم سمجھنا دشوار ہے جنکو مرشد کامل سے ان مسائل خصوصاً وحدۃ الوجود کی تعلیم نہ ہوئی ہو وہ اپنے خیالی غلط مفہوم وحدۃ الوجود کا رد وانکار کرتے ہیں اگر انکو صحیح مفہوم معلوم ہوتا تو ہرگز انکار نہ کرتے جیسا کہ علمائے محققین نے وحدۃ الوجود کے حق ومطابق واقع ہونیکا فتویٰ دیا ہے۔ مولانا سید شاہ عبد اللطیف صاحب المعروف بہ محی الدین صاحب قادری نقوی ویلوری نے اپنی کتاب فصل الخطاب فی الفرق بین الخطاء والصواب صفحہ (۱۳۴) میں فرمایا ہے فائدہ ۳۵ در وحدۃ الوجود۔ بدانکہ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در فتوائی خود میفرماید وحدۃ الوجود حق ومطابق واقع است چرا کہ دلائل عقلیہ ونقلیہ بر آں قائم است چنانچہ در رسالہ ادلۃ التوحید شیخ علی مہایمی گجراتی مشروح ومبسوط است انتہی۔ وصوفیہ آنچہ عالم را عین حق گفتہ اند مراد ازاں تعینیت مجمیع وجوہ نیست بلکہ عالم بوجہے عین وبوجہے غیر بود چنانچہ زید کہ فردے است از نوع انسان بوجہ حقیقت عین نوع بود وبوجہ تعین غیر۔ وازاسی فائدہ (۴۸) میں ہے وغیر مولانا دہلوی در مکتوب مدنی می طرازد۔ والصوفیۃ یقولون بالوحدۃ لا بالعدد عین الحق ما اراد وا نفی الوجودات الخاصۃ الحاصلۃ من تنزل الوجود الی مراتب شتی بل اراد وا افادۃ معنی التنزل [illegible] المعقول لیقول زید وعمرو واحد یعنی بہ التماثل فی النوع لا الاتحاد من کل وجہ ویقول الانسان والفرس [illegible] بہ الاشتراک فی الحیوانیۃ ویقول الشجاع والاسد واحد یعنی بہ المشابہۃ فی الشجاعۃ۔ فکذلک [illegible] عین الحق یعنون تعینہ کلیۃ فی الوجود المنبسط بالحق الاول بل موجدہ لانفی التمایز بالکلیۃ۔ قال قائلہم [illegible]

وجود حکمے دارد و گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ۔ انتہی و آنچہ مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی و صاحب تحفۃ المرسلۃ و غیرہ صوفیہ غیریت را اعتباری گفتہ اند مراد ازان اعتبار واقعی و حقیقی است نہ اعتبار محتہ چنانچہ مولانا در مکتوب مذکور میگوید لان اقوال الصوفیۃ یلتزمون ان الحقائق الامکانیۃ اعتباریۃ و اضافات لا حقۃ بالوجود لانا نقول الصوفیۃ یقولون بان النار غیر الماء و الماء غیر الہواء و ان انسان غیر الفرس و ان کان الوجود یشملہا کلہا فلا جرم انہم ارادوا بالاعتبارات و الاضافات معنیً لا یزاحم ہذا التغایر الذی یکون منشأ لاختلاف الاحکام و الآثار و ہذا المعنی ہو الذی یعتبر عنہ بان الکثرۃ حقیقیۃ و الوحدۃ اعتباریۃ اذ لا معنی لکثرۃ الا تمایز الاحکام و اختلاف الآثار و تغایر الحقائق التی ہی الوجودات الخاصۃ لا اختلافہا فی اصل الوجود و عدم رجوعہا الی الوجود الواحد المنبسط علی ہیاکل الموجودات کلا ۔ انتہی و نیز مولانا در مکتوب مذکور میگوید و کذلک کلام مولانا عبد الرحمن الجامی عندی مسلم فان مقصودہ نفی تاصل الحقائق بجہالہا و انہا اعتبارات و اضافات للوجود الحق سبحانہ ان الوجود ظہر فیہا و تعین بہا بالمعنی الفرق الاعتباری انتہی ۔ و نیز مولانا در مکتوب مذکور میگوید ۔ اقول ہذا القول صحیح عقلاً و کشفاً فانک اذا تاملت ان المتحقق فی معرکۃ القتال لیس الا الجسم فہو القاتل و ہو المقتول و ہو آلۃ القتل ہو الراکب و ہو المرکوب و ہو السرج و ہو السیف و ہو الرمح و ہو القوس و ہو السہم و ہو الرامی و ہو المرمی و ہو الہازم و المہزوم و ہو الصائل و ہو المصول علیہ غیر ان الجسم لم یستحق اسماً من ہذہ الاسماء الا بکیفیۃ خاصۃ و معنیً خاص و اذا نظرنا الی تلک الکیفیات مع قطع النظر عن اقترانہا بالجسم کانت معدومۃ و لم تصدر منہا آثار ہا و اذا انضم الیہا الجسم صارت موجودۃ و صدر منہا آثار ہا و الجسم محل تلک الکیفیات و الحامل لہا استعد لتلک المعانی فی العقل و التقدیر قبل الوجود الخارجی و تلک الصور المتکثرۃ اعدام محضۃ ان لوحظ الیہا مع قطع النظر عن الجسم لم یکن لہا تحقق و کانت موہومۃ و ان لوحظ بضمیمۃ ضمیمۃ و ہی الجسم کانت موجودۃ فاذا صار الجسم سیفاً تارۃ و رمحاً اخری فقد اقتضی بہ الاسباب اعنی النجار و الحداد و الخشب و الحدید و النار و الکیر و المقمع و القدوم و المنشار و غیرہا الی ان حدثت بین المتعدوم الموہوم الذی ہو السیف و الرمح و بین الموجود الذی ہو الجسم نسبۃ معلومۃ الانیۃ مجہولۃ الکیفیۃ بہا اتصف ذلک المعدوم بالوجود و معنی وجود السیف و الرمح حینئذ ارتباط المعدوم بالوجود بحیث یصح لہ اشتقاق الاسم من الوجود و کان الجسم عالماً محتملاً لصور کثیرۃ فاذا صار سیفاً تلبس باحکام السیفیۃ من القطع و غیرہ فقد تعین بتعین خاص و برز فی بعض صورہ المحتملۃ فیقال عند ذلک ظہر فی مظہر خاص و ہو السیف کان ذلک کلہ کلاماً صحیحاً لا یتکلم من انکارہ عاقل ۔ اللہم الا ان یقال ان ہذہ اضافات لفظیۃ ترجع الی الوضع و العرف و لا عبرۃ بہا عندنا فاذا فہمت ہذا القدر فی الجسم فالوجود اولی بہذا الحکم الموجود صفاء ما اتصف بالوجود لا شک انہ صفۃ انتزاعیۃ محلہا بحث عن ہذہ الصفۃ الانتزاعیۃ ہل لہا منشأ انتزاع فی الخارج او ہی بمنزلۃ انیاب الغول لا شبہۃ ان بداہۃ العقل تحکم بالاول و یمنع الاحتمال الثانی و اذا کان ہذا حکم الموجود الحقیقی الذی ہو منشأ الانتزاع بالاولی ۔ انتہی و لصاحب ہذا المکتوب ہہنا کلام لا یحتمل المقام پس ازاں باید دانست کہ وجود در ما نحن فیہ بمعنی ہستی است و ہو الحق تعالی و تقدس و ایں وجود حقیقی حقیقی است کہ بایں صفات ثلثۃ متصف بود یکی آنکہ ہستی وے بذات وے بود ۔ ازلاً و ابداً ۔ دویم آنکہ قیام موجودات بذات وے بود وحدۃً و بقاءً ۔ سیوم آنکہ غیر او در خارج متلبی باشد ایقاعاً و امکاناً و معنی تحقق و حصول کما ذہب الیہ بعض الحکماء و المتکلمین زیرا کہ تحقق و حصول از معانی مصدریہ اند و معانی مصدریہ در خارج موجود نیستند بلکہ از موجودات ذہنیہ اند پس اطلاق لفظ وجود بایں معنی بر ذات حق تعالی

جائز نیست کذا فی السلوک القادریہ لمولنا مولوی رفیع الدین النقشبندی القندہاری۔ و نیز باید دانست کہ ظہور مظہر در مظاہر در مظاہر بر سہ قسم است یکی ظہور مجرد در مجرد چو ظہور ذات واحدہ حقیقانی در آسمانے کثیرۂ الہیہ۔ دویم ظہور مجرد در مادی چو ظہور جان واحد در اجسادے کثیرۂ بدن۔ سیوم ظہور مادی در مادی چو ظہور شخص واحد در مرایا ر متکثرۂ مختلفۃ الالوان والاشکال چنیں ہر سہ ظہور تغیر و تبدل مظہر و تجزی و تقسیم و حلول و اتحاد آں نجایش شود۔ امام ربانی در مکتوب ہشتاد و نہم جلد سیوم می نگارد و انچہ ایں فقیر از اطلاقات ایشان مستفاد می فہمد آنست کہ ایں ہمہ جزئیات متفرق حادث ظہور یک ذات اند تعالی و تقدس در رنگ آنکہ صورت زید مثلاً در مرایا متعددہ موجود پیدا کردہ است ظہور یک ذات زید است انچہ کدام جزئیت و اتحاد است و کدام حلول و تلون ذات زید با وجود ایں ہمہ صور بر صرافت حالت اصلی خود است و ایں صور نہ چیزے افزودہ است و نہ ہیچ کاستہ آنچہ کہ ذات زید است ایں صور را آنجا نامی و نشانے نیست تا باوے نسبتے از نسب جزئیت و اتحاد و حلول و سریان کنند بیت آن کماکان را انجا باید جست چہ در مرتبہ کہ او است تعالی چنانچہ عالم را پیش از ظہور آنجا گنجائش نبود بعد از ظہور ہم آنجا گنجائش نباشد فلا یزم یکون الآن کما کان۔ انتہی۔ **فائدہ (۳۵)** بر اختلاف معنی وجود و معنی وحدۃ الوجود و وحدۃ الشہود۔ بدانکہ در ماہیت وجود اختلاف است۔ صاحب رشحات از ملا عبد الغفور نقل میکند اختلاف است حکما و صوفیہ را کہ آں وجودے کہ مبدا آثار موجودات شدہ چہ وجود است شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی و قلیلے از صوفیہ و اکثرے حکما و متکلمین بر آن اند کہ آں صفتے است از صفات حق سبحانہ کہ افاضہ کردہ است بر موجودات و مسمے است بفیض وجودی و وجود عام و نفس الرحمن و غیر آں، و حضرت شیخ محی الدین ابن العربی و اتباع ایشاں و اکثر صوفیہ محققین و متقین از متقدمین و متاخرین و قلیلے از حکما و متکلمین بر آن اند کہ آں وجود کہ مبدا آثار شدہ ہم وجود حق است سبحانہ و تعالی شانہ کہ عین حقیقت خود است لا غیر۔ پس ہمہ ممکنات موجود بوجود واجب اند یعنی ذات را با اشیاء علاقہ معیت واقع است۔ کہ آں معیت مجہول الکیفیت است و ہیچ احدے از ارباب تحقیق از انبیاء و اولیاء و حکما ہے بر سر آں معیت و حقیقت و سے نبردہ اند غایتش آنکہ جمعے از افراد انسان مطلع شدہ اند بر سر معیت بقدر استعداد و قابلیت خود و تمثیلے کہ مشابہ ایں علاقہ است کہ بقدرے مناسبت دارد نہ آنکہ فی الواقع چناں باشد نسبت عارض است بہ معروض انتہی۔ و نیز در بعض وجوہ امر انتزاعی است۔ صاحب مکتوب مدنی مولانا رد دہلوی می نگارد۔ و قیل الوجود امر انتزاعی تتقوم بہ الماہیات و الجاعل لم یجعل الماہیۃ ماہیۃ و لا الوجود وجودا و لکن جعل الماہیۃ موجودۃ اقول ہذا قول صادق فی نفسہ خطأ بالاعتبار حصر معرفۃ الوجودیۃ و باعتبار ذکرہ فی مبحث الوجود الحقیقی فانا ندرک بالمحالۃ امرا انتزاعیا تنسبہ بالوجود و نصفہ بالماہیات و الاتصاف بہ اثر من آثار جعل الجاعل و مسبب لہ۔ و قیل الجاعل جعل الماہیۃ و اصدرہا من نفسہ و بعد اصدارہا نظر الناظرون الی بعض احوالہا من ظہور الفاعلیۃ و القابلیۃ و نحو ذلک فارتسم فی صحف بصائرہم عند ذلک صورۃ تسمی بالوجود اقول و ہذا ایضا قول صادق فی نفسہ خطأ بالاعتبار حصر معرفۃ الوجود فیہ۔ فانا ندرک قطعا امورا متمایزۃ فی الخارج نسمیہا بالاسماء المختلفۃ لاجرم انہا جعل الجاعل۔ انتہی۔ درین اختلاف وجود مولانا رد دہلوی در مکتوب مدنی حکم میفرماید۔ و الحق ان ہنا لک وجودات خاصۃ نسمیہا بالماہیات مخلوقۃ بین وجودین آخرین۔ احدہما الوجود الواحد الذی انبسط علی ہیاکل الموجودات و ہو متقدم علی الوجودات الخاصۃ و الوجودات الخاصۃ تنزلات و تعینات لبعض عمومہ و

حاصلۃ من ارتباط معلوم الانیۃ مجہول الکیفیۃ بینہ وبین الماہیات التی ہی شئون ہذا الوجود المنبسط وصورہ العلمیۃ وثانیہا الوجود المنتزع من ملاحظۃ الوجودات الخاصۃ اجمالا او تفصیلا واحد من ہذین القائلین اصاب الحق واخطا فی الاکتفاء بہ الایشفی علیلا ولا یطفی غلیلا وقالت الصوفیۃ القائلۃ بوحدۃ الوجود الشیء الذی یکون فی الخارج ویترتب علیہ الآثار الخارجیۃ لایخلو من ان یکون فی حصولہ فی الخارج دفع ترتب الآثار الخارجیۃ علیہ محتاجا الی ضم ضمیمۃ او لا یکون محتاجا الی ضم ضمیمۃ فالاول ہو الممکن والثانی ہو الواجب وقد اوردنا ہذہ الضمیمۃ ہو الوجود المنبسط علی ہیاکل الموجودات وہو شیء قائم بذاتہ مقوم لغیرہ ولیس متعینا فی نفسہ مختصا بنوع من الآثار المعلومۃ عند الناس لکن لیس متنزلا علما وعینا فبذلک التنزلات صار متعینا مختصا بآثار خاصۃ معلومۃ واول مراتب تنزلہ تجلیہ لنفسہ بنفسہ بشان کلی لایخرج عنہ شان البتۃ ثم تنزل الی فاضیل ہذا الشان الکلی فی العلم دون العین ثم تنزل فی تلک التفاصیل فی العین کما کان فی العلم انتہی ۔ اینست آنچہ اختلاف در معنی وجود کردہ اند ۔ اما اختلاف در معنی وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود آنچہ مولانا دہلوی در مکتوبات می نویسد ۔ اعلموا ان وحدۃ الوجود ووحدۃ الشہود لفظتان تطلقان فی موضعین فتارۃ تستعملان فی مباحث السیر الی اللہ عز وجل فیقال ہذا السالک مقامہ وحدۃ الوجود وذلک مقامہ وحدۃ الشہود ومعنی وحدۃ الوجود ہہنا الاستغراق فی المعرفۃ الحقیقۃ الجامعۃ التی تعین العالم فیہا بحیث تسقط عندہا التفرقۃ والتمایز التی معرفۃ الخیر والشر مبنیۃ علیہا والشرع والعقل مخبران عنہا معینان لہا انتہی بیان راوی ۔ وتارۃ یستعملان فیہ بعض السالکین حتی یخاصمہ اللہ تعالی منہ ۔ ومعنی وحدۃ الشہود الجمع بین احکام الجمع والتفرقۃ فیعلم ان الاشیاء واحدۃ بوجہ ومن الوجوہ کثیرۃ مباینۃ بوجہ آخر وہذا المقام اتم ورابع من الاول وہذا اصطلاح اخذنا نحن بعض اتباع الشیخ آدم البنوری قدس سرہ ۔ وتارۃ تستعملان فی معرفۃ حقائق الاشیاء علی ما ہی علیہ فنظروا فی وجہ ارتباط الحادث بالقدیم فوقع عند قوم ان العالم اعراض مجتمعۃ فی حقیقۃ واحدۃ کما ان صورۃ الانسان وصورۃ الفرس وصورۃ الحمار متواردات علی الشمع والطبیعۃ الشمعیۃ باقیۃ فی جمیع الحالات لاکن الشمع لایسمی باسم التماثیل الاتلک الصور المتواردۃ علیہ بل تلک الصور فی الحقیقۃ ہی التماثیل لکن لا وجود لہا الا بضم ضمیمۃ ہی الشمع ووقع عند آخرین ان العالم عکوس الاسماء والصفات الظہریۃ فی مرایا الاعدام المقابلۃ لتلک الاسماء کما ان القدرۃ یقابلہا عدم وہو العجز فلما انعکس نعوت القدرۃ فی مرایۃ العجز صارت قدرۃ ممکنۃ وعلی ہذا القیاس سائر الصفات والوجود ایضا علی ہذا الاسلوب فالمذہب الاول یسمی بوحدۃ الوجود والثانی بوحدۃ الشہود ۔ انتہی ۔ صاحب اصل الاصول مولانا شاہ عبد القادر فخری مبلاپوری درین مباحث سیر وسلوک معنوی ومرتبہ توحید حالی در اصل چیست میفرماید کہ مرتبہ توحید حالی صوفیہ را باید وتسم میشود تسم اول آنکہ در سطوت احدیۃ ذاتیہ این ہمہ کثرات مقہور ومحو میشود ومشہود حقیقت واحدہ باشد مثلا تمام زیور را بگداز ند ذہب خالص بے صورت مشہود شود وہمہ اسلحہ در روغ بگداز ند محض حدید مشہود باشد ۔ وہمہ صور موج وحباب وثلج وبرد برطرف شود وبحر ساذج مشہود باشد ۔ تسم ثانی آنکہ آن حقیقت واحدہ را درین کثرات مشاہدہ کند بے آنکہ این کثرت از نظرش مرتفع شود مثل مشاہدہ کلی در ضمن افراد ومشاہدہ ذہب در زیور ہا وحدید در اسلحہ وبحر در امواج وحبب وطین در اوانی یعنے صوفیہ را در سلوک خود محنت تسم ثانی پیش آید ۔ بعد ازان بشہود تسم اول فائز شوند ۔ پس دانند کہ آنچہ ما

اوّل مشہود گشت یعنی شہود وحدت در کثرت حقیقت نفس الامری است زیرا کہ آن حقیقت واحدہ را باکثرات احاطہ و معیت ذاتی است و آنچہ آخر مشہود گشت این اختفاء و استتار در شہود است فقط مثل استتار کواکب در سطوت نور آفتاب۔ و بعضے دیگر ہمو طنیہ را نیز ہمیں طور پیش آمد ایشاں گماں برند کہ آنچہ اوّل مشہود ما بود بسبب استیلاء محبت بود و است ؎ در و دیوار من آئینہ شد از کثرت شوق ۔ ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم ۔ والّا حقیقت واحدہ را باکثرات ہیچ ملابست و مخالطت نیست و آنچہ آخر مشہود گشت حقیقت نفس الامری است و ایں ان مرتبہ ترقی واقع شد و ہمچنیں بعضے صوفیہ چوں بمقام فنا تام رسند انتہا را شہود قسم اوّل میسر شود چوں بمقام بقاء سر فراز شوند بشہود قسم ثانی فرو آیند پس گویند کہ آں تجلی ذاتی الٰہی و سیر الی اللہ و فنا فی اللہ بود و است و ایں تجلی صفاتی و اسمائی و سیر فی اللہ و بقا باللہ است ۔ و بعضے دیگر را ہم ہمیں طور پیش آید ایشاں پندارند کہ آں شہود ذات بحت نفس الامری بود و ایں شہود وحدت در کثرت فقط در شہود ما است و نفس الامری نیست چنانچہ کسے تحدیق نظر در قرص شمس کند بعد ازاں بجانب اشیاء دیگر نظر اندازد۔ و شیخ ولی اللہ محدث کہ عمدۂ خلفائے سلسلۂ احمدیہ است در معات بعد از بیان راہ جذب میگوید۔ و چوں ایں قسم وحدت بر سالک منکشف شد راہ جذب طے کردہ معتقد توحید وجودی باشد یا نہ۔ تفصیلش آنست کہ یکے اوّلاً توحید صفاتی می یابد و بعد زمانے ازاں در میگذرد و بتوحید ذاتی میرسد و ایں معاملہ را توجیہ میکند باآنکہ نخست مغلوب شدہ بود م و تیوسیت واجب را بہ نسبت ممکن الخ دانستہ بود م چنانکہ در عالم منام کسے سبع را می بیند و آنجا ہیچ سبع نیست قوت غضبیہ وے است کہ بشکل سبع ظہور کردہ است و چوں ازیں مقام ترقی کرد و بتنزیہ افتاد و آنرا خلاص از ورطۂ تشبیہ دانست و دیگرے را ہم ہمیں صورت واقع شدہ آنرا توجیہ کرد و بآنکہ آن ظہور در سریان امر محقق است و آن استتار ثانیاً استبعاد است و در نظر فقط ثم قال ایں راہ امر متفق علیہ است ہیچ کس از او کیا و تکمل نبودہ است الّا باین راہ رفتہ اگر در تعبیر میان ایشان اختلاف باشد ؎ عبارتنا شتی و حسنک واحد ۔ و کل الی ذاک الجمیل یشیر ۔ و اگر مزید تحقیق خواہی طالب ذکی الذہن میتواند کہ ملخص کلام ایشاں منہم و اختلافہا و عبارات ہا بداں راجع کند انتہی۔ کلامہ انتہی۔ و نیز مولانا میلاپوری در اصل مذکور میگوید کہ معنی قول بوحدۃ الوجود آنست کہ در میان این وجودات خاصہ جامعہ نیست بلکہ ہمہ حقائق مختلفہ اند و ہمہ آثار فاعل واحد حقیقی کہ مقتضائے ذات او است و غیر این وجودات خاصہ بجمیع وجوہ اتم اکابر اولیاء را مرتبۂ توحید حالی حاصل میشود و در میں آثار فاعل این آثار را مشاہدہ کنند پس بسبب غلبۂ محبت مستہلک عشق است مثلاً کسے تحدیق نظر در قرص شمس کند تا آنچہ در حس مشترک وے صورت قرص شمس منطبع و راسخ شود پس ہر چیزے را کہ بیند اوّل مشہود وے قرص شمس شود پس گوید ما رایت شیئاً الّا و رایت الشمس قبلہ و بعدہ یا چوں نظر در خود افتد ہمچنانی ما اعظم شانی و لیس فی جبتی سوی اللہ و بعضی انا الشمس گویند و بفرض ورود بداہت عقل معلوم است کہ شمس ہرگز عین اشیاء نشدہ است قال بعض الصوفیۃ لذا ہو المشہور علی الالسنۃ من معنی وحدۃ الشہود و الکثی لست اطن بالاکابر انہم یقولون بمثل ہذا قالوا بل من تصدی لتحریر مذہبہم واللہ اعلم کما ادہم لا یقولون علیہ ان کون التوحید الحالی للجواہر و ہو الکمال الاقصی متفق علیہ عند جمیع الصوفیۃ فلو کان کذلک لزمہم ان یکون ریاضاتہم و مجاہداتہم آثار شہود غیر النفس الامری من تجمیل اغلاط الحس و قد قال اللہ تعالی والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا آیہ فحاشاہم

من ذالک۔ انتہی و نیز ملخص کلام مولانا میلا یورجی کہ در اصل مذکور میگوید آنچہ درمیان وجودات خاصہ جہتی است جامعہ وہی الوجود المبسط او الوجود العام اما باثبات فقل و نسبت وجود منبسط را ربط آن با وجودات خاصہ اگرچہ بحکم ولله المثل الاعلی از مثال محسوسات متعالی است اما تقریبا للذہن ہمچو ظہور صورت نوعیہ در افراد است یا ہمچو نسبت آب باموج وحباب یا ہمچو نسبت ذہب باحلی یا ہمچو نسبت طین با اوانی چہ بحکم ما من کثرۃ الا وقد منبسطہا الوحدۃ و بموجب کل متعین مسبوق باللاتعین باید کہ این وجودات خاصہ ظلال و اشراقات وجود منبسط باشند یا بگونہ ظہورات و تنزلات وے باشند یا بگونہ تقییدات و تعینات وے باشند چہ مفاد این ہمہ تعبیرات آنکہ وجود منبسط اصل است و وجودات خاصہ کہ حقائق اشیاء است فروع وے پس این خصوصیات بمنزلہ قوالب موہومہ باشند و متحقق بجز وجود منبسط ہیچ نیست زیرا کہ موجود را چوں تحلیل کنیم ماہیت و وجود و وجود را از ماہیت سلخ نمائیم فح من جمیع الوجوہ ہیچ نمی ماند مثلا از طین سبو سازیم و صورت سبو را در تصور از طین جدا نمائیم پس آن صورت را تحققی نبود و زیادہ از وہمی نباشد و عند الانتزاع چوں اشکالیم ہر اشے کہ ہست از طین بود ولیکن طین محتمل صور کثیرہ است اگر خواہیم کعب کنیم یا کرہ یا اشکال دیگر سازیم و این ہمہ اشکال بمنزلہ قالب است مر طین را و ہر یکے در حد ذات خود امر موہوم بود کہ باطلین او را نسبتے پیش می آید و بآں نسبت نام طین سبو میشود و احکام و خصوصیات سبو از طین ظہور می یابد پس آنچہ میگویند کہ عالم وہم و خیال است و اعیان ثابتہ بوئی از وجود نبوئیدہ است و مانند آں مراد ازین عبارات آنست صور عالم موجود نیست بوجودی کہ غیر این وجود منبسط باشد و وجود منبسط شامل این ہمہ صور بود و اضافت وجود حقیقی بسوئے صور عالم محض وہم و خیال باشد نہ آنکہ حقائق اشیا ثبوت ندارد و آتش و باد و آب و خاک و فرس انسان را حقیقتے نبود و مکلف را طاعت و معصیت و جزا و سزا و جنت و دوزخ نباشد معاذ اللہ من ذالک۔ ولیکن مراد آں عبارات بسبب دقت معنی و ضیق عبارت کما ینبغی واضح نمیشود و موہم خلاف مقصود بود و قول شیخ قدس سرہ الحق محسوس والعقل معقول از ہمیں مقام خبر میدہد بالجملہ وجود حقیقی یک ذات فائض البرکات بود و لا موجود الا اللہ متحقق باشد مثنوی ؎ ما عدم ہائیم ہستی ہائے ما ✤ تو وجود مطلق فانی نما ✤ نیست را بنمود ہست آن محتشم ✤ ہست را بنمود بر شکل عدم ✤ بحر را پوشید و کف کرد آشکار ✤ باد را پوشید و بنمودش غبار ✤ خاک را بینی بیالای عمیق ✤ باد را نی جز بتعریف و دلیل ✤ کف ہمی بینی روانہ ہر طرف ✤ کف بجز دریا ندارد و منصرف ✤ کف بجس بینی و دریا از دلیل ✤ فکر جہاں آشکارا قال و قیل ✤ نفی را اثبات می پنداشتیم ✤ دیدۂ معدوم بینی داشتیم ✤ لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال ✤ چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال ✤ ای عدم را چوں نشاند اندر نظر ✤ تا چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر ✤ آفریں اے اوستاد سحر باب ✤ کہ نمودی معرضاں را دُر و صاف ✤ پس ازاں باید دانست کہ ملخص کلام امام ربانی کہ در مکتوب صد و شصتم جلد اوّل میفرماید آنکہ مشائخ طریقت قدس اللہ تعالی اسرارہم سہ طائفہ آمد۔ طائفۂ اولی قائل اند بآنکہ عالم اشیا بحق سبحانہ در خارج موجود است و ہر چہ در ماست از اوصاف کمال ہمہ بایجاد حق است سبحانہ و طائفۂ ثانیہ عالم را ظل حق سبحانہ می دانند اما قائل اند بآنکہ عالم در خارج موجود است لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت و وجود اینہا قائم بوجود حق است سبحانہ کقیام الظل بالاصل و طائفۂ ثالثہ قائل اند بوحدت وجود یعنی در خارج یک موجود است و بس عالم را در خارج تحققی نیست عاین قائلہ

ہم عالم را خلق حق سبحانہ میگویند و ایں طائفہ واصل کامل اند علی تفاوت درجات الوصول والکمال۔ انتہی ملخصہ و طائفہ اولی را ایجادیہ گویند و ایں طائفہ ہمچو متکلمین قائل ہمہ اند وست بود و خلق و خالق را ہمچو مصنوع و صانع و نقش و نقاش و کوزہ و کلال و تصویر و مصور می داند۔ و طائفہ ثانیہ را شہودیہ خوانند و ایں طائفہ قائل ہمہ بدوست بود و خلق خالق را ہمچو عکس و شخص می داند چنانچہ عکس بدون شخص قیام ندارد ہمچنیں عالم بدون حق سبحانہ قائم نبود نزد ایں ہر دو طائفہ وجود ممکن بجمیع الوجوہ غیر وجود واجب است تعالی و تقدس۔ و طائفہ ثالثہ را وجودیہ نامند و ایں طائفہ قائل ہمہ اوست بود۔ طائفہ اولی قائل ایجاد است فقط و طائفہ ثانیہ با وجود اقرار ایجاد قائل انعکاس است و طائفہ ثالثہ با وجود اقرار ایجاد و انعکاس قائل است بمعیت وجود در صور۔ و صور را بدون ضم وجود نزد ایشان ظہوری و نمودی نبود۔ حاصل آنکہ نزد وجودیہ در میان وجودات خاصہ جہتی است جامعہ و ہی الوجود العام و ایں وجود عام تعالی و تقدس جوہر قیوم و جنس اعلی است و وجودات خاصہ بجمیع اجزائیہ دریں عین واحد وجود اعراض مجتمعہ اند و نسبت ایں جنس اعلی با وجودات خاصہ از نسب اربعہ مشہورہ نسبت عموم و خصوص مطلق است و نزد شہودیہ و ایجادیہ و بسیارے از علماء کلام در میان وجودات خاصہ جہتی جامعہ نیست و نسبت ایں جنس اعلی با وجودات خاصہ از نسب مذکورہ نسبت تباین است و نیز باید دانست کہ عالم نزد علماء ظاہر موجود بوجود اصلی است و نزد علماء باطن حیہ وجودیہ و حیہ شہودیہ موجود بوجود ظلی در نفی وجود اصلی شیخ ابن عربی و امام ربانی ہر دو متفق اند و در اثبات وجود ظلی نیز متفق لیکن شیخ وجود ظلی را در وہم و تخیل می انگارد و در خارج جز احدیت مجردہ موجود نمی داند و امام ربانی وجود ظلی در خارج اثبات می نماید۔ کذا فی المکتوب الاول من الجلد الثانی للامام ربانی۔ و نیز باید دانست کہ در موجود ظلی اقوال امام ربانی مختلف اند در مکتوب اول جلد ثانی و غیرہ میفرماید کہ عالم موجود خارجی است بوجود ظلی و در مکتوب چہل و چہارم جلد مذکور و غیرہ می نگارد کہ عالم موجودی است موہوم متفنن۔ از نجاست کہ مولانا دہلوی در مکتوب مدنی می طرازد۔ و اختلفت اقوالہ ای اقوال المجددی العالم فقال ہو موجود فی الخارج وجودا ظلیا۔ و قال اخری ہو موجود فی الوہم لا ان اللہ تعالی القتہ فی تلک المرتبۃ فصار موجودا متفننا۔ و نیز در مکتوب مذکور میگوید و کذلک اختلف اقوالہ ای اقوال المجددی ان العالم موجود خارجی بوجود ظلی او موہوم متفنن اختلافا قلیلا انتہی و از مقدمہ ہود ان الوجودات الخاصۃ متحققۃ بحیث یصدق منہا آثارہا سواء کان یشی ہذا التحقق وجودا خارجیا او وجودا وہمیا متفننا۔ و ان سالتنی عن الحق الصراح قلت ان الذات الالہیۃ من حیث ہی ہی اجل من ان یکون فی الخارج او فی الاعیان اذ الخارج اسم للنفس الرحمانی و فی الاعیان کنایۃ عنہ نعم للحق تجلی عظیم ہو فی الخارج و یتصف الحق بانہ فی الخارج او فی الاعیان بشرط ہذا التجلی۔ و ان سالتنی عن ہذہ الاقوال کلہا ما الحق علیہا الا من جہۃ التعبیر او من جہۃ ذکر شی فی غیر محلہ و الا فعلما یشیر صاحب کشف الی ما لیس لہ حقیقۃ اصلا انتہی۔ نیز باید دانست کہ در تائید اصل اسماء و فرعیۃ ممکنات در میان شیخ ابن عربی و امام ربانی خلافے نیست و وجدان ایں ہر دو اکابر یکے است اما ہر یکے از ایں دو اکابر ایں مقدمہ را بعبارتے دیگر تعبیر فرمودہ و امام ربانی بغلبۂ علمی و سہو بشری عبارت شیخ را بر خلاف وجدان خود حمل کردہ است ✦ از نجاست کہ مولانا دہلوی در مکتوب مدنی میفرماید من اراد التعبیر عن تاصل الاسماء و فرعیۃ الممکنات فی ہذہ المرتبۃ فلہ عبارتان کلتاہما صحیحۃ۔ احدہما ان حقائق الممکنات ہی الاسماء و الصفات متمیزۃ فی العلم۔ و الثانیۃ ان حقائق الممکنات ہی عکوس الاسماء

والصفات المنطبعة في الاعدام المقابلة لها ولا فرق بين العبارتين الا فرقا ضعيفا لا يعبأ به عند التفتيش عن حقائق الاشياء على ما هي عليه وبالجملة فالقول بان حقائق الممكنات عكوس الاسماء المنطبعة في الاعدام المقابلة لها ليس مخالفا لكلام الشيخ العربي واتباعه وكم لهم من تصريح او تلويح بهذا المعنى وقد اومأنا الى ادق المسئلة فلا حاجة الى نقل كلامهم والاطناب بسرد تصريحاتهم والقول بان حقائق الممكنات هي الاسماء بمعنى ان الاسماء هي المتاصلة في الوجود دلها ظل في الطرف المقابل يسمى باعيان الممكنات او بمعنى ان العارف له ربا من الاسماء وهو حقيقته التي يرجع اليها ليس مخالفا لكلام الشيخ المجدد ولو تشاجرا بين كثيرة من كلامه على كلامه فمحمل كلام الشيخ المجدد انه وجد بعض مقال الشيخ ابن العربي واتباعه فحمله على ما يخالف وجدانه وتلك فلتة علمية لامن له كشفية و الفلتات لا يخلو منها العلماء ولا يقدح علو مقامهم ان يوجد في بعض كلامهم قليلا فلتة انتهى ملخصه قال صاحب العقائد المجتهد يخطي ويصيب چوں خطاء امام الائمہ امام اعظم ابو حنيفہ كوفي رح وسائر مجتهدان والاشان در علو مقام ايشان ضرر ے ندارد پس خطاء امام ربانی كہ مقلد حنفی الست در علو مقام وے چرا ضرر خواہد داشت غرض میان وجودیہ وشہودیہ مباحثات وسطار حات طویلہ اند ایں مختصر گنجائش ترجمان آنہا ندارد بعد التتبع والتفتيش وتنقيح واقعی چوں عالم در نظر ہر دو طائفہ موجود ظلی است پس مال ہر دو یکے بود۔ لہذا مولانا دہلوی در مکتوب مدنی حکم میفرماید قد وقع عندنا ان المكاشفين صحيحان جميعا لكن القول بان وحدة الشهود على هذا المعنى۔ اى على ان العالم عكوس الاسماء والصفات المنطبعة في مرايا الاعدام المقابلة لتلك الاسماء والصفات لم يقل به الشيخ ابن العربي ہمو بل الشيخ واتباعه بل الحكماء ايضا يقولون بهما وذلك لان محصل هذا القول بعد التهذيب والتخليص من المجازات والاستعارات التي اوجبت صعوبة الفهم هو ان الحقائق الامكانية اضعف والنقص والحقيقة الوجوبية اتم واقوى بحيث يمكن ان يقال للحقائق الامكانية انها اعدام ظهر فيها صور الوجودات ولا خفاء ان هذا القول متفق عليه انتهى۔ درین مسئلہ وحدۃ الوجود تفاصیل دیگر اند قدرے کافی از انہا در غایۃ التحقیق فتوای فقیر تواں یافت۔ ونیز باید دانست کہ وجودیہ وشہودیہ وایجادیہ ہمہ علماء کلام ہمہ از اہل سنت وجماعت اند۔ در اختلافات اہل سنت عیب یکدیگر نباید کرد لقولہ علیہ السلام اختلاف العلماء رحمۃ۔ وہر یکے را بحال خود باید گذاشت فربکم اعلم بمن ہو اہدی سبیلا۔ درین اختلافات جزم یک جانب مجتہد لامیتر نیست تا بمقلد چہ رسد۔ تفصیل ایں مقدمہ از مقدمہ پنجم باید طلبید وآنچہ بعضے از عوام بر علماء وعرفائے کرام درین مسئلہ اختلافی طعنہ میزنند اصلے ندارد ونیز باید دانست کہ درین اختلافات صاحب الطاف قدس شاہ ولی اللہ دہلوی وصاحب قول الفصل شاہ شرف الدین تلمیذ دہلوی قدس سرہما قول فیصل دارند۔ خلاصہ اش آنکہ اعظم اغلاط قوم دریں باب آنست کہ گویند ہمہ اوست یا در میان لوازم عبودیت وربوبیت بون بائین بندد وتیشہ مانند حل ایں غلط موقوف بر بیان ہمین است سمعی کہ در سرعت نسبت وجود اند خاصہ با وجود وعام بود وسہمی کہ درمیان نسبت عام باذات بحث بود بیان شہود اول آنکہ ظہور بستی است میان ظاہر ومظہر وعلم ایں نسبت غیر حکم سائر نسبتہا است چہ ظاہر عین مظہر بجمیع اعتبارات وغیر او نیز بجمیع اعتبارات مانند نوع انسان نسبت افراد انسان اگر نوع عین افراد بودے من جميع الوجوه بايستى كه

انسان صحیح نشد ے چنانچہ ہذا احجر کہ صحیح نیست نوع انسان و نوع فرس بنسبت حیوان و حیوان و شجر بہ نسبت نامی و نامی و جماد بہ نسبت جسم و جسم و مجرد بہ نسبت جوہر و جوہر و عرض بہ نسبت وجود عام ہمیں حال دارد۔ پس بدیہی است کہ دریں مواضع مصداق حمل و مصداق تغایر ہر دو یافت میشود و دریں صورت احکام ہر دو قبیل را گنجایش بود عقول قاصرہ گاہے آں را از قبیل عین شئے گیرند من جمیع الوجوہ چوں بعض لوازم عینیت یافتہ نشود لنقض آں عقیدہ کنند و گاہ آنرا از قبیل غیر تراشند من جمیع الوجوہ چوں بعض لوازم غیریت بدست نیاید متحیر مانند عقول سلیمہ دانند کہ نسبتی است غیر نسبت عینیت و غیریت ہر چہ از خصوصیات اشیاء ناشئی شدہ ساحت وجود عام از غبار آں پاک است چنانچہ سواد لبشرہ و قصر قامت و لکنت زبان نوع انسان را ملوث نمی سازد ہر چند ایں اسود و اقصر و الکن انسان است ہر چہ از مرتبہ اطلاق من حیث المطلقیۃ سر برآوردہ خصوصیات نسبت نتواں کرد چنانکہ نوع بودن و کلی بودن و مطلق بودن بایں فرد نسبت نتواں کرد ہر چند مطلق در مقید است چوں دریں انواع مختلف خواص متنوعہ بدست می آید عقل بدستاویزان امور متغایرہ بحکم الاشیاء تعرف باضدادہا بثبوت انواع شتی جزم کند و ہیچ را از دیگرے می شناسد بخلاف وجود عام کہ غیر از چیزے محسوس و معقول نیست تا عقل را در وے تصرف بود و از غیر باز شناسد لہذا لطافت در لطافت و بساطت در بساطت است بحیرت چیزے بدست عقل نیاید۔ ازینجا است کہ معقولیان در میان جوہر و عرض حقیقت مشترک اثبات نکردہ و وجود عام را جنس اعلیٰ نہ شمردہ اند۔ منشا آں عدم حضور وجود عام است نزد عقل ایشاں ماخوذ نمی دانیم کہ یک حقیقت منشیح بدرشیح میشود گاہے در کسوت قیام بنفسہ ظہور کند و مستی بجوہر گردد و گاہے در لباس قیام بغیرہ برآید و مستی بعرض شود از نیرنگیہائے ہمیں معنی است جوہر شدن اعراض در عالم مثال و عرض شدن جوہر در موطن خیال و صدق صورت ذہنیہ بر موجود خارجی الی غیر ذلک مما لا یخفی ولیکن اہل ذوق بحاسۂ ذوق بطریق حضور الشی لذاتہ بذاتہ فی ذاتہ ادراک آں کنند و حقیقت را بوجہ من الوجوہ می دانند و بآں ناآشنا آشنا شوند۔ بالجملہ رنگی ازاں در عقل اہل ذوق می افتد۔ بیان سہ ثانی آنچہ میان وجود عام و ذات بحت نسبتی است معلوم الانیۃ و مجہول الکیفیۃ نہ نزل است بجمیع وجوہ نہ ظہور پس اشکالاتی کہ از ثبوت ہر حقیقت مفصلا زین حقائق ناشئی میشود آنجا مسموع نیست و آنرا در آں مرتبہ ورود نہ از اہل وجدان توہمی را چوں نظر نحو داند کہ وجود عام مشہود شد آنرا وجود نام نہادند۔ در وے آنقدر لطافت و بساطت یافتند کہ در اندیشہ عقل نگنجد ہموں را مبدأ المبادی زعم کردند۔ و ہر چہ از بساطت و لطافت کہ بایشاں رسیدہ بود بر آں وجود منطبق ساختند و در آں معرفت ابد الدہر ماندند و ندانستند ؎ ہنوز ایوان استغنا بلند است ؎ ہر کہ مقدمہ فیصری را بہ بیند ایں مذہب را روشن تر بداند۔ منشا ایں غلط آنست کہ بر وجود عام و بر وجہے از وجوہ او اکتفا کردن و بکنہ او نارسیدن اگر بکنہ وجود عام رسیدندے آں را مبدأ المبادی نہ گفتندے و جمیع را بر ماوراء وجود عام گذر افتادے ایشاں ذات بحت را مبدأ المبادی اوّل الاوائل دانستند و وجود عام را صادر اوّل و وجود منبسط علی ہیاکل الموجودات گفتند لیکن در احکام تفصیلیہ ہر دو را مخلوط کردند و بیک اسم مسمّی نمودند۔ و از جہت تسامح و تساہل تعبیر احکام ہر یکے را بدیگرے نمودہ ساختند

بعضے حقائق را با بعض خلط کردن و لطف بطن دیگر نہادن و بیک اسم مسمّی کردن رسم قدیم صوفیہ است ولیکن ہذا اوّل قارورۂ کسرت بعض تابعان ایشاں را بہ سبب این تسامح و تساہل اشتباہے واقع شد پنداشتند ہموں یک وجود است کہ باختلاف عبارات مختلف شدہ باعتبار تعلق بحقائق شتیٰ وجود عام است و باعتبار صرافت ذات بحت منتزاع ایں اشتباہ عدم تفرقہ است درمیان نسبتی کہ حقائق شتیٰ را با وجود عام بود و نسبتی کہ وجود عام را با مبدأ السادی بود۔ وگروہے کہ وجدان ایشاں تجلّی اعظم پیوستہ بود یا ببرہان عقلی صفات تنزیہ در واجب اثبات کردہ اند۔ یا بتقلید شرائع صفات تشبیہ اعتقاد نمودہ اند۔ ایں خواص را نہ در وجود عام یافتند و نہ در چیزیکہ اہل معرفت از ذات بحت بیان آوردہ مصداق آں دیدند بانکار ایں ہر دو نسبت پرداختند و ایں قدر محقق دانستند کہ ذات بحت باعتبار انتساب بتجلّی اعظم باو و ارتباط خاص او بعکوس انوار تجلّی اعظم منعکس شدہ اند احکام بسیار دارد و در شرایع بیانہائے محکم بود و مدار آں بر ہمان

ازیں میدان گذر نیست و ما را در آں نزد ایشاں ہیچ حجت نہ ہذا و اللہ اعلم بحقیقۃ الامور انتہیٰ خلاصہ کلامہا۔

فائدہ (۴۰)۔ قائلان وحدۃ الوجود چہ عرفا کرام چہ علما عظام و چہ شیعہ و حکما اعلام ہزارہا اند تفصیل چنداکابر آنہا از اجلّۂ التّابعین شرح ادلّۂ التوحید مولانا فخر علی مہائمی و نفحات ملا جامی و اخبار اخیار شیخ الہند محدث دہلوی و اصل الاصول مولانا شاہ عبد القادر فخری و غیر ہم باید طلبید کثرت اقاویل قائلاں از نقل آنہا بانع می آید۔ ناچار ایں فقیر نقل چند اقوال بعضے از علماء متاخرین کہ درین قرن سیزدہم گذشتہ اند غنیمت ایں سالہ می گرداند۔ قال بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی فی شرح التسلّم و لنور الکتاب بذکر الحکمۃ الحقۃ التی اوحی بہا الرّسل الکرام المخزون الصادقون و کوشف بہا اولیاء اللہ العظام لعلم ان الواجب سبحانہ موجود و ہو وجود بحت و ہو الموجود بنفسہ و ما سواہ لیس بشیء و العالم کلّہ شیون لہ تعالیٰ و تعینات لہ جلّ مجدہٗ و ہو تعالیٰ ظاہر فیہ و نفسہ واجب جاعل و المتعینات ممکنۃ مجعولۃ فالتعین الواحد ظہر فی الکثرۃ و الکثرۃ انما تغایرہ بالاعتبار لا وجودا و استعارۃ و الموجود حقیقۃ ہو سبحانہ فہو سبحانہ وجود مطلق لا بان یکون الاطلاق قیدا فیہ لیس بکلّی و لا جزئی و لا کثیر و لا شیء معہ سواہ و لا شریک لہ فی الوجود و ہو حق منزّہ فی نفسہ و واجب لذاتہ و ہو خلق مشبّہ بتعیّنات عدمیّۃ و الواجب لا یکون ممکنا و لا الممکن واجبا فہو جامع بین التشبیہ و التنزیہ و لیس منزّہا فقط کما علیہ الاشعریّۃ فانہ تقیید و لیس مشبّہا فقط کما علیہ المجسّمۃ فانہ تحدید و اللہ سبحانہ بریء منہما۔ قال سیّد الاولیاء رئیس الاتقیاء امام المتقین خلیفۃ اللہ فی الارضین الہادی للطالبین الشیخ الاکبر خاتم الولایۃ المحمدیّۃ الشیخ محی الملّۃ و الدین ابن العربی قدّس سرّہ و اذا قنا حلاوۃ کلامہ فی فصوص الحکم ۵ فان قلت بالتنزیہ کنت مقیّدا ✦ و ان قلت بالتشبیہ کنت محدودا ✦ و ان قلت بالامرین کنت مسدّدا ✦ و کنت اماما فی المعارف سیّدا ✦ فمن قال بالاشفاع کان مشرکا ✦ و من قال بالافراد کان موحّدا ✦ فایاک و التشبیہ ان کنت ثانیا ✦ و ایاک و التّنزیہ ان کنت مفردا ✦ فما انت ہو بل انت ہو و تراہ ✦ فی عین الامور مسرّحا و مقیّدا ✦ انتہی کلامہ الشریفۃ الحقّۃ قال المنکرون ان ذلک مخالف للعقل من وجوہ الاوّل یلزم اتحاد الواجب و الممکن و ہو محال بالضرورۃ و الثانی اتحاد الموجودات کلّہا بالحقیقۃ و ہو ایضا محال ✦ و الثالث ان ظہور الواحد فی الکثرۃ محال بالضرورۃ۔ قلنا اوّلا ان ذلک سلّمنا لکن المعلوم بنور الوحی عند الانبیاء و بنور المکاشفۃ عند الاولیاء و مخالفۃ العقل المتوسط لا تضرّ و العقل النورانی

غیر منقبض عنہ۔ وثانیاً ان وجوب المطلق مع امکان افرادہ لہ شواہد کثیرۃ کمفہوم احد النقیضین خانۃ واجب وافرادہ وہی کل واحد من النقیضین ممکن ولا استبعاد و مخالفۃ الموجودات بالحقیقۃ عالم لقیم علیہ دلیل ودعوی الضرورۃ غیر مسموعۃ کیف وانتم معترفون بتعسر تنقیح الحقائق بظہور الواحد فی الکثرۃ غیر متنع کان اکثرکم قائلون بوجود الکلی الطبیعی ومنکم من ادعی الضرورۃ فی ان الامر الواحد لا ینتزع من کثرۃ محضۃ فلا بد من امر واحد تشترک بین الموجودات ینتزع منہ الوجود وذلک الامر الواحد ہو الوجود الحقیقی والوجود واجب بالضرورۃ غیر قابل للعدم فلزم منہ القول بان الوجود واجب الوجود وحقیقۃ الحقائق والعالم کلہ شیون لہ تعالیٰ وتقدس عن التقیید وقالوا ثانیاً وذلک مخالف للشریعۃ الغراء اذ تلفظنا لا کیف والآیات القرآنیۃ والاحادیث النبویۃ مؤیدات لذلک منہا کلمۃ التوحید والتاویل بان المراد الالہ الحق موجود وما سواہ باطل تاویل فی اصول الدین فلا یسمع قال اللہ تعالیٰ وعجبوا ان جاءہم منذر منہم وقال الکافرون ہذا ساحر کذاب اجعل الآلہۃ الہاً واحداً ان ہذا لشیء عجاب نزلت حین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم قولوا کلمۃ تنجون بہا وتملکون العرب والعجم فقالوا بل عشر کلمات فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قولوا لا الہ الا اللہ فنفروا وقالوا اجعل الخلق الہ واحداً وانہ یجعل الآلہۃ الکثیرۃ الہاً واحداً وقال الآخرون ما سمعنا بہذا فی الملۃ الآخرۃ ان ہذا الا اختلاق وامشوا واصبروا علی آلہتکم ان ہذا لشیء یراد کما قص اللہ فی کتابہ وہم کانوا اہل اللغۃ والاسان فما فہموا ہو المراد المدلول وایضاً لم یکن ہذا الفہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ومنہا قولہ تعالیٰ ہو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ ومنہا انا بعث نوح علیہ وعلی نبینا وآلہ واصحابہ وسلم والصلوٰۃ والسلام یقوم اعبدوا اللہ ما لکم من آلہ غیرہ کما قال اللہ تعالیٰ وتقدس ارسلنا نوحاً الی قومہ فقال یا قوم اعبدوا اللہ ما لکم من آلہ غیرہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم کذا قال ہود وشعیب وصالح علی نبینا وآلہ واصحابہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام علی ما قص فی سورۃ الاعراف والقول بان المراد الالہ الحق غیر مسموع فانہ قول بعدم تبیین الرسل مرادہم فی اصول الدین وتعلل باتیان کلام ماول فی بدء الخطاب ومنہا قولہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیہم وکان ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوق ایدیہم ومنہا قولہ تعالیٰ آلہ مع اللہ بل ہم قوم یعدلون ومنہا قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو لم تذنبوا لذہب اللہ بکم ولجاء بقوم یذنبون فیغفر لہم وہو حدیث صحیح ومنہا قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکایۃ عن ربہ لا یتقرب العبد تقرب التوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وہذا ایضاً حدیث صحیح وبالجملۃ نور الوحی شاہد بذلک لاریب فیہ اللہم ثبت قلبی علی الایمان مدۃ الحیوۃ الدنیا وبعد الممات بمصدق نبیک وحبیبک ومصطفاک وآلہ الکرام واصحابہ العظام صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین انتہی۔ وسند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در اثنا عشریہ میفرماید عقیدہ جہار دہم آنکہ حقتعالیٰ در چیزے حلول نمی کند و در بدلے نمی آید۔ غلاۃ شیعہ ہمہ قائل اند بحلول او تعالیٰ در ابدان ائمہ حتی در بدن ابو مسلم مروزی صاحب الدعوۃ کہ زندیق بود بآن قائل شدہ و طرفہ ایں است کہ شیخ ابن مطہر حلی با وصف اینہمہ ما اینہا در کتاب نہج الحق قول بحلول را بصوفیہ اہل سنت نسبت کردہ حالانکہ ایشان حلولیہ را تکفیر میکنند و اینہمہ از نافہمی کلام

است مسئلہ وحدۃ الوجود را بسبب دقتے کہ دارد نفہمیدہ و بر حلول حمل نمودہ اند بنا بر دقیقہ فہمی علماء ایشان تواں دریافت ۔ ہمیں قسم دیگر مطالب غامضہ را کہ در کلام حضرات ائمہ واقع شدہ بسبب غلط فہمی مسخ و تبدیل نمودہ باشند و بعضے از فرق غلاۃ بنانیہ و نصیریہ و اسحاقیہ اتحاد بجائے حلول استعمال میکنند حالانکہ اتحاد مطلقاً باطل است و دلائل ذیل از ادلۂ بدیہیات است و شیخ علی بنا بر کمال دقیقہ فہمی قول اتحاد را نیز بسالکین اہل سنت منسوب کردہ حالانکہ مقصد ایشاں ازیں اتحاد یکے اندو معنی است نہ اتحاد حقیقی اوّل انحاق و اضمحلال انانت عبد نزد یکے ظہور نور حق تعالیٰ مثل حالتے کہ نور چراغ را نزدیک ظہور آفتاب بینند و عروض ایں حالت و ظہور آفتاب میشود و عروض ایں حالت و ظہور تجلی از قرآن مجید و اقوال عترت بر ظاہر است قولہ تعالیٰ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا و قولہ تعالیٰ فلما جاءہا نودی ان بورک من فی النار و من حولہا و سبحان اللہ رب العالمین و از اقوال عترت ظاہرہ قول حضرت صادق در مخاطبۂ ابو بصیر بروایت کلینی سابق گذشت کہ ان المؤمنین مرددۃ فی الدنیا قبل یوم القیمۃ الست تراہ فی وقتک ہذا و ایں معنی را شیخ ابن فارض مصری حال الاتحاد نیز بعبارۂ واضح نمودہ و گفتہ ؎ و جاء حدیث فی اتحادی ثابت ۔ و روایۃ فی النقل غیر ضعیفۃ ۔ یعنی بعد تقرب ۔ الیہ بنفل و ادا فرضیۃ ۔ و وضع تنبیہ الاشارۃ واضح ۔ یکنت لہ سمعا ۔ الخ و ظہور ظاہرہ ۔ و ایں حدیث صحیح قدسی ایں است لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا ۔ دوم آنکہ خود را مرائی و اندر مرآت ظاہر او شناسد چو ہمہ کہ بعض احکام ظاہر بمظہر منسوب گردد و بالعکس لکن وصفی کہ ۔ ۔ ۔

انکار اقاویل وحشت ناک میان رمضان شاہ وسول عشرت شمول نمود۔ مہربان من حقیقت الامر این است
کہ صوفیہ علیہ ازقدیم اشارات باین مسئلہ میفرمودند بوجہے کہ محتمل بتاویل بود گاہے بحکایت تاویل میتوان
کرد وگاہے محمول بسکری تواں داشت چنانچہ آنصاحب خود از چند بزرگ نقل فرمودہ اند لیکن بعد از
مرور طبقہ سلف وگذشتن پانصد سال از ہجرت نبویہ ایں حضرات دو فرقہ شدند جمعے کثیر آں اشارات را
بر حقیقت حمل کردند وقائل شدند باینکہ وجود واحد در مراتب وجوب وامکان وقدیم وحادث وخبیث وجسمانی و
مومن وکافر ونجس وطاہر ظاہر است لیکن ہر مظہر حکم جداگانہ دارد وفرق در احکام مظاہر ضروریست مومن را حکم
برنجات وکافر را بر قتل واسر وعلی ہذا القیاس در جمیع صفات متضادہ چنانچہ گفتہ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نکنی زندیقی ✽ وایں فرق وابستہ است احکام ظاہر شریعت چنانچہ مذکور شد حلال است اجتنابہ
حرام دیدن واجب التعظیم است رکاکت معاند واجب التحقیر وہر کہ فرق در احکام نکند در اصل وحدت وجود را ملاحظہ
نماید خلاف شرع والحاد ورزیدہ است وہمچنین وجود را کہ عین ذات حق است نزد ایشان باوجود ظہور در
مظاہر مختلفہ در مرتبہ احدیت صرف پاک ومنزہ است از تقائص ومتصف بکمالات۔ ونیز بدانند کہ تفاضل
مراتب کثرت باو عائد نمی شود چنانچہ شعاع آفتاب باوجودی کہ بر نجاسات می افتد نجس نمی شود وحقیقت
کلیہ انسان باوجودیکہ در مسلمان وکافر صالح وفاسق وعالم وجاہل ظہور کردہ خود نقصان نمی پذیرد وہمیں
مذہب صوفیہ بسیار وعلما ونامدار کردہ اند ودریں باب رسائل وکتب نوشتہ اند عمدہ آنہا از قادریہ شیخ اکبر محی الدین
بن العربی وشیخ صدرالدین قونیوی وشیخ عبدالکریم جیلی وشیخ عبدالرزاق جھجانوی وشیخ امام پانی پتی
رحمہم اللہ واز کبرویہ مولانا جلال الدین رومی وشمس الدین تبریزی رحمہما اللہ واز سہروردیہ شیخ فریدالدین
عطار رحمہ اللہ واز حضرات چشتیہ سید محمد گیسو دراز وسید جعفر مکی رحمہما اللہ واز نقشبندیہ خواجہ باقی باللہ و
عبیداللہ احرار ومولانا نورالدین جامی ومولانا عبدالغفور لاری وعلی ہذا القیاس شیخ عبدالرزاق کاشی وشمس الدین
قتباری وقیصری وسعیدالدین فرغانی وغیرہ ایشان گذشتہ اند وتصانیف ایں بزرگان موجود ومشہور است
چنانچہ بملاحظہ آنصاحب درآمدہ باشد۔ وجماعہ دیگر آں ہمہ اشارات را بر تاویل حکایت یا سکر حمل نمودہ انکار
وحدت وجود کردہ اند وگفتہ اند کہ وحدت وجود در بعضے اوقات بنظر سالک می آید بے آنکہ در حقیقت باشد
چنانچہ در روشنی آفتاب ہمہ ستارہا بے نور می شوند وبظہر نمی آیند حالانکہ در نفس الامر موجود اند۔ ونور ہم دارند
ولیکن در وقت نہار بسبب غلبہ نور آفتاب نور ایشہا مضمحل میگردد وہمچنیں است حال چراغ پیش شعلہ
پس کسانیکہ بتوحید صرف راہ زدہ اند توحید ایشان محض در شہود ودر نظر است بے آنکہ در وجود باشد وہمیں است
مذہب شیخ علاؤالدولہ سمنانی وجماعتے دیگر از قدماء ومذہب امام ربانی واتباع ایشان واین حضرات ہم در
اثبات این عقیدہ رسائل ومصنفات بسیار پرداختہ اند۔ چنانچہ معلوم خاطر شریف خواہد بود پس مامردم را کہ بعد
ازیں اختلاف پیدا شدہ ایم جزم باحد الطرفین نمی توانند شد پس سبیل مامردم ایں است کہ چنانچہ در مذاہب اربعہ
حق را دائر می انگاریم ومیگوئیم کہ مثلاً مذہب حنفیہ صواب یحتمل الخطا است ومذہب شافعی ومالکی وغیرایشان
یحتمل الصواب است ہمچنیں دریں دو مذہب توحید وجودی وتوحید شہودی اگر نظر بدلیل یک طرف راجح شود

آں طرف دیگر راہم ضلال و گمراہی نباید انگاشت کہ تضلیل و تکفیر جماعۂ کثیر از علماء نامدار و مشائخ لازم می آید آری اگر تقلید یکطرف غلو پیدا کردہ و فرق مراتب را از نظر انداختہ و یا از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ عابد را معبود و حادث را قدیم و ملوث را منزہ و حرام را حلال و نجس را طاہر انگارد البتہ از ملحدان و زندیقان میگردد و حاصل الکلام اینکہ اختلافیکہ درمیان است بسبب تفاوت توحید وجودی و توحید شہودی واقع شدہ مانند اختلاف نفی و اثبات و امر و نہی و خارجی نیست کہ تضلیل و تکفیر احد الجہتین از جانبین باشد بلکہ مانند اختلاف مذاہب اربعہ است آری ہر کدام از قائلان توحید وجودی یا از جادۂ اعتدال نہادہ نوبت بالحاد و زندقہ رساند البتہ ضال و گمراہ میگردد و ہمچنین اگر کسے از قائلان توحید شہودی یا از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ تکفیر و تضلیل جمع کثیر از علماء و صوفیہ نماید البتہ مطعون و ملام است ایں است حال مفصل دریں باب حالا احوال میان رمضان شاہ ملاحظہ نمایند اگر تقید شرع دارند و مردم را بر نماز و روزہ و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و رجاء و تقوی و صلاح دعوت میکنند پس از الحاد و زندقہ بسیار دور اند و اگر معاذ اللہ تقید احکام شرع نمی نمایند و مردم را باباحت و زندقہ دعوت میکنند پس قابل تضلیل و تکفیر اند و در کتب فقہی تو نیسند اگر در مسئلہ وجوہات چند باشند کہ موجب کفر اند و یک وجہ عدم کفر پس بر مفتی لازم کہ میلان بر عدم کفر کردہ باشد مگر قائل خود اتصریح وجہ کفر کردہ باشد و در فتاوی عالمگیری مرقوم است و در دیگر فتاوی معتبرہ نیز مرقوم و مسطور است اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و وجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذالک الوجہ الا اذا صرح بارادۃ توجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ ثم ان کان فی نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فہو مسلم و ان کانت فی نیۃ القائل الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی انتہی و اللہ یحق الحق و ہو یہدی السبیل السلام علیکم و قلبی لدیکم انتہی و ایضاً مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در جواب سائلے می نگارد وحدۃ الوجود حق و مطابق واقع است چرا کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ بر آں قائم است چنانچہ در رسالۂ اذالۃ التوحید شیخ علی معائی گجراتی مشروح و مبسوط است و علماء متکلمین ہم ایں مسئلہ را بمجی از دو وجہ است اول آنکہ بریں مسئلہ بسبب کمال دقت و باریکی شبہات عقلیہ و نقلیہ بسیار وارد میشوند در نظر آنہا حل آں شبہات میسر نشدہ ناچار بانکارش آمدہ ایں است حال سطحیان از متکلمین۔ دوم آنکہ ایں مسئلہ از اسرار است شرائع و ادیان موقوف بر دانستن ایں مسئلہ نیست بلکہ عوام را تلقین ایں مسئلہ موجب انفتاح باب الحاد است و اباحت و شرور و فساد است و مداہنت در امتثال تکلیفات میگردد پس بیان ایں مسئلہ بنابر دقت و باریکی آں ممنوع و محذور است و اسکات لسان ازاں واجب دانند چنانچہ در حدیث شریف وَاِذَا ذُکِرَ الْقَدَرُ فَامْسِکُوْا۔ وَاِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَامْسِکُوْا وَاِذَا ذُکِرَ النُّجُوْمُ فَامْسِکُوْا معلوم شد کہ تفصیل و تفتیش و تحقیق در امثال ایں مسئلہ دقیق منجر بضلال و اضلال میگردد و ایں است حال محققان متکلمین و معہذا ایں جماعہ در تصانیف خود ایماء اجمالی دادہ اند کما لا یخفی الی۔ و الرآزی و غیرہما من ائمتہ ہذا الفن اگر تفصیلش منظور باشد در کتاب تنبیہ المحجوبین مطالعہ باید کرد و بالجملہ انکشاف ایں مسئلہ در ابتدا بدلائل علمیات نبودہ است بلکہ بمحض موہبت و معرفت است و انکشاف ایں بر تحصیل و کسب نیست بلکہ بر ورود حالات و واردات آدمی اگر کسے بقاہر لطف براو لیاء اللہ کہ بایں مسئلہ متکلم شدہ منظور افتد و خواہد کہ در جناب ایشان منتقا

وہ در رسائل توحید نظر کند تا بر دلائل عقلیہ و نقلیہ وقوف یافتہ اعتقاد فاسد در جناب ولیا، اللہ پیدا نہ شود مضائقہ ندارد و الا مسلک در ریاضت این مسئلہ بر نہج عقلی نیست و ہمیں گفتہ اند کہ ہو طور وراء طور العقل نیز گفتہ اند قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید و ہمانا ہنوز بایں مرتبہ نرسیدہ است و نہ عالم منکشف شدہ مکلف است بآنکہ اجمالاً بداند کہ صوفیہ صافیہ چہ گفتہ اند حق است و ہم مرد باید ہر مسئلہ مثل ایں بتشابہات قرآن و نیز بداند کہ علمائے متکلمین کہ اعتماد بر قول آنہا است انکار صریح نکردہ اند بلکہ سکوت و زیدہ اند و از بیان آن ہم درگذشتہ اند للوجہ الذی ذکرناہ و آرے مقلدان علمائے متکلمین ہمیشہ ایشاں را انکار گمان کردہ اند مثل آنکہ غزالی و قاضی عضد و دیگر متاخرین لیکن معلوم است کہ ورین با مقتدایان خود امام غزالی امام رازی و امثال آنہا اند متاخرین انتہی و ایضاً مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در رسالۂ الحیہ میگوید۔ فہا انا اشرع المقصود متوکلاً علی المالک المعبود اذ ہو المقصود وہو المشہود دلیل ہو الموجود فی دار الوجود اسمع الحق من فمہ العبارۃ لیس فی الدار غیرہ دیارہ انتہی۔ و مولوی اسمٰعیل دہلوی در رباب دوم صراط مستقیم ہمیں طرز دچونکہ تا آخر خم کتاب فصل الخطاب مولوی قطب دہلوی

فصل سوم ۔ (اہل ظاہر شریعت اور مشائخ صوفیہ اہل طریقت کی توحید کے فرق و کلمۂ توحید کی تحقیق کے بیان میں)

واضح ہو کہ اہل ظاہر شریعت صرف من حیث الصفات توحید کے قائل ہیں و من حیث الذات والوجود توحید و وحدانیت کے منکر ہیں یعنی صفات لازمۂ معبودیت میں اللہ تعالیٰ کو لاشریک مانتے ہیں اور معبودیت کی کسی ایک صفت میں خدا کے ساتھ غیر خدا کو شریک سمجھنا شرک فی المعبودیۃ الالوہیت سمجھتے ہیں اور خدا کی ذات و وجود میں غیر خدا کو شریک ٹھیرانا انکے پاس شرک نہیں ہے صرف تعدد معبود کو شرک سمجھتے ہیں تعدد موجود کو ہرگز شرک نہیں سمجھتے ہیں اسلئے اہل ظاہر کی توحید کیواسطے صفات سے مقید ہے اس توحید مقید سے صرف شرک مقید کی نفی و تردید ہو سکتی ہے شرک مطلق کی نفی و تردید نہیں ہو سکتی یہ توحید ظاہری موجب نفی مثل حق ہے متلزم انعدام غیر حق نہیں ہے جیسا کہ لیس کمثلہ شیء کوئی شئی خدا کے مثل نہیں ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین اللہ برکت والا تمام خالقین سے احسن ہے خالق کی جمع خالقین ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سوائے دوسرے بھی خالق ہیں مگر احسن الخالقین ہونیمیں کوئی خدا کا مثل نہیں ہے۔ واللہ خیر الرازقین دوسرے بھی رازق ہیں مگر خدا کے مثل خیر الرازقین کوئی نہیں ہے وہو ارحم الراحمین دوسرے بھی راحم ہیں مگر خدا کے مثل کوئی ارحم نہیں ہے اسطرح تمام صفات مختصہ معبودیت میں اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ سمجھنا توحید ہے اور کسی غیر اللہ کو ان صفات معبودیت میں کسی کے مثل و شریک سمجھنا شرک شریعت ہے اس توحید سے عبد و رب میں ذاتاً غیریت حقیقی ثابت ہوتی ہے اسطرح پر کہ ذات حق خالق و رازق ہے اور ذات عبد مخلوق و مرزوق ہے ہر دو میں ربط ایجادی و تخلیقی ہے ہر دو حقیقی غیر یکدیگر ہیں اور کسی جہت سے بھی کسی جزء میں عینیت تحقق نہیں۔ وہ نری غیریت حقیقی کہ قائل ہیں اور کلمۂ طیبہ توحید لا الٰہ الا اللہ کو اپنے دعوی پر دلیل گردانتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ لا حرف نفی ہے الٰہ اسم ہے لا کا اور موصوف ہے اسکی صفت محذوف ہے یعنی ما یستحق العبادۃ الا اللہ یعنی غیر اللہ اور لا کی خبر محذوف ہے یعنی موجود مطلب یہ ہوا کہ ایسا الٰہ جسکی عبادت شرعاً جائز ہو بجز اللہ کے کوئی دوسرا موجود نہیں ہے اہل ظاہر کی دوسری تاویل یہ ہے کہ لفظ الٰہ کو موصوف اور اسکی صفت یعنی محذوف مقدر مانتے ہیں۔ اسکا مفہوم یہ بتلاتے ہیں کہ معبود برحق اللہ کے سوائے کوئی نہیں فائدہ:۔ ابتدائی خطاب میں کفار کیساتھ ایسا استدلال ان مغلق پیچیدہ کلام کرنا خلاف عقل و نقل ہے مشائخ صوفیہ کی توحید مطلق و کامل و حقیقی توحید ہے اور من حیث الصفات و من حیث الذات ہر طرح سے انکے پاس توحید ثابت ہوتی ہے جسطرح سے تعدد معبود اہل ظاہر کا

شرک ہے صوفیہ کے پاس بھی اور اوسکی علاوہ تعدد موجود بھی شرک ہے کیونکہ جبتک غیر اللہ کے شرک کی نفی و تردید ہوگی تو غیر اللہ کے معبود ہونیکی نفی و تردید بھی بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی اسلئے کہ معبودیت وغیرہ جملہ صفات وجودیہ کا ثبوت و تحقق وجود پر موقوف و منحصر ہے جب غیر اللہ کا وجود ہی نہ ہوگا تو اوسکا معبود ہونا بھی ثابت نہ ہوگا یہ توحید حقیقی صوفیہ کی کامل درجمیع اقسام شرک کی نفی و تردید پر شامل ہے صوفیہ کے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ علمنا ہذا مقید بالکتاب والسنۃ ہمارا یہ علم توحید و تصوف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مقید و مشدد ہے کیونکہ کلمہ طیبہ توحید لا الٰہ الا اللہ قرآن شریف کی آیات محکمات میں سے ہے جسمیں تاویل کی گنجائش نہیں اگر لا الٰہ الا اللہ کی آیات متشابہات سے اور تاویلی کلمہ فرض کیا جائے تو توحید کی تبلیغ و دعوت میں خدا کی حجت بندوں پر قائم نہ ہوگی بلکہ بندوں کی حجت خدا پر غالب رہیگی اسطرح عرض کرینگے کہ خداوندا تو نے ابتک کسی آیت محکمہ اور دلیل قطعی کو نہیں بھیجا جو توحید کی تبلیغ نہیں فرمائی اور ایک تعقید لفظی و معنوی والا پیچیدہ تاویلی کلمہ بھیجا جو آیات متشابہات کی ہے ہمکو تیری توحید ہی حسب مفہوم نہ ہوئی تو پھر بلا اتمام حجت و تکمیل دعوت و تبلیغ توحید عدم تصدیق و عدم ایمان پر عذاب و عقاب عدل و انصاف کے خلاف ہے پس فللہ الحجۃ البالغۃ کے موافق خدا کی حجت بندوں پر غالب و بالغ نہ ہوگی اسلئے کلمہ طیبہ توحید کو آیت محکمہ سمجھنا ضروری ہے اسکے معنی مقتدر بلا تاویل یہ ہیں کہ نہیں ہے کوئی الٰہ غیر اللہ کا لا حرف نفی جنس ہے جسکا الٰہ کی نکرہ منفی کو عام کرتا ہے یعنی کوئی الٰہ لا اسم ہے منصوب اور مستثنےٰ منہ ہے نکرہ ہے اور لا کے نفی کے تحت میں داخل ہونیسے اور زیادہ عام ہوا یعنی کوئی الٰہ اعم از اینکہ آلہ حق ہو یا باطل) غیر اللہ نہیں ہے الا حرف استثناء ہے یہاں صفت یعنی غیر کے معنی میں ہے اور الا نفی جنس کی خبر واقع ہے جو مرفوع ہے جیسا کہ اسکی تفسیر حدیث صحیح میں غیر کے رفع کے کیساتھ ثابت ہے لا الٰہ غیرُ کل و غیرَ کو الٰہ منصوب مذکور کی صفت قرار دیکر لا کی خبر کو افعال عامہ میں سے محذوف ماننا غلط ہے کیونکہ صفت و موصوف میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے کیونکہ الٰہ نکرہ منصوبہ کو موصوف اور غیر کو صفت قرار دینا قاعدہ عربیت کی خلاف ہے کل سے کلا ہو کر مرجع ضمیر طرف سالبہ کلیہ اور موجبہ کلیہ کے ہے یعنی لا شیٔ من الآلہۃ غیر اللہ سالبہ کلیہ و کل آلہۃ من اللہ موجبہ کلیہ مخصصہ للتوحید لا الٰہ الا اللہ کلمہ و بینہ سبحانہ و تعالیٰ بعبارۃ الحکم کما حققہ اکابر الصوفیۃ یعنی جبکہ الٰہ حق حقیقی واجب تعالیٰ اور آلہۂ باطلہ مخلوقہ کے درمیان اتحاد یگانگی و عینیت آیت محکمہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی عبارۃ النص سے ثابت ہوئی تو اللہ تعالیٰ اور دوسرے اشیاء غیر آلہہ باطلہ کے درمیان میں بھی عینیت دلالۃ النص سے کہ یہ بھی محکمہ میں سے ہے ثابت ہوئی کیونکہ الٰہہ باطلہ اور غیر آلہہ ہر دو بھی مخلوق و ممکن خاص ہونیمیں مساوی ہیں حقتعالیٰ کیساتھ تمام عالم آلہہ و غیر کی عینیت کی دوسری وجہ بھی ہے کہ آلہہ معبود کو کہتے ہیں اور لغت میں معبود اسی ہر وہ شیٔ مراد ہے جسکے سامنے کوئی دوسری شیٔ حقیر و ذلیل ہو عالم میں کوئی ایسا موجود نہیں جسکے سامنے دوسرا موجود جو اُس سے ادنیٰ ہو متذلل نہ ہو بلکہ ہر موجود اعلیٰ کے سامنے اسی جواد نیٰ و اسفل ہوگا حاضر و ذلیل ہوگا اس اعتبار سے تمام موجودات عالم پر آلہہ کا اطلاق جائز ہوا اور آلہہ کا معنی موجود ہوا اور کلمہ کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی موجود غیر اللہ نہیں ہے یہ بحکم ما یشغلک عن ربک فہو صنمک جو چیز تجھکو تیرے رب ہی باز رکھے وہ تیرا صنم و معبود ہے کوئی ایسی شیٔ نہیں ہے جو مرآۃ وحدۃ الوجود سے سالک کو باز نہ رکھتی ہو اس اعتبار سے بھی ہر شیٔ کا صنم اور آلہہ ہونا ثابت ہوا اور کلمہ طیبہ کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی معبود اور آلہہ اور بت اور صنم غیر اللہ نہیں ہے صوفیہ کی توحید وجودی یعنی اعتقاد وحدۃ الوجود حق و صحیح مطابق واقع کے ہے جسپر اہل عقیدہ نقلیہ قائم ہیں۔ کلمہ طیبہ توحید لا الٰہ الا اللہ کسقدر صاف و صریح ہے کہ کوئی الٰہ غیر اللہ نہیں ہے خلق و حق پر غیریت کی نفی

اور عینیت کا اثبات کرتا ہے کہ ہر شئی عین اللہ ہے حضرت آدم سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہم وسلم اجمعین تک جملہ انبیاء کی یہی توحید تھی اور اسیکی دعوت و تبلیغ کرتے تھے اپنی قوم کو فرماتا ہے ان اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ تم ایسے اللہ کی عبادت کرو کہ تمہارا کوئی الٰہ و معبود اس اللہ کا غیر نہیں ہے بلکہ ہر الٰہ و ہر معبود (جسکی الوہیت و معبودیت کا تم گمان کرتے ہو) عین اللہ ہے اور ہر صورت و مورت و مظہر و مجلی و صنم و وثن میں وہی اللہ پاک معبود ہے مظہر و مجلی کی عبادت مت کرو بلکہ اس معبود حقیقی کی عبادت کرو جو ان تمام مظاہر و مجالی میں ظاہر و جلوہ گر ہے گو بت پرست لوگ بت پرستی اور صورت پرستی میں گرفتار اور معبود حقیقی سے غافل ہیں مگر یہ سمجھتا ہے کہ میں بت کی پرستش کر رہا ہوں اور اس راز سے واقف نہیں ہے کہ بت کی حقیقت کیا ہے اور بت کی صورت میں کس معبود کی عبادت کیجا رہی ہے بحکم وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ مالک الملک نے فیصلہ فرمایا ہے کہ بجز اسکی ذات پاک کے کسی غیر اللہ کی عبادت و پرستش کیجائے تو پھر کسی نہ قانون اور ہاتھ کو کرہا و ایبہ جون کے مطابق مسجد میں میکدہ میں کعبہ میں بتکدہ میں تیرا ہی تذکرہ ہے تیری ہی گفتگو ہے اسی ایک معبود حقیقی کی عبادت کیجا رہی ہے خدا پرست خوشی کیساتھ خدا پرستی کرتا ہے اور بت پرست کرہا عبادت حق کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے زعم فاسد میں بت پرستی سمجھتا ہے چونکہ در اصل بت کو وجود نہیں ہے بت میں بھی وہی ایک معبود حقیقی کی عبادت اس بت پرست کی ہے اللہ کے خلاف کرنا ادا ہو رہی ہے اگر کافر بت آگاہ گشتے چرا دین خود گمراہ گشتے مسلمان گر بدانستے کہ بت چیست و بداشتے کہ دین در بت پرست چیست اگر کافر بت کی حقیقت سے واقف و آگاہ ہوتا تو حقیقت پرست ہوتا صورت پرستی کرتا گمراہ ہوتا اسیطرح اگر مجازی مسلمان بھی بت کی حقیقت سے واقف ہوتا اور بت و غیریت تمام عالم کو عین اللہ سمجھتا تو مسلمان حقیقی ہوکر بت پرستی کو خدا پرستی سمجھتا کیونکہ بت تو معدوم و باطل ہے اور مظہر عبادت الٰہی ہے اس بت کیصورت میں بت حقیقی معبود حقیقی جل مجدہ کی عبادت ادا ہو رہی ہے جو لا الہ الا اللہ کا مفہوم حقیقی ہے قولنا الحق لا الہ الا اللہ یعنی ابو یزید عارف آگاہ کا یہ خوانند مشتر کانش خدا گرچہ باشد زفرط جہل و عمی نیست آن در حقیقت از حق جدا بود عین ہستی مطلق در میان نیست انکار خلق فارقی جز تقید و اطلاق پس کلمہ توحید کا صحیح مفہوم بلا تاویل یہی ہے کہ کوئی موجود غیر اللہ نہیں ہے ہر شئی عین اللہ ہے کفار عرب کلمہ طیبہ سے وحدۃ الوجود کا مطلب سمجھکر تو کیا اور اہل اللہ ان بدقسمتی کی تفصیل اسی کتاب کے صفحہ ۶۱ پر مرقوم ہو رہی ہے پس جو لوگ مسئلہ وحدۃ الوجود کو شیخ کامل سے تحقیق کرکے یا وحدۃ الوجود وحدۃ الوجود کا معنی غلط و خلاف واقع سمجھے ہیں جسسے انکے دلوں میں ہزاروں شکوک و شبہات پیدا ہوتی ہیں اور مسئلہ وحدۃ الوجود کو خلاف شریعت سمجھ کر انکار کر دیتے ہیں حالانکہ سراسر خلاف شریعت نہیں بلکہ تمام انبیاء کی توحید یہی وحدۃ الوجود کی تصدیق ہے اہل ظاہر نے اپنی تاویلات فاسدہ و تسویلات کاسدہ سے کلمہ طیبہ کو کلمہ خبیثہ بنا رکھا ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ کو لا الٰہ الا غیر اللہ قرار دیا ہے یعنی کوئی الٰہ عین اللہ نہیں ہے مگر غیر اللہ ہے کیونکہ وہ اہل ظاہر عبد و رب میں محض غیریت حقیقی کے قائل ہیں عینیت وجودی عبد و رب کے منکر ہیں تنزیہ محض کے قائل ہیں در تشبیہ کے منکر ہیں حالانکہ ہمہ اوست اور ہمہ از اوست دونوں کا مفہوم و مقصود ایک ہے جو پیر کامل کے ارشاد سے راز حقیقت منکشف ہوگا حضرات محققین صوفیہ وجودیہ قدست اسرارہم کا ارشاد ہے کہ اللہ اس ذات پاک کا نام ہے جو تشبیہ و تنزیہ کا جامع اور جمیع صفات کمالیہ کا مجمع ہے اور یہ ہمہ اوست کے قائل ہیں ہمہ اوست جو در اصل یعنی ہمہ از اوست ہی تمام انبیاء و اولیاء کی یہی توحید و تعلیم ہے اور یعین شریعت محمدی ہے متکلمین اہل ظاہر کے قواعد و عقائد مقررہ کا نام شریعت نہیں ہے کہ مسائل تصوف انکے قواعد کے خلاف معلوم ہونیسے خلاف شریعت سمجھا جاوے

لا الٰہ الا اللہ کو جو آیت محکمہ ہے آیات متشابہات سے سمجھ کر اسمیں بیجا تاویل کرتے ہیں اور اس سے عبد و رب کی محض غیریت حقیقی ثابت کرتے ہیں حالانکہ اسی نفی غیریت عبد و رب و اثبات عینیت خلق و حق کیلئے ارسال رسل و انزال کتب کیا گیا ورنہ ان اہل ظاہر کو بھی توحید فی الالوہیت و توحید فی العبادۃ کے مشرکین عرب بھی قائل و معتقد تھے وہ بت کو خدا سمجھکر تعظیم و پرستش نہیں کرتے تھے ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ اور اللہ کو خالق السموات والارض سمجھتے تھے ولئن سالتھم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ پس محض شخص ایک معبود برحق پر ایمان رکھے زمین و آسمان کا خالق و رازق اللہ ہونیکی تصدیق کرے جیسے اہل ظاہر کیطرح وہ بھی مومن و مسلم ہوگا شرک نہ ہوگا کیونکہ مشرکین عرب اور اہل ظاہر متکلمین کے ایمان و اعتقاد میں کچھ فرق نہ تھا بعد توحید معبود کو شرک اور توحید معبود کو ایمان کہنا ہر دو فریق کے برخلاف ہے پس جبتک وحدۃ الوجود پر ایمان و یقان حاصل نہ ہو ایمان حقیقی و توحید حقیقی حاصل نہ ہوگی توحید ظاہری صرف مجازی توحید ہوگی جو ایسی توحید و ایمان ظاہر کی حالت میں بھی شرک باقی رہتا ہے اور یا ومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون اکثر لوگ بظاہر ایمان رکھتے ہیں مگر اس خلط کیساتھ کہ وہ مشرک ہوتے ہیں جس ایمان کیساتھ شرک بھی باقی رہے وہ اہل ظاہر کا ایمان ہے جسمیں شرک مطلق کی نفی و تردید نہیں ہوتی اور ہم شرک مطلق کی نفی و تردید پر مامور ہیں لا تشرکوا بہ شیئا تفسیر ابن عربی رحمہ اللہ میں آیت مذکورہ کی تغییر سطح تو ہوئی الٰہی باثبات وجود جبکا مطلب ہوا کہ کسی شئی کو وجود ثابت کرکے خدا کیساتھ شرک فی الوجود مت کر و شرک فی الوجود بھی شرک فی الذات شرک فی الصفات سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے حالت ایمان میں بھی وجود غیر اللہ کا شرک خفی فی الصفات و الذات الشرک اظلم عظیم سے بھی شرک خفی وجود غیر اللہ مراد ہے چنانچہ عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب آیت الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم تا آخر الآیۃ نازل ہوئی یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کا لباس نہ پہنایا الخ تو اصحاب رسول اللہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہم میں لیا کون شخص ہے جسنے ظلم کیا ہو تب اللہ عزوجل نازل فرمایا کہ ظلم سے یہاں شرک مراد ہے ان الشرک لظلم عظیم حقیقی شرک ظلم عظیم ہے عن عبد اللہ قال لما نزلت الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اینا لم یظلم فانزل اللہ عزوجل ان الشرک لظلم عظیم پس صوفیہ کی توحید وجودی توحید مطلق ہے جس سے شرک مطلق کی نفی و تردید ہوتی ہے شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے چار شرک دفع ہوتے ہیں کلمہ طیبہ توحید کے راز پر طریقت سے سمجھو تو معلوم ہوگا کہ شرک الحاد و حلول و اتحاد سے پاک و مصفا توحید حقیقی ہے جسکے دو رکن ہیں عینیت حقیقی عبد و رب اور باوجود عینیت حقیقی عینیت حقیقی عبد و رب مسئلہ عینیت و غیریت کا اجتماع ضدین کیطرح محال معلوم ہوتا ہے لیکن پیر کامل الارشاد جامع الاضداد مشکل کشائی کریگا تو نہایت آسانی سے مسئلہ مفہوم ہوگا صوفیہ عالم کو من وجہ عین اللہ اور من وجہ غیر اللہ کہتے ہیں مثل اہل ظاہر غیریت عبد و رب کے بھی قائل ہیں اور باوجود غیریت حقیقی عینیت حقیقی کے بھی معتقد ہیں ملحدین اہل ظاہر کے برعکس نہ عینیت عبد و رب کے معتقد ہیں شریعت کی تکلیف غیر ضروری سمجھتے ہیں **فائدہ** بعض کتب صوفیہ میں عینیت حقیقی اور غیریت اعتباری جو مرقوم ہے اس سے اعتبار و اتمی مراد نہیں بلکہ اعتبار معنی و فرضی ہے غیریت عبد و رب موقوف علیہ ہے بلکہ عبد و رب میں جسطرح عینیت حقیقی ہے اسیطرح عبد و رب میں غیریت حقیقی واقعی ہے چنانچہ عبد و رب حقیقی غیر یکدیگر ہیں تو تکلیف شریعت بھی ضروری جنت و دوزخ کا حق ہونا و جملہ احکام و شرائع ثابت ہوئے اور باوجود وحدۃ الوجود کی پکا فرض شریعت کا ادا کرنا بھی کیا جاتا ہے تو الیسی توحید وجودی ہرگز شریعت کے مخالف نہ ہوئی یہ تمام اسرار و حقائق و معارف پیران طریقت جال اللہ کو ارشاد سننے سمجھنے سے حاصل ہونگے صرف کتب بینی و مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی العلم بالتعلم رواہ البخاری جبکہ کلمہ طیبہ توحید لا الٰہ الا اللہ سے اور انما الٰھکم الٰہ واحد الٰھنا والٰھکم واحد اور فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور ھو الاول والآخر والظاہر والباطن اور ھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ اور اللہ نور السموات والارض اور سنریھم اٰیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق وغیرہا آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے تمام علماء

اللہ کیساتھ عینیت و یگانگی واتحاد وجودی ثابت ہوا اور صوفیہ کے پاس عبد کی عینیت ایمان کی رکن ہو تو پھر انا انت اور انت انا میں کیا فرق ہوا اور تو میں ہے انا اور انا ہوا اور ہوا انا ہوا انت اور انت ہوا میں ہوا اور وہ میں ہے اور وہ تو ہے تو ہے جسطرح چاہیں تعبیر کریں ایک ہی سر کی یہی خطابت کو کر سکتے ہیں اور عینیت وجودی عبد و رب کے بیچ اتحاد تعلق کی کیفیت ہی خطاب ہے بیشک وشبہ جانہ و صحیح و مطابق عقیدہ صحیحہ صوفیہ صافیہ ہے جیسے آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ شاہد و ناطق ہیں جسکا ہوا انا غیر کل ضمائر کا مرجع حقیقی وہی ایک موجود حقیقی وحدہ لاشریک ہے کہ اور بجز حق کے دوسرا کوئی موجود ہی نہیں جو ان ضمائر کا مرجع حقیقی بن سکے تو پھر انا انت و انت انا کہنا اور کہنا انا عبدہ و عبدہ انا صحیح و بیشک بالکل صحیح ہے بعض کتب صوفیہ مثل تمہیدات التنزلات و اسرار التوحید وغیرہ میں جو انا انت و انت انا کو صاحبان قدس سرہم نے بیان کیا ہے اور محدثین اہل ظاہر کے کتب احادیث میں حدیث مذکور کہ ہونیسے بعض منکرین تصوف صوفیہ کا انا انت و انت انا کو قول مردود و باطل کہنا خود باطل ہے کیونکہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں حدیث قدسی یا محمد انا انت و انت انا کو ہونیسے احادیث مذکورہ کا حدیث قدسی ہونا قطعی و یقینی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا اسلئے کہ بخاری وغیرہ محدثین نے خود اقرار کیا ہے کہ بہت سی صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے اور ہزاروں کمزور حدیثیں لکھ گئے ہیں تو پھر کیا محدثین کے متروک و تالف شدہ احادیث صحیحہ میں سے اس حدیث کا ہونا ممکن ہے بیشک ممکن ہے اسکے علاوہ حدیث قدسی مذکور کی لفظاً روایت محدثین اہل ظاہر کے پاس ثابت ہو تو کچھ بعید نہیں کیونکہ اس حدیث مذکور کا معنی و مطلب کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ وغیرہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے موافق و مطابق ہے اور صوفیہ کا اپنے یہاں صحیح قائم کیے انا انت انت انا کے الفاظ نما صحیح تعبیر ہے تمثیل وجود ہونیسے اسکے معنی صحیح ہونیسے کسی محقق صوفی عالم ربانی کو اختلاف نہیں ہے کیونکہ انا انت انت انا کی عینیت و اتحاد وجودی اقتران خبر ان کی متعدد آیتوں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے پس محققین صوفیہ کے پاس ہو اللہ حد انت اللہ احدا نا اللہ لہ سبحانہ تعالیٰ مقصد مرجع حقیقی خداوند عالم ہے کیونکہ بجز حق کے کوئی موجود حقیقی ہی نہیں جو ہو یا انت یا انا کا مرجع حقیقی بن سکے تو ہر قسم کی ضمیر اسی ہست حقیقی کیطرف راجع ہوگی اور وہی ایک ہست حقیقی سب ضمائر کا مرجع حقیقی ہوگا۔ ذالک مبلغ علمنا و نہایۃ فہمنا

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے بیان میں۔ واضح ہو کہ یہ حدیث بھی بخدا پیش کی جانے والی حدیثوں کی طرح ہے کہ اسکا کلام کو کا اسطرح مطلب بیان کرتا ہے جسنے خود کو پہچانا اسنے خدا کو پہچانا کیونکہ خود بخود ہر ذی عقل انسان ہر روز کی ایک بات ہے جب تک ہستی یعنی وجود شناسی نہ ہو گی مگر وجود شناسی ہو گی تو ہستی حقیقی کا علم ہوگا اور ہستی حقیقی کا علم ہو گا تو ہستی حقیقی کے ساتھ ہستی مجازی کا تعلق و ربط بھی معلوم ہو گا جسطرح دریا کے وجود میں حباب کا وجود ہے حباب کے وجود میں حباب کی ہستی سوا دریا کچھ نہیں ہے اسی طرح کوئی موجود حقیقی ہستی ہمارے پاس نہیں ہے جو ہم اپنی ہستی کو اسکی طرف گردان کر پہچانیں ہم اپنی ہستی کو کیطرح پہچانیں اگر جیسا کہ کلام مذکور میں مذکور کا بھی احتمال ہے لیکن خلاف شریعت و طریقت ہو گا کیونکہ نہ ذات کو پہچانا ہے نہ صفات کو بلکہ اپنے کو پہچانا ہے جو شریعت کے پاس جائز نہیں ہے محققین کے پاس طریقت کے پاس ہے اسلئے کلام مذکور کا مطلب شریعت و طریقت کیمطابق ہی ہے کہ من عرف نفسہ بالحدوثیۃ والنقص والعدم عرف ربہ بالوحدانیۃ والکمال والغناء والبقاء والوجود والقدم جسنے اپنی ذات کو مخلوق و ناقص حادث و فقیر و فانی و معدوم سمجھا جیسا کہ ہے اپنی ذات کو کامل غنی و باقی و موجود و قدیم سمجھا اسلئے کہ حقیقت میں صفات ربانیہ کی ذات واجب کامل جامع صفات کمال سے موصوف ہے تو ضرور ذات ناقص حادث فانی معدوم صفات نقص و عدم سے موصوف ہے تمام مستجمع فوائد و تفصیلیں یہی مذکور ہیں اور کلمہ طیبہ توحید الٰہی آلات ہو اللہ کی ذات اور تحقیق حقیقی ذات و صفات کی ہے ان ہر دو ذات عبد و رب کی تصدیق و اقرار کا نام ہی ایمان ہے اگر فقط ایک ذات اللہ کی ہو تو ہی اور عبد کی ذات نہ ہوتی تو [illegible] اسلام کا بھی فاسق و زانی کا اطلاق کس ذات پر ہو گا صرف لعنت کا مستحق کون غیر ہے نقائص کا بھی اللہ تعالیٰ کی ذات [illegible] جمع کرنا [illegible] ہو گا نعوذ باللہ من ذالک کسقدر بیدینی و بلحدی و زندیقی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کو ذمائم و [illegible] موصوف و مرجع قرار دیا جائے [illegible] کافر بھی اسکا قائل و معتقد نہ ہو گا پھر شریعت اسلامیہ زندیقی کو کب برداشت کریگی اور کسطرح ایسی ملحدی زندیقی کا نام

[illegible] دو ذات عبد و رب کا انکار اور فقط ایک ذات دیکھنا اعتقاد ہے جو اہل شریعت و طریقت کیخلاف ہے تو [illegible] ذات عبد و رب [illegible]

ہمہ اوست کے قائل ہیں اور اہل حقیقت ہمہ اوست کے قائل ہیں صرف ایک ذات الٰہی کی تصدیق کرتے ہیں کوئی دوسری ذات غیر ذات انکو مذہب میں شرک ہے جیسا کہ لوائح جامی میں ہے ؎ آبر سر این و آن نازدہ خط ۔ پندار دوئی وہم بود است و خط ۔ درجملہ کائنات بے سہو و غلط ۔ یک عین محب داں و یکذات فقط ۔ ؎ غیر یکذات در دو عالم کو ۔ لیس فی الکائنات الا ہو ۔ نیز مرقوم ہے ؎ ہمسایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست ۔ در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست ۔ در انجمن فرق و نہانخانہ جمع ۔ باللہ ہمہ اوست و ثم باللہ ہمہ اوست ۔ ان اولیاء اللہ نے مکرر قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہمہ اوست جس سے فقط ایکذات حقتعالیٰ کی ثابت ہوتی ہے نہ کہ دو ذات عبد و رب ۔ ہج ہمہ اوست در اصل عین ہمہ اوست ہے جو پیر کامل کے ارشاد سے اسکی تحقیق و تصدیق حاصل ہوگی بے سمجھے ہمہ اوست کو ہمہ اوست کا ضد و عکس قرار دیکر شریعت و طریقت کو آپس میں ضد و مخالف سمجھا گیا ہے ۔ حضرات صوفیہ نے مکرر قسم کھا کر جو ہمہ اوست کہا ہے اس سے صرف ایک ہی ذات حق کا ثبوت ہوتا ہے نہ کہ دو ذات کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ انکا ہمہ اوست کہنا بھی حق ہے اور باوجود ہمہ اوست کہنے کے ہمہ اوست حق ہے یہی مرشد اکاملین مکملین کا ارشاد ہے لوائح جامی کے اشعار سے جسطرح صرف ایک ذات حق کا ایہام ہوتا ہے اسیطرح لوائح جامی میں دو ذات عبد و رب کا اثبات و فرق بھی بیان کیا گیا ہے ؎ ذات ہمہ جزو وجود قائم بہ وجود ۔ ذات نمود جز نمود ساجد و سجدی بحث ۔ سلسلۃ الذہب میں بھی عارف نامی مولانا جامی قدس سرہ السامی نے دو ذوات کی تصریح فرمائی ہے ؎ ہو کنایت از عزیز فی ذاتہ شناس ۔ ہمکنش بر دگر ذو ذاتہ قیاس ۔ ہیچ ذاتی بذات او نرسد ۔ عقل کل در صفات او نرسد ۔ عقل کل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مراد ہے جو لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک فرمایا نیز مولانا رومی نے بھی مثنوی شریف میں دو ذات عبد و رب کا اثبات واضح فرمایا ہے ؎ جزو کے کی خیست پیوستہ بکل ۔ ورنہ خود باطل بُدے بعث رسل ۔ چون رسول الثقلین انا بشر ۔ چیست پیوندش بنان پس یکتن اند ۔ عقائد جامی میں ازہر دو صفات ذات و جدا نہ لیس شیٔ کمثلہ ۔ ادا لوائح جامی میں ہے ؎ اطلاق اسامی مرتبۃ الوہیت چو اللہ ۔ رحمن و رحیم و غیرہ بر ذات کہ عین کثرت و عین وحدت است ہمچنین اطلاق اسامی مخصوصہ کونیہ بر مراتب الوہیت ۔ نہایت تنزلات ۔ ؎ اسی بر دہ گماں کہ صاحب تحقیق ۔ ہر مرتبہ از وجود علمے دارد ۔ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ۔ اور حضرت شیخ عبد الکریم جیلی قدس سرہ نے انسان کامل صـ ۱۳ میں ذات کی تعریف اور ذات عبد و رب میں صراحت کیساتھ فرق بیان فرمایا ہے ۔ اعلم ان مطلق الذات ہو الامر الذی استند الیہ الاسماء و الصفات فی عینہا الاتی وجود باطن اسم او صفۃ استند الی شیٔ فذالک الشیٔ ہو الذات سواء کان معہ ما کا الاقتضاء فافہم او موجودا و موجود ہو تعالیٰ موجود محض و ہو ذات الباری سبحانہ و تعالیٰ و نوع موجود ملحق بالعدم و ہو ذات المخلوقات ۔ حضرت امام العارفین شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں فرمایا ہے فالعبد من لا یکون فیہ من الربوبیۃ وجہ و الرب من لا یکون فیہ من العبودیۃ وجہ فلا یجتمع الرب و العبد ابدا ۔ پس احکام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد و رب میں ذاتاً غیریت حقیقی ہونے پر اہل شریعت و طریقت سب کا اتفاق ہے اختلاف صرف یہ ہے کہ اہل شریعت محض نری غیریت حقیقی عبد و رب کے معتقد ہیں عینیت و وحدی عبد و رب کے منکر ہیں محققین صوفیہ باوجود غیریت حقیقی عبد و رب عینیت حقیقی عبد و رب کے معتقد ہیں ملحدین محض نری عینیت حقیقی عبد و رب کے معتقد ہیں غیریت حقیقی کے منکر ہیں یہ عقاد ملحدانہ زندیقانہ ہے خلاف شریعت ہے کافر و الحاد ہے محققین صوفیہ شرک الحاد کی افراط و تفریط سے محفوظ اور صراط مستقیم پر ثابت و قائم ہیں ؎ جمع صورت نہ بینی معنی شرف بنیت ۔ ممکن نہ سلطان شگرف ۔ در کیسہ جام شریعت در کف سندان عشق ۔ ہر ہوسناکے ندانند جام سندان باختن ۔ تامل یہ کہ مسلہ عینیت و غیریت حقیقی عبد و رب وحدۃ الوجود و وحدۃ الوجود و حلول و فصل و وصل مع الفصل و فصل مع الوصل و صل بلا فصل و فصل بلا وصل و غیرہا حقائق و دقائق کو پیر و مرشد کامل ہی تحقق و تصدیق کرنیکی ضرورت ہے فرمطالعہ کتب تصوف سے یہ اسرار حقائق نہیں ہوتے اسلئے صرف بحکم مشتے نمونہ از خروار ۔ واندکے نمود بسیار ۔ اسیقدر مختصر مفید تحریر پر ختم کردیا گیا اسکے بعد اظہار شریعت کا بیان کیا جائیگا

باب چہارم بعض مسائل ظاہر شریعت کے بیان میں اس میں چند فصل ہیں فصل اول ضیافت کے اقسام اور اجابت دعوت کے آداب احکام میں واضح ہو کر شیخ الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ شمائل شریف کی ترجمہ باب الولیمہ میں مجمع الجوامع سے نقل فرماتے ہیں کہ اقسام ضیافت آٹھ ہیں ۔ ۱ ولیمہ ۲ خرس یعنی طعام عروسی نکاح ۳ عذیرہ یعنی طعام ختن ولادت ۴ عقیقہ ۵ وکیرہ طعام ختنہ ۶ نقیعہ طعام آمد سفر ۷ مادبہ طعام طبیعت ۸ وضیمہ طعام مرد طرح پر ہے خواہ اپنے گھر میں خواہ کسی ہوٹل یا دکان میں ہو یا کسی تفریح گاہ میں ہو یا کسی مرادکی بر آوری کے شکرانہ کا طعام ہو یا اہل میت کی طرف سے میت کے عقیقہ ۔ مدار ہم بعد ہفتہ اور دال کو پیش اور باسی سوجدہ کے ساتھ طعام ضیافت ہے سب مسلمان ہو گئے ہیں ایک دوسرے کی ضیافت کرتے ہیں ہم بھی بقصد ضیافت کرتے ہیں وہ سب قسم ہشتم ادویہ میں داخل ہیں یہ تمام اقسام ضیافت کتب میں مگر دو میں بعض کے نزدیک واجب ہے نزدیک کہا کہ جمہ ائمہ کے نزدیک سنت عطائی ہے تو دولہا دلہن پر اس سنت کا ترک اور ترک محب ہے دوسرے اقسام ضیافت کی نسبت فرمایا کہ کذریں ستحب ہے دعوت کا قبول کرنا بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک فرض ہے اگر طعام ولیمہ شبہ ہو یا اس میں فخر و ریا کی خصوص کسی ہو یا محلہ والے کے مقاصد تنگین ناحق ظاہر ہو یا منکرات و منہیات شرعیہ ہوں تو ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا واجب نہیں ہے فصل دوم ثواب رسانی کے بیان میں ہر زندہ کی دعا و صدقات و عبادات بدنی و مالی سے مردوں کو تو پہنچنا نفع حاصل ہونا اہل سنت و جماعت کے پاس ثابت ہے یا نہیں اور ہر رسم و ہر بدعت و ہر منکر شنیع جو رائج ہو رہا ہے ثواب رسانی جائز ہے یا نہیں حق مذہب اہلسنت و جماعت میں زندگی و مردہ دونوں کو نفع پہنچتا ہے کسی کو ثواب پہنچانے کے لیے قصد کرنا ضروری ہے اور ہر عبادت بدنی و مالی کا ثواب پہنچتا ہے اور ہر قسم کی دعا و صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور ہر قسم کی

والحکم الشکار ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاہل المقابر من المؤمنین والمؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ واخرج الحافظ ابوبکر بن عبدالباقی الانصاری فی شیخہ عن سلمۃ بن عبید قال حماد الملکی خرجت لیلۃ الی المقابر فقمت راسی علی قبر فرقدت فرأیت اہل المقابر حلقۃ حلقۃ قلت قامت القیامۃ قالوا لا ولکن رجل من اخواننا قرأ قل ہو اللہ احد وجعل ثوابہا لاہل المقابر فقمر اسورۃ یٰسین تخفف اللہ عنہم وکان لہ بعدد من فیہا حسنات وقال القرطبی حدیث اقرأوا علی موتاکم یٰسین ہذا یحتمل ان یکون ہذہ القراءۃ عند المیت فی حال موتہ ویحتمل ان یکون عند قبرہ کما ذکرہ السیوطی فی شرح الصدور تن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وان لیس للانسان الا ما سعی انسان کو صرف اپنی سعی کوشش کا ثمرہ ملیگا غیر کی ثواب رسانی سے اسکو کیا نفع حاصل ہوگا ج اوّلاً یہ کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اسکی ناسخ آیت والذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الایۃ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو آباء واجداد کے صلاح وتقویٰ کے سبب جنت میں داخل کیا گیا ثانیاً جواب یہ کہ وان لیس للانسان الا ما سعی حضرت ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کی قوم کیساتھ مخصوص حکم ہے لیکن امت محمدیہ علی صاحبہا الف تحیۃ کا حکم یہ ہے کہ جو کچھ سعی وکوشش خود کرے یا دوسرا شخص اس کیلئے کرے ہر دو کا ثمرہ وفائدہ ملیگا۔ ثالثاً جواب یہ ہے کہ وان لیس للانسان میں انسان سے کافر مراد ہے یعنی کافر کو صرف اسکی ذاتی سعی وکوشش کا نفع ملیگا۔ کافر کیلئے دوسرے شخص کی سعی کا ثمرہ نہیں ملیگا۔ لیکن مومن کیلئے اسکی ذاتی سعی کا اور اوس کیلئے دوسرے شخص کی سعی کا ہر دو سعی کا نفع ملیگا۔ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کہا ہے:۔ رابعاً یہ جواب ہے کہ الا ما سعی من طریق العدل فاما من باب الفضل فجائز ان یزیدہ اللہ ما شاء قالہ الحسین بن الفضل از روئے عدل یہی ہے کہ ہر شخص کو صرف اپنی سعی کا ثمرہ ملیگا۔ لیکن فضل مولےٰ کے اعتبار سے جائز ہے کہ اسکی سعی سے زیادہ غیر کی سعی کا ثمرہ اسے فضل وکرم سے عطا فرمائے۔ حسین بن فضل نے ایسا ہی کہا ہے:۔ خامساً یہ جواب ہے کہ للانسان میں لام ملک کے معنی میں ہے یعنی انسان پر صرف اسکی سعی وکوشش وکرتوت کا ہی وبال ہوگا۔ غیر کی برائی کا اسپر کچھ بھی وبال نہ ہوگا۔ کذا فی المرقاۃ شرح المشکاۃ۔ للملا علی القاری:۔ ان تمام احادیث وآثار سے روز روشن کیطرح واضح ہوا کہ عبادت بدنی نماز وروزہ وحج وصدقہ وقرآن وغیرہ اور عبادت مالی خیرات وصدقات والطاعام کا ثواب اموات کو ضرور پہنچتا ہے۔ اہل سنت وجماعت کا یہی اعتقاد وایمان ہے جو شخص کہ فاتحہ ثواب رسانی کا انکار کریگا وہ بیشک معتزلی ہے۔ مذہب سنت وجماعت سے خارج ہے جیسا کہ شیخ محدث دہلوی اور اسکے مقلدین وہابیہ خذلہم اللہ۔ واضح ہو کہ صدقات وخیرات وثواب رسانی کیلئے تاریخ کا تعین کرنا بھی شرعاً جائز ہے۔ شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ کے باب زیارۃ القبور میں فرمایا ہے کہ مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او انعاماً تا ہفت روز۔ وتصدق از میت نفع میکند او را بخلاف میان اہل علم وارد شدہ در ان احادیث صحیحہ خصوصاً آب انتہیٰ۔ صاحب زاد الآخرۃ از شرح برزخ وکنز العباد نقل مینماید کہ ہفتہ قبر برائے مومن ہفت روز است وبرائے منافق ہی منافق سیمان کہ کفر چہل روز پس ایں میت را باید کہ بنیت تبلیغ ثواب بموتہ تا چہل روز از رحلت برسانند او صدقہ دہند اگر استطاعت دارند والا ہفت روز والا سہ روز والا یک روز صدقہ دہند اور چہلم کی فاتحہ ثواب رسانی کا ثبوت ہوا فصل الخطاب ص۱۰۰ میں ہے کہ مولوی مہاجر مجوز سوال شانزدہم

عائۃ المسائل میں نگارد معین نمودن روز برائے فاتحۂ چہلم باعتقاد آنکہ قبل از چہل روز یا بعد از چہل روز ثواب طعام بہ مُردہ نخواہد رسید یا روز چہلم زیادہ تر ثواب خواہد رسید۔ غیر جائز است۔ اسیطرح برسی و سالانہ فاتحہ ثواب رسانی و اعراس و نذر و نیاز بزرگان دین کی تاریخ کا تعین بھی جائز ہے۔ کوئی قباحت نہیں۔ ہے کیونکہ جب اصل مطلق ثواب رسانی کا جواز و استحباب قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ نماز جنازہ و دعا بحق احیاء و اموات جس پر صل علیھم ان صلوتک سکن لھم اور ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان وغیرہ آیات و احادیث شاہد ہیں تو تعین کرنے سے اسکا ممنوع و مذموم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بشرطیکہ روز معین میں زیادتی ثواب اور غیر معین میں عدم ثواب یا کمی ثواب کا اعتقاد نہ ہو۔ بلکہ کسی مصلحت و سہولت اور کار ثواب رسانی کے اہتمام وغیرہ اغراض کے لئے تاریخ کا تعین مناسب سمجھا گیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بلکہ تعین افضل ہے جیسا کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن قرآن سے جو سہل و آسان ہو پڑھو۔ یہ مطلق قرآن پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سورۂ قرآن کا تعین کر کے پڑھتا ہو اور اس سورۂ معینہ کے سوائے دوسرے سورہ کے پڑھنے کو بھی جائز سمجھتا ہو تو ایسے شخص کو تعین قرأت قرآن جائز ہے بلکہ اسکی آسانی و سہولت کی غرض سے تعین کرنا افضل و اولیٰ ہے۔ کیونکہ ما تیسّر کا یہی مطلب ہے کہ جس میں آسانی ہو پڑھو۔ اسیطرح جب فاتحہ ثواب رسانی بلا تعین تاریخ جائز و مستحسن ہے تو اگر کوئی شخص تاریخ معین میں ثواب رسانی کرے اور دوسری تاریخ میں بھی ثواب رسانی کو جائز سمجھے کمی و زیادتی ثواب کا معتقد نہ ہو محض اپنی مصلحت و سہولت و آسانی کیلئے تاریخ معین میں فاتحہ ثواب رسانی کرتا ہو تو بیشک جائز بلکہ افضل ہے۔ فصل الخطاب صفحہ ۵۰ میں ہے۔ بالجملہ تعیین غیر مشروع روز سیوم یا دہم یا چہلم یا سہ ماہی یا ششماہی یا سالیانہ ہر چہ باشد باعتقاد آنکہ تعیین موجب ثواب یا زیادت ثواب بود۔ مکروہ است چنانچہ تعیین آیتے یا سورتے در نماز باعتقاد عدم جواز غیر آں مکروہ بود والا بأس بہ است صاحب دستور القضاۃ در باب ثانی می گوید من الظھیریۃ لا بأس بتوقیت تعیین القرأن اذا اعتقد ان الصلوٰۃ بجوز بدونہ مرشیا ھان انہ اذا اعتقد الجواز بغیرہ لکن الموقت ایسر علیہ فلا یکرہ بل یستحب لانہ صار مامورا بقراۃ الیسر من القرآن فما کان ادخل فی الیسر کان افضل انتھی۔ اور فصل الخطاب صفحہ ۵۱ میں ہے کہ ازین اسناد ہویدا است کہ تعیین اگر برائے آسانی یا یادداشت یا قطع نظر از تعیین بود در اعتقاد دے موجب ثواب یا زیادت ثواب نہ باشد کراہت ندارد۔ اور اسی صفحہ میں دو چار سطر پہلے مرقوم ہے کہ سند العلماء (شاہ عبد العزیز دہلوی) در جواب سوال مرقوم فرمایند طعامیکہ بر آں نیاز حضرت امامین علیہما السلام می نمایند و بر آں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک میشود و خوردن آں بسیار خوب است۔ پس معلوم ہوا کہ جس طعام پر فاتحہ و قل درود پڑھی جائے تو وہ تبرک ہے۔ اس تبرک کا کہنا بہت خوب ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس کام کو بسم اللہ و الحمد للہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ابتر و بے برکت ہوتا ہے۔ پس جب بسم اللہ و الحمد للہ پڑھیں تو بابرکت و متبرک ہوگا۔

سوال صدقات وطعام فاتحہ ثواب رسانی کا کھانا گھر والوں کو اور اغنیاء و مالداروں کو درست ہے یا نہیں :- جواب - صدقات وطعام فاتحہ ثواب رسانی صدقات واجبہ سے نہیں جو فقراء و مساکین کے لئے ہی مخصوص و مختص ہو۔ بلکہ صدقات نافلہ سے ہے۔ جس طرح قربانی کا گوشت صدقات نافلہ سے ہے اور دوست و اقارب و اغنیاء و مالداروں کو کھانا درست ہے اسی طرح طعام فاتحہ ثواب رسانی کا کھانا بھی اقارب و اغنیاء و مالداروں کو درست ہے۔ اغنیاء کو کھلانے سے بھی ثواب ملتا ہے لیکن فقراء کے ثواب سے کم جیسا کہ فصل الخطاب صفحہ ۴۹ فائدہ ہشتم میں ہے وکذا اخورون آں غنی و فقیر را برابر است کہ دعوت کردہ شوند۔ یا بایشاں فرستادہ شود۔ مگر وہ بود اچہ در تصدق باغنیاء زیادہ ثواب است امامکم از ثواب تصدق بہ فقر اکذا فی شرح البرزخ واللالی الفاخرۃ فی تن کرۃ الآخرۃ زیرا کہ صدقہ موتی از قسم صدقات واجبہ نیست کہ محض حق فقراء باشد و سوائے ایشاں بدیگرے حلال نبود بل از تطوعات است کہ تصرف آں بدیگراں ہم جائز باشد۔ سوال اولیاء اللہ کی نذر و نیاز و عرس و فاتحہ درست ہے یا نہیں - جواب - بیشک درست ہے کیونکہ نذر سے ہدیہ و تحفہ و صدقہ و ثواب رسانی مراد ہے۔ اور یہ جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ جو سابقاً ثابت ہو چکا اور مصنف تقویۃ الایمان نے بھی صراط مستقیم کے باب دوم میں لکھا ہے (ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود و ثواب آں بروح کے از گذشتگاں رسانیدن و طریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہیت۔ پس ایں خود البتہ معتبر و مستحسن است و اگر آں کس کہ ثواب بروحش می رسانند اہل حقوق اوست بمقدار حق وے خوبی رسانیدن ایں ثواب زیادہ تر خواہد شد پس در خوبی اینقدر امر از امور مرسومہ فاتحہ و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست۔ اور امام ربانی نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا کہ نذر شمار یہ ہے۔ اور امراء و بادشاہان و سلاطین و علماء و مشائخین کو جو نذر پیش کیجاتی ہے وہ بھی اسی ہدیہ و تحفہ کے نفع و اعتبار سے ہے۔ یہ نذر عرفی ہے پس اولیاء وغیرہ کی نذر و نیاز عرفی و جائز و مستحب ہے۔ اور نذر شرعی یعنی عبادت و نماز و روزہ و صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ و فطرہ و قربانی وغیرہ از قسم عبادت مخلوق کیلئے شرک و حرام ہے اسی نذر شرعی عبادت کو مخلوق کے لئے فقہاء نے حرام کہا ہے۔ سوال سرور میلاد سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم اور قیام وقت ذکر ولادت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام جائز ہے یا نہیں - جواب - بے شک و ریب جائز و موجب خوشنودی خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ہے۔ اور زائغین و زنادقہ و ملاحدہ و کفار و مشرکین و دشمنان اسلام پر شان و شوکت اسلام کو ظاہر کرنیکا بہتر طریقہ ہے۔ سر فضنا لک ذکرک (ہم نے تیرا ذکر بلند کیا) طابق رفعت ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ فصل الخطاب صفحہ ۵۶ میں النعمۃ الکبریٰ علی العالم مولد سید ولد آدم سے شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا قول منقول ہے رؤی ابولہب عمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقیل ما حالک قال فی النار الا انہ خفف عنی کل لیلۃ اثنین واص من بین اصبعی ہاتین ماء وان ذلک عن اعتاقی لثویبۃ عندما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن الجزری واذا کان ابولہب الکافر الذی نزل القرآن بذمہ الذی لازم

فوقہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم فما حال المسلم الموحد من امتہ یسر بمولدہ ویبذل مایقدر علیہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم فی جنات النعیم انتہت عبارتہ المیتمی بلفظہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کو کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اس نے کہا کہ نار جہنم میں ہوں مگر ہر دوشنبہ کی شب کو میرے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے میری دو انگلیوں سے پانی چوستا ہوں اس کا یہ سبب ہے کہ نبی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت جب ثویبہ نے مجھ کو دی تھی تو میں نے میلاد نبی کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ ابن جزری نے کہا کہ جب ابولہب کا فر جس کی قرآن میں ایسی مذمت وارد ہے کہ جس سے زائد کوئی مذمت نہیں۔ شب میلاد نبوی میں خوشی منانیکی وجہ سے عین جہنم میں اس کو پانی دیا جاتا ہے۔ اور عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو اس مسلمان موحد کا کیا حال ہوگا جو آنحضرت علیہ السلام کی عید میلاد منائے اور مسرت کا اظہار کرے اور حسب قدرت آنحضرت کی محبت میں اپنا پیسہ خرچ کرے۔ میری قسم ہے کہ خدائے کریم اسکو اپنے فضل عمیم سے جنات النعیم میں داخل کریگا۔ اور نبی علیہ السلام کے ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیم مستحسن ہے۔ فصل الخطاب صفحہ ۵۷ قال علی بن برہان الدین فی سیرۃ الحلبی جرت عادۃ کثیر من الناس اذا سمعوا بذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم وہذا القیام بدعۃ حسنۃ۔ وقال ایضا فیہ وقد وجد القیام عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم من عالم الامۃ وقتدی الائمۃ قدیما وحدیثا وہو رعا الامام تقی الدین السبکی وتابعہ علی ذلک۔ مشائخ الاسلام فی عصرہ انتہی۔ وقال السید جعفر البرزنجی الیمنی رحمہ اللہ فی رسالتہ المولد وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذوو رویۃ وروایۃ وطویٰ لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایتہ مرامہ ومرماہ انتہی۔ وفی مذالقام قال یوسف بن محمد الابدل رحمہ اللہ وعلی ذلک کافۃ اہل الحرمین علماہم وعوامہم وفیہ من التعظیم للجناب الکریم مالا یخفی انتہی

سوال موئی مبارک۔ آنحضرت علیہ السلام کے موئی مبارک و آثار و مساجد وغیرہ کی زیارت کا کیا حکم ہے۔ جواب: مستحب ہے۔ جیسا کہ فصل الخطاب صفحہ ۵۷ میں ہے "بدانکہ زیارت موئی شریف سرور عالم و زیارت مساجد و آبار و آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستحب است صاحب حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب (مولانا مخدوم ہاشم سندی رح) در فصل سیزدہم باب چہارم آنچہ محصل عبارت مولانا رحمت اللہ سندی و ملا علی قاری مکی می نگارد آنکہ مستحب است زیارت مساجد و آبار و آثار کہ منسوب اند بسوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم برابر است کہ دانستہ شود عین آنہا یا جہت آنہا و تصریح کردہ اند باین استحباب علی الاطلاق جماعۃ از حنفیہ وطائفۂ از شافعیہ و مالکیہ وحنابلہ۔ و بدرستیکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجتہاد مینمود۔ و نزول و مرور خود در جائیکہ نماز یا نزول یا مرور نموده بود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ است قاضی عیاض در شفا کہ از اعظام و اکرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اعظام جمیع اشیائے او و احترای او و اکرام جمیع اماکن او از آنچہ سکونت کرد یا نزول نمود در آنہا و تعظیم ہر چیزیکہ مماس کردہ باشد بدست او یا پہلوے او یا قدم او یا عضوے دیگر از اعضائے او برابر است کہ صحیح گشتہ باشد نقل در ثبوت او یا آنکہ معروف باشد در مردم بروجہ اشتہار بغیر ثبوت آں در اخبار و آثار انتہی فصل کلام الہندی والمکی۔ اسی فصل الخطاب کے صفحہ ۵۸ میں ہے محصل کلام صاحب سفینۃ النجات مطبوعہ کہ در صفحہ چہل و دوم بقلم آوردہ آنکہ موئی شریف سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم واجب التعظیم است اگرچہ ثبوت آں متیقن نبود زیرا کہ تعظیم کل چوں واجب است اجزائے آں در تعظیم وتکریم مثل اوست وتعظیم بتاں وطواغیت وبخہا ونعول فرس وبغال ولواہا ہ امثال آں کفر است وقیاس حرمت تعظیم ایں چیزہا مع الفارق وباطل بود انتہی۔ ازیں اسناد ہوید است کہ موی شریف سروانام علیہ الصلوٰۃ والسلام واجب التعظیم است اگرچہ ثبوت آں متیقن نبود۔ وزیارت موئے شریف مستحب است کما مر آنفا ہیں مقام افراط وتفریط بعضے از عوام وبدعی است۔ گاہی تعظیم موئے شریف را عبادت وموپرستی گویند۔ حال آنکہ تعظیم دیگر است وعبادت دیگر۔ کذا فی التفاسیر۔ اگر یکے بودے حقتعالیٰ وتقدس ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقویٰ القلوب نفرمودی۔ وعلمائے متاخرین حکم استحباب قیام برائے تعظیم قرآن مجید نہ نمودندے کما فی الاتقان للسیوطی ونیز قیام را نزد ذکر مولد واسم مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مستحسن نہ گفتندے۔ چنانچہ در فائدہ دوازدہم گذشت۔ تحریر مذکور سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ اور موئے مبارک اور ہر وہ چیز جسکو جسم مقدس نے مس کیا ہو سب واجب التعظیم ہے۔ اسکی زیارت مستحب ہے۔ بعض بدعقیدہ لوگ اقسام کے شک وشبہات سے مسلمانوں کو زیارت آثار شریف سے منع کرتے ہیں۔ کبھی تو موپر بست وبال پوچھ کہتے ہیں۔ ثبوت وسند طلب کرتے ہیں کہ یہ موئے مبارک وآثار شریفہ آنحضرت علیہ السلام کے ہونے کا کیا ثبوت ویقین ہے۔ ان منکروں سے اگر کوئی پوچھے کہ تم کو تمہارے باپ کے بیٹے اور دادا کے پوتے ہونے کا کیا ثبوت وتیقن ہے۔ فقط اتنا جواب دینگے کہ میرے باپ نے میری ماں کو نکاح کیا تھا۔ اور میں باپ کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ اور لوگ مجھ کو میرے باپ کا بیٹا کہتے ہیں۔ جبکہ لوگوں کے کہنے سے یہ اپنے باپ کے بیٹے اور دادا کے پوتے بنکر باپ دادا کی ملک ومعاش کے مالک ووارث ہوگئے۔ اور شریعت نے اس غیر متیقن نسب کو معتبر مانکر میراث ونسب کے احکام جاری کردئے۔ اسیطرح مسائل قیاسیہ مجتہدین پر بھی باوجود عند اللہ حق وصواب ہونے کا کچھ یقین نہ ہونیکے صرف حسن ظن پر تقلیداً عمل کرتے ہیں۔ اور کرنا واجب وضروری ہے۔ کیونکہ بغیر اسکے گزیر نہیں تو اسیطرح موئے مبارک وآثار شریفہ آنحضرت علیہ السلام کی تعظیم بھی واجب ہے۔ تیقن کی ضرورت نہیں شہرت ونسبت کافی ہے ؎ مرا از زلف تو موئے بلند است ✣ فضولی میکنم بوئے بلند است ✣ عاشقانرا چہ کار با تحقیق ✣ ہر کجا نام اوست قربانم ✣ **سوال قبروں پر قبہ وگنبد بنانا اور گچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب۔ بیشک جائز ہے** :۔ اگرچہ بعض نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن مقبول ومختار قول لاباس بہ ہے۔ یعنی بنانا جائز ہے مضائقہ نہیں ہے۔ فصل الخطاب میں ہے۔ فائدہ ہفدہم در حکم قبہ وبنا بر قبر ومتعلقات آں بدانکہ در جواز وعدم جواز بنا بر قبر بین الفقہا اختلاف است ومختار لاباس بہ است قال صاحب تنویر الابصار ولا یرفع علیہ بناء ای علی القبر وقیل لاباس بہ وہو المختار وقال صاحب الدر المختار شرح تنویر الابصار کما فی کراہیۃ السراجیۃ وفی الطحطاوی حاشیۃ الدر قولہ وقیل لاباس بہ ینبغی تقیید الجواز علی ہذا القول بما اذا کان من مال حلال ولم یقصد بہ الزینۃ والتفاخر والاقلام ریتہ فی الحرمۃ کما یفعل الآن من بناء الاحجار الرخام المذہبۃ انتہی۔ وشیخ الہند در شرح سفر السعادۃ می فرماید۔ انچہ مصنف ذکر کردہ ای از عدم تعمیر بر مقابر وغیرہ حق است واحادیث صحیحہ

دریں باب وارد و اصل سنت در زمان نبوت و خلفائے راشدین و صحابہ ہمیں بود و لیکن بعد ازاں ایں تکلفات در مقابر پیدا شدہ و مفاخرت و مباہات بداں راہ یافت۔ و در آخر زمان بجہت اقتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظام دیدہ چیزہا افزودند تا از اینجا انبہت و شوکت اہل اسلام و ارباب صلاح پیدا آید۔ خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلای شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشانست و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ و در آخر زمان از مستحسنات گشتہ و اگر جہال و عوام چیزے کنند یقین کہ ارواح بزرگان ازاں راضی نخواہد بود و ساحت کمال و دیانت ایشاں منزہ است ازاں انتہی۔ و نیز در جلد اول مدارج در وصل نماز جنازہ می نگارد۔ گور را بلند نہ کردی و بر اں بنا از سنگ و خشت و غیر آں نکردی و بگچ و گل سخت نہ کردی۔ و بالائے گور عمارت و قبہ نساختی۔ و ایں مجموع بدعت است و مکروہ۔ کذا فی سفر السعادۃ۔ و در مطالب المؤمنین گفتہ است کہ مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبر مشائخ و علماء مشہور تا زیارت کنند ایشانرا مر دم و استراحت یابند وراں و بہ تشنید در سایۂ آں نقل کردہ است آنرا از مفاتیح شرح مصابیح۔ و گفتہ است کہ دیدہ بخط اقیوکہ عمارت کردہ شدہ است بہ خشتہائے تراشیدہ و تجویز کرد آنرا اسمٰعیل زاہد کہ از مشاہیر فقہا است انتہی۔ و مولوی عطاء اللہ صدیقی سمرقندی کہ در دار الخلافت شاہ جہاں آباد مدرس بود۔ در رسالۂ عقود علی دار المشہور می نگارد۔ و فی مطالب المؤمنین اباح السلف ان بنی القبۃ و غیرہا علی قبور المشائخ و العلماء المشہورین یزورہم الناس و یستریحون بالجلوس و علیہ بناء العمارۃ التی بنوہ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع انہ نہی عن ذلک فی عہد الخلفاء الراشدین انتہی۔ درین مقام غلو نجدی و بابی عدے ندارد تا آنکہ اہل بلدے را کہ متبرک است کافر میگوید۔ چنانچہ مولانا سید علوی حسینی شافعی تریمی در فضل سیر دھم کتاب مصباح الانام مبغض اند۔ و آنا تولی النجدی عاملہ اللہ بعدلہ قریب ان ربی سمیع مجیب بکفر اہل البلد الذی فیہا قبتہ و انہا کافرۃ لتعظیم سراۃ التقدمین و المتاخرین من الاکابر و العلماء و الصالحین و کافۃ المسلمین من احقاب و سنین مخالفا الاجماع الفعلی علی الانبیاء و الصالحین من عصور و دہور صالحۃ۔ قال تلمیذ ابن تیمیۃ الامام ابن مفلح الحنبلی فی الفصول القبتہ و الخظیرۃ فی التربتہ ان کان فی ملکہ فعل ما شاء و ان کان فی مسبلہ کرہ التصدیق بلا فائدۃ و یکون استعمالا فی المسبلۃ فیما لم توضع لہ انتہی۔ کلام ابن مفلح قال ابن القیم الحنبلی ما اعلم تحت ادیم السماء اعلم فی الفقہ فی مذہب احمد من ابن مفلح و قولہ فی المسبلۃ بلا فائدۃ اشارۃ الی ان القبور خیر عالم و ولی و انما ہما یندب قصدہما للزیارۃ کالانبیاء علیہم السلام و ینتفع الزائر بذلک من الحر و البرد و المطر و الریح و اللہ اعلم لان للوسائل حکم المقاصد۔ و نیز مولانا سید علوی در وسی می نگارد و نقل ایضاً۔ ابن حجر المکی ان القبتہ فی غیر مسبلۃ للعالم و الولی من القرب قال رحمہ اللہ فی تحفتہ فی باب الوصیۃ و اذا اوصی لجہۃ عامۃ فالشرط ان لا یکون معصیۃ الی ان قال و شمل عدم المعصیۃ القربۃ کبناء مسجد و لو من کافر و نحو قبتہ علی قبر نحو عالم فی غیر مسبلۃ انتہی من التحفتہ و سئل ابن حجر اذا کانت علی غیر نحو عالم فاجاب ان کان المراد بالتحویط البناء حولہ کبیت او قبتہ او نحو ذلک فانہ مکروہ کراہۃ تنزیہیہ اذا کان البناء فی ملکہ انتہی و منعہ فی المسبلۃ علی العالم و نحوہ علیہ الحلبی

المحشی علی المنہج وعبارتہ واستثنیٰ قبور الانبیاء علیہم السلام والصحابۃ رضی اللہ عنہم والعلماء والاولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ فلا تحرم عمارتہا۔ای فی المسئلۃ لانہ یحرم نبشہم والدفن فی محلہم بعد البناء تعظیما لہم واعیا لزیارتہم ولاقتضاء ما وقع لابن حجر کغیرہ فی ہذا المحل ای فی المسئلۃ لانی المملوکۃ انتہیٰ حلبی۔ قال سیدنا العلامہ طاہر بن الحبیب محمد بن ہاشم باعلوی مفہوم کلام الشیخ ابن حجر فی التحفۃ فی المسئلۃ یجوز وضع نحو صندوق علی القبر او فی حرمہ عند امن النبش وعند خوف النبش لیجب مایمنع منہ الی البلا وبعدہ من بناء اذ لا تضیق بسببہ حالا او مآلا لامتناع النبش مطلقا ولا یجوز الاعتراض علی واضع علی قبر نحو عالم وولی والحال ماذکر فی التحفۃ وعند الحنفیۃ والمالکیۃ قریبا مما ذکرنا واما الفتیۃ علی غیر نحو عالم وولی فینحمل کما فی الاقناع للشربینی عن سیدنا عمر لما رأی انہ قال نحو ہا عنہ وغلوا بینہ وبین عملہ یظلہ ای لانہ لا یقصد للزیارۃ بخلاف النبی والعالم والولی لانہ لم یامر بتنحیتہا عن الخلیل ابراہیم وغیرہ من الانبیاء لما فتح الشام وہی علیہم فافہم واللہ عالم فاذا تقرر ذلک کلام العلماء عرفت ضلال النجدی وبہتانہ العظیم بافترائہ بالکفر وبہدمہ بقلبہم وانبش قبورہم وبانہتم عاملہ اللہ بعدلہ انتہی۔ اگر سایہ مطلقاً ممنوع بودے بر قبور علماء واولیاء جہاں و شیوخ طاعنان قبب وعمارات بنانہ کردے۔ ودر زمان تبع تابعین برمزار امام الائمہ امام اعظم قبہ نساختے وسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصدیق اکبرؓ و عمر فاروق راحضرات صحابہ زیر سایہ نہا دے۔ دریں جا غلو وتعصب طاعنان دیدنی است کہ نوبت بتضلیل صحابہ رسانیدہ بلکہ منکر اجماع صحابہ گردانیدہ است۔ نجاہم اللہ تعالیٰ عن التعصب والعناد وہداہم الی سبیل الرشاد۔ انتہیٰ مضمون فصل الخطاب:۔ تحریر مذکور کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ مذہب حنفی وحنبلی وشافعی ومالکی چاروں مذاہب میں انبیاء واولیاء وعلماء ومشائخ وعرفاء وصلحا کی قبروں پر قبہ وگنبد وسایہ دار عمارت کا بنانا جائز بلکہ مستحسن وباعث علو درفعت شان اسلام ومسلمین ہے۔ اور دشمنان دین۔ کفار ومشرکین کو مرعوب ومنقاد کرنیکا ذریعہ ہے۔ والمختار شرح درمختار مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں ہے:۔ (لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشایخ والعلماء والسادات (جبکہ میت مشایخ وعلماء وسادات سے ہو تو اسکی قبر پر قبہ وگنبد بنانا مکروہ نہیں ہے۔) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکات المصابیح میں تورپشتی سے عبارت ذیل (یحتمل الوجہین احدھما البناء علی القبر بالحجارۃ وما یجری مجراہا والاخری ان یضرب علیہا خباء ونحوہ وکلاہما منہی عنہ لعدم الفائدۃ فیہ) نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری نے کہا ہے۔ قلت فیستفاد منہ انہ اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القرّاء تحتہا فلا یکون منہیۃ۔ تورپشتی نے کہا کہ قبر پر بنا کی ممانعت جو حدیث میں ہے اس بنا سے دو قسم کی بنا کا احتمال ہوتا ہے ایک تو قبر پر پتھر یا اوس کے قائم مقام چیز اینٹ وغیرہ سے عمارت بنائی جائے۔ دوسری قسم بنا کی یہ ہے کہ قبر پر خیمہ نصب کیا جائے۔ یہ دونوں قسم کی بنا میں جب کوئی فائدہ متصور نہیں ہے تو ممنوع ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ تورپشتی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ قبروں پر بے فائدہ عمارت بنانا ممنوع ہے۔ اگر کسی فائدہ کیلئے قبہ وگنبد بنائیں تو منع نہیں ہے۔ یعنی اس قبہ وگنبد کے نیچے قرآن شریف پڑھنے والوں کے بیٹھنے کی غرض سے بنائیں تو منہی وممنوع نہیں ہے اسی مرقاۃ المفاتیح

میں ہے :۔ قال بعض الشراح من علمائنا ولاضاعة المال وقد اباح السلف البناء علی قبر المشایخ و العلماء المشهورین لیزورهم الناس و یستریحوا بالجلوس فیه۔ ہمارے علمائے شارحین حدیث نہی بناء علی القبور نے کہا ہے۔ کہ قبروں پر عمارت و قبہ و گنبد بنانے کی ممانعت حدیث میں اسلئے ہے کہ بے فائدہ مال ضائع نہ ہو۔

نے مشایخ و علماء مشہورین کی قبروں پر قبہ و گنبد بنانے کو مباح و جائز رکھا ہے تاکہ لوگ انکی زیارت کریں۔ اور اس قبہ و گنبد میں بیٹھکر آرام پائیں۔ اور مشکات شریف باب البکاء علی المیت میں ہے عن البخاری تعلیقا قال لما مات الحسن بن الحسن بن علی ضربت امراته القبة علی قبره سنة۔ بخاری سے تعلیقا مروی ہے کہ جب حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہوئے تو انکی بیوی نے ایکسال تک حضرت حسن مثنیٰ کی قبر پر قبہ قائم کیا تھا۔ اسکی شرح مرقاۃ میں ہے کہ الظاهر انه لاجتماع الاحباب للذکر و القراءة و حضور الاحباب للدعاء بالمغفرة و الرحمة۔ حضرت حسن مثنیٰ کی قبر پر قبہ ایک سال تک قائم کرنے کا سبب ظاہر یہی ہے کہ ذکر و قراۃ قرآن و دعائے مغفرت و رحمت کے لئے احباب جمع ہوں اور ان کو آرام ملے کسیطرح تکلیف نہ ہو۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قبروں پر گچ لگانا۔ قبہ و گنبد بنانا اسلام و مسلمین کی شان و شوکت کفار کے دلیں قائم کرنے کیلئے۔ اور زائرین کو سردی و گرمی و بارش سے محفوظ رہنے اور اس کے سایہ میں بیٹھکر قرآن و ذکر و دعائے مغفرت و رحمت کرنیکے فائدہ کیلئے جائز و مستحسن ہے :۔

سوال ۔ حدیث جابر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو گچ اور چونہ کرنے اور کتابت کرنے اور پاؤں اور کفش سے روندنے کو منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ عن جابر قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یجصص القبور و ان یکتب علیها و ان توطأ رواه الترمذی اسطرح قبروں پر قبہ و گنبد و سایہ دار عمارت بنانیکی حدیث سے ممانعت ہے۔ پس ظاہر حدیث کے اعتبار سے گچ اور چونہ سے بنی ہوئی قبروں کو اور اسکی چار دیواری و قبہ و گنبد کو توڑنا اور گرا دینا واجب ہے یا نہیں۔ اور قبروں کو لیپنا اور گچ و گلابہ کرنا۔ اور قبر کی علامت و نشان معلوم ہونے کیلئے کتبہ لگانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب :۔ قرآن و حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا اہلسنت و جماعت کے محققین و مدققین کی شان و برہان نہیں ہے بلکہ داؤد ظاہر کا طریقہ ہے وہ اور اسکے مانند اہل بدعت و مذہبی ہیں۔ یہ بغیر اتباع مجتہدین ظاہر الفاظ قرآن و حدیث پر عمل کرکے گمراہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے رسالہ نصرۃ الحنفیہ میں لکھا ہے۔ اما العمل بظواهر القرآن و الاحادیث فلیس شان المحققین ولا برهان المدققین من اهل السنة و انما هو طریق داؤد الظاهری و امثاله من اهل البدعة انتهی۔ اگرچہ ظاہر حدیث میں قبروں کو گچ و چونہ لگانے اور قبروں پر قبہ و گنبد و عمارت بنانے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن شارحین حدیث کی تشریح اور فقہا کی تصریح سے ثابت ہوا کہ زینت و فخر و مباہات و اسراف و اضاعت مال سے بحث و بلا فائدہ قبہ و گنبد بنانا اور

قبروں کو چونا و گچ لگانا مکروہ ہے۔ اور قرآن پڑھنے والوں کے بیٹھنے اور زائرین کی راحت و آرام کے فائدہ کے لئے بنانا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ جیساکہ سابقاً در مختار و رد المحتار و مطالب المؤمنین و شرح سفر السعادۃ و رسالۂ عشور علیٰ دار السرور و مرقاۃ المفاتیح شرح مشکات المصابیح سے مفصل و مدلل ثابت کر دیا گیا تو پھر قبروں کے قبہ و گنبدوں کو توڑنا اور گرا دینا واجب تو کیا جائز بھی نہیں۔ بلکہ ممنوع و حرام ہے۔ کیونکہ قبہ و گنبد بنانے کی ممانعت صرف بے فائدہ ہونیکی صورت میں ہے۔ اور فائدہ کیلئے بنانا جائز ہے تو پھر توڑنا اور گرانا ہرگز جائز نہیں۔ ابن عبد الوہاب شیخ نجدی نے مومنین کو گمراہ کیا اور جس شہر میں قبہ و گنبد ہو وہاں کے سب مسلمانوں پر کافر ہونیکا فتویٰ دیا۔ قبہ و گنبد کو صنم و بت کہا۔ اکابر صحابہ کے گنبدوں کو توڑ دیا۔ اور گرا دیا۔ اسکے اس فعل بد کو جو اچھا سمجھے وہ خود گمراہ ہے۔ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ملک شام کو فتح کیا تو حضرت ابراہیم و دیگر انبیا علیہم السلام کے قبوں و گنبدوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منہدم نہیں کیا۔ اگر قبوں و گنبدوں کو گرا دینا سنت نبوی تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس لئے اتباع سنت نہ کی۔ شاید شیخ نجدی اپنے آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عامل و متبع سنت سمجھتا ہو نعوذ باللہ منہ۔ علامہ احمد بن علی بصری نے فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب میں لکھا ہے:۔

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهورا بالعلم والصلاح او كان صحابيا وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبره فقط فينبغي ان لا يهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذ اعلمت هذا فهدم البناء على قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضي الله تعالى عنهم لا يخلو اما ان يكون واجبا او جائزا بغير كراهة وعلى كل حال فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه انتهاك حرمة اصحاب رسول الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وسلم الواجب على كل مسلم محبتهم ومن محبتهم وجوب توقيرهم واي توقير لهم عند من هدم قبورهم حتى بدت ابدانهم واكفانهم كما ذكر بعض علماء نجد في سوال ارسله الي انتهى مختصرا اور اسی میں ہے اقول تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء على قبورهم ضلالة اى ضلالة عظيمة انتهى مختصرا۔ اور اسی میں ہے منها انه صح انه يقول لو اقدر على جحرة الرسول صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه وسلم لهدمتها اھ۔ حاصل یہ کہ علماء نے کہا کہ جسکی قبر پر گنبد و قبہ بنایا جائے وہ صاحب قبر عالم و صالح مشہور ہو۔ یا صحابی ہو تو گنبد و قبہ بخیر گرانا چاہئے کیونکہ اسکی قبر کو اگر چیکہ بوسیدہ و مندرس ہو چکی ہو۔ کھودنا حرام ہے۔ جب بحثکو یہ معلوم ہوا تو ان شہدائے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبروں پر گنبد و قبہ بنانا یا تو واجب ہے یا بلا کراہت جائز ہے۔ ہر حال میں قبہ و گنبد کے گرانے پر بجز گمراہ و بدعتی شخص کے کوئی اچھا شخص پیشقدمی نہیں کریگا۔ کیونکہ اس گرانے میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک حرمت لازم ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر ان اصحاب رسول کی محبت واجب ہے۔ اور لازم محبت سے یہ بات ہے کہ انکی عزت و توقیر بھی واجب ہے۔ جو شخص انکے قبروں کو منہدم کریگا تو

اسکے پاس ان بزرگوں کی کونسی عزت و توقیر ہوگی کہ اُسنے اُن کے قبور شریفہ کو کھود کر پھینکا دیا جس سے اُن کے بدن و کفن ظاہر ہوگئے۔ جیسا کہ بعض علمائے نجد نے اپنے استفتا میں ذکر کیا ہے جسکو میرے پاس روانہ کیا ہے۔ انتہی مختصراً۔ اسی کتاب میں ہے کہ شہدائے صحابہ مذکورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کو اُن پر قبہ و گنبد ہونیکے سبب سے منہدم کرنا بڑی گمرہی و ضلالت عظیمہ ہے۔ اسی کتاب میں ہے کہ ابن عبد الوہاب یعنی شیخ نجدی نے اسطرح بیہودہ گوئی کی کہ اگر میں حجرۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ) پر قدرت پاؤنگا تو اسکو بھی گرا دونگا۔ نعوذ باللہ منہ۔ شان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کسقدر گستاخی و بے ادبی کی ہے کہ سید القبور کے کھودنے و منہدم کردینے کا قصد اراد و بجز مفسدے دین کے کوئی مسلمان ہرگز نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اسلام میں قبروں کے بنانے اور نشان باقی رکھنے کا حکم ثابت ہے۔ بزرگوں کے آثار قدیمہ و یادگار دل کی حفاظت مسلم و غیر مسلم سب لوگ زمانۂ قدیم سے کرتے چلے آئے ہیں تاریخ عالم اسی آثار قدیمہ و انبار دیرینہ کے تحفظ و نقل و روایت کا نام ہے۔ کوئی صاحب عقل آثار قدیمہ و دیرینہ یادگاروں کے مٹانے اور فنا کرنے کو ہرگز جائز نہیں سمجھیگا۔ لارڈ کرزن نے آثار قدیمہ کی حفاظت کیلئے کیا کیا کوششیں کیں اور سب متمدن اقوام نے اسی حفاظت آثار قدیمہ کے لئے کسقدر نمایاں کام کئے اور کئے جارہے ہیں وہ دنیا پر مخفی نہیں ہے۔ آثار قدیمہ سے مراد کتب پارینہ بھی ہیں عمارات دیرینہ بھی مساجد و معابد بھی ہیں۔ جامہائے بوسیدہ بھی اور سکہ ہائے قدیمہ بھی ہیں عام ازیں کہ متبرک سمجھے جاتے ہوں یا نہیں۔ مدارس و متقدس افراد کے پچاہ سالہ و صد سالہ وغیرہ جشن جوبلی منائے جاتے ہیں وہ بھی قیام یادگار میں داخل ہیں۔ اسکو چھوڑ دو کہ آجکل دنیا کس طرز و روش پر چل رہی ہے اور اس پر غور کرو کہ ادیان ماضیہ میں آثار قدیمہ کی حفاظت کیگئی یا نہیں اور ہماری شریعت ناسخہ اس امر میں کیا فتوے دیتی ہے۔ اور بحکم استفت قلبک مفتی قلب سے استفتا کا جواب حل کرو کیا جواب دیتا ہے۔ اولیاء و انبیاء کے آثار قدیمہ اور صلحا کی یادگار کو متبرک سمجھنا اسکی حفاظت کرنی وہاں عمارتیں و مسجدیں تعمیر کروانیکا اگلی امتوں میں طریقہ جاری تھا۔ یا نہیں اور مسلمانوں کا اسپر عمل درآمد رہا ہے یا نہیں۔ ادلۂ اربعہ۔ قرآن۔ و حدیث۔ و اجماع۔ و قیاس سے ان امور کا جواز و استحباب ثابت ہے یا نہیں۔ اور ایسی یادگار کو توڑنا اور مسمار کرنا وحشت و بربریت ہے یا نہیں۔ بنظر غور دیکھو تو ان تمام سوالات کا جواب اثبات میں ملیگا۔ نفی میں نہیں۔ فصل الخطاب فی الفرق بین الخطا و الصواب کے صفحہ ۱۱ فائدہ دوم و دوم در تبرک میں ہے۔ قال صاحب الجلالین فی تفسیر سورۃ البقرۃ۔ (و قال لهم نبيهم) لما طلبوا منه آية على ملكه (ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت) الصندوق وكان فيه صور الانبياء انزله الله تعالى على آدم و استمر عليه فغلبتهم العمالقة عليه و اخذوه و كانوا يستفتحون به على عدوهم و يقدمونه في القتال و يسكنون اليه كما قال تعالى (فيه سكينة) طمانينة لقلوبكم (من ربكم و بقية مما ترك آل موسى و آل هارون) اى تركاه نعلا موسى و عصاه و عمامة هارون و قفيز من المن الذى كان ينزل عليهم و رضاض الالواح (تحمله الملئكة) حال من فاعل يأتيكم (ان في ذلك لاية لكم) على ملكه (ان كنتم مؤمنين) سورۂ بقرہ کی تفسیر میں صاحب جلالین نے کہا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے

طالوت کے بادشاہ ہونیکی نشانی اپنے پیغمبر سے طلب کی تو انکو اونکے نبی سموئل نے کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونیکی علامت یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس خود بخود آجائیگا۔ تابوت وہ صندوق ہے کہ جسمیں انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں۔ خدا نے اُسکو آدم علیہ السلام پر نازل کیا تھا انکے پاس ہی ہمیشہ رہا اون کے بعد اونکی اولاد کے پاس رہا۔ تمر عمالقہ نے ان پر غالب ہوکر اونسے تابوت لے لیا۔ بنی اسرائیل تابوت کی برکت سے اپنے دشمن پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے جنگ میں اس تابوت کو سامنے رکھتے تھے۔ اور اس سے تسکین پاتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس تابوت میں تمہارے دلونکو تسکین و اطمینان تمہارے رب کیطرف سے حاصل ہوتا ہے۔ موسیٰ و ہارون کی چھوڑی ہوئی متبرک چیزیں یادگار چیزیں ہیں۔ موسیٰ کے نعلین و عصا اور ہارون کا عمامہ۔ اور من کا مرتبان جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ اور الواح توراۃ کے ٹکڑے بھی اسمیں ہیں اوسکو ملائکہ اٹھالاوینگے۔ اگر تم سوچو کہ یہ تو اس تابوت میں طالوت کے بادشاہ ہونیکی نشانی ہو سو لانا دہلوی (ولی اللہ دہلوی) در فتح الرحمٰن میفرماید کہ ظاہر اینست کہ ایشان را بیقین معلوم نبود کہ ایں نشان پادشاہی او است کہ بیاید بنشانہ صندوقیکہ در آں آثار انبیاء است و ہر روز نگاہ کنند۔ و یقین ایشان بکلمہ کہ گفتہ شد کہ آل موسیٰ و آل ہارون بردارند و ہر شبانگاہ ہر فرشتگان ہر صورت نشانہ است شمارا۔ اگر باور دارید۔ اور تفسیر روح البیان جلد اول سورہ بقر میں ہے (قال لھم نبیھم) طلبوا علامۃ من قبل ملک طالوت ملکا علیھم فقالوا ما آیۃ ملکہ فقال (ان آیۃ ملکہ) ای علامۃ سلطنتہ (ان یاتیکم التابوت) ای یاتیکم التابوت الذی فقدتموہ (فیہ سکینۃ من ربکم) ای طمانینۃ من ربکم (وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ہارون) ای رضاض الالواح وعصا موسیٰ ونعلیہ وثیابہ وعمامۃ ہارون وقفیز من المن الذی کان ینزل علی بنی اسرائیل (تحملہ الملائکۃ) ای تاتی بہ حال کونھا حاملۃ لہ (ان فی ذلک) ای فی اتیان التابوت (لآیۃ لکم) ای لعلامۃ واضحۃ علی ان اللہ قد ملک طالوت (ان کنتم مؤمنین) ای ان کنتم مصدقین بنبوۃ شمویل وصاحبہ یرجع الیہ فیما یحتاج الیہ من مہمات امورہ والمراد بہ صندوق التوراۃ وکان قد رفعہ اللہ بعد موت موسیٰ علیہ السلام سخطا علی بنی اسرائیل لما عصوا واعتدوا واقبلوا علی الدنیا واطلب القوم من نبیھم آیۃ تدل علی ملک طالوت واراد نبیھم ان یاتیکم ان تابوت ہو من السماء والملائکۃ یحفظونہ فاتاہم کما وصف والقوم ینظرون الیہ حتی نزل عند طالوت۔ وہذا قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سموئل سے پوچھا کہ طالوت ہمپر بادشاہ مقرر ہونیکی کیا علامت ہے تو اون شمویل نبی نے کہا کہ طالوت کے بادشاہ مقرر ہونے کی علامت یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس خود بخود آویگا۔ تابوت توب سے مشتق ہے بمعنی رجوع ہے۔ تابوت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ظرف ہے جسمیں اشیاء رکھے جاتے ہیں اور نکالے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس سے نکالی ہوئی چیزیں اسمیں پھر واپس رجوع کیجاتی ہیں۔ اور صاحب تابوت اسمیں وہ لیت رکھی ہوئی چیزوں کو لینے کے واسطے اپنی حاجت و ضرورت کے وقت اس تابوت کیطرف رجوع کرتا ہے اسلئے تابوت نام ہوا۔ اس سے توراۃ کا صندوق مراد ہے جسکو حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی نافرمانی و معصیت حد سے بڑھ جانیکے سبب سے خدا نے اٹھالیا تھا۔ پھر طالوت کے بادشاہ بنائے جانے پر بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سموئل سے نشانی طلب کی تو سموئل نے کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونیکی یہ نشانی ہے کہ تابوت آسمان سے تمہارے پاس آپ سے آپ آجاویگا۔ ملائکہ اُسکی حفاظت کرتے ہیں۔ سب بیان سموئل تابوت اُن کے پاس اس طرح آگیا کہ سب لوگ اُسکی طرف

دیکھ رہے تھے۔ یہانتک کہ وہ تابوت طالوت کے پاس نزول کیا۔ یہ سب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ اور ارباب اخبار نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر تابوت کو نازل فرمایا جسمیں تماثیل و تصاویر انبیاءؑ تھے۔ اور وہ شمشاد کی لکڑی تھا۔ تا وفات آدم علیہ السلام کے پاس رہا پھر یکے بعد دیگرے اولاد آدم وارث ہوتے رہے یہانتک کہ یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ پھر بنی اسرائیل کے دست تصرف میں رہا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو پہنچا۔ وفات تک موسیٰ علیہ السلام کے پاس رہا۔ موسیٰ علیہ السلام اوس میں تورات اور اپنا سامان رکھتے تھے۔ اور وقت جہاد یہ تابوت اسکو سامنے رکھتے تھے جس سے دل خوف جہاد سے تسکین و اطمینان پاتے تھے۔ پھر بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے اس پر قابض رہے کسی بات میں باہم جھگڑتے تو تابوت کیطرف متفقہ مرجوع کرتے۔ وہ ان سے کلام کرکے اُن میں تصفیہ کر دیتا تھا۔ اور جنگ میں تابوت کو اپنے سامنے رکھتے۔ اسکی برکت سے اپنے دشمن پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے یہانتک کہ تابوت کو لشکر کے اوپر اٹھا لیتے تھے۔ اور بنی اسرائیل دشمن سے جنگ کرتے۔ جب تابوت میں چیخ و آواز کو سنتے تو اپنی فتح و نصرت کا یقین کرتے تھے جب وہ نافرمانی و فساد کرنے لگے تو خدا نے انکی سرکوبی کیلئے عالقہ کو مسلط کیا تو وہ بنی اسرائیل پر غالب ہوکر تابوت کو اُن سے چھین لیا۔ اور بول و براز کی جگہ میں اوس کو بے حرمتی سے رکھا تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بادشاہ بنایا تا۔ عالقہ پر تابوت کی بے حرمتی کرنے کے سبب اُن پر بلا نازل کی یہانتک کہ جو تابوت کے پاس پیشاب کیلئے بیٹھتے وہ بواسیر میں مبتلا ہوگئے۔ اور اُن کے اپنے شہر ویران ہوگئے تب کفار نے سمجھا کہ تابوت کی بے حرمتی و اہانت کرنے کے سبب سے ہمپر یہ بلا نازل ہوئی ہے۔ پس تابوت کو وہاں سے نکالکر بیلوں کو گاڑی میں جوتکر دو بیل گاڑی کو باندھے بیل چلنے لگے اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو اُن پر مقرر کیا۔ وہ بیلوں کو ہانکتے ہوئے منزل طالوت تک پہنچائے بنی اسرائیل نے طالوت کے بادشاہ ہونے پر اپنے پیغمبر سے دلیل طلب کی تو پیغمبر سموئیل نے کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونیکی نشانی یہ ہے کہ طالوت کے گھر میں تابوت تمکو ملیگا۔ جب انہوں نے طالوت کے پاس تابوت کو پایا تو اوس کے بادشاہ ہونے کا یقین کیا۔ **پس** اس تمام بیان سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ ادیان سابقہ میں آثار قدیمہ کی حفاظت عزت کیجاتی۔ بنی اسرائیل کو تابوت کے احترام کیوجہ سے فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔ اور ان آثار قدیمہ دیادگار سے متبرک کسی بے حرمتی کرنیوالوں پر قہر و بلا نازل ہوئی۔ اُن کے شہر تباہ و ویران ہوگئے۔ اسیطرح یعقوب علیہ السلام جب اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کی جدائی میں روتے روتے نابینا ہوگئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا پیرہن (جو در اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرہن تھا۔ جب آتش نمرود میں ڈالے گئے تو اوس کو پہنے ہوئے تھے اور وہ جنتی پیرہن تھا۔) بحکم جبرئیلؑ یعقوب علیہ السلام کے پاس روانہ کیا تو اوس کو یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالنے سے وہ بینا ہوگئے۔ صاحب جلالین نے تفسیر سورہ یوسف میں فرمایا ہے۔ (اذهبوا بقميصي هذا) وهو قميص ابراهيم الذي لبسه حين القي في النار كان من حرقي في الجب وهو من الجنة امره جبريل بارساله اليه قال ان فيه ريحها ولا يلقى على مبتلى الا عوفى۔ (فالقوه على وجه ابى يات) يصر (بصيرا) وقال ايضا

(فلما ان) جاء زائدۃ (جاء البشیر) یہودا بالقمیص وکان قد حمل قمیص الدم فاحب ان یفرحہ کما احزنہ (القاہ) طرح القمیص (علی وجہہ فارتد بصیرا) ۔ اس سے بھی آثار قدیمہ کی حفاظت و احترام و تبرکات انبیاء و اولیاء سے برکت حاصل کرنیکا ثبوت واضح ہوتا ہے ۔ تفسیر مہایمی میں سورۂ کہف کی آیت ذیل کی تفسیر اسطرح مرقوم ہے (اذ یتنازعون بینہم امرہم) فیقول المسلمون ابنوا علیہم بنیانا ربہم اعلم بہم وقال الذین غلبوا علی امرہم لنتخذن علیہم مسجدا وقال الکفار انہم اولاد الکفار ولیست اسلامہم (فقالوا ابنوا علیہم بنیانا) صومعۃ او کنیسۃ لکن قطع اللہ ذالک النزاع ایضا بتغلیب المومنین اذ (ربہم اعلم بہم) فغلب بالحجۃ والقدرۃ من علم اطلاعہ علی حقیقۃ امرہم حتی (قال الذین غلبوا علی امرہم لنتخذن) علی رغم المشرکین (علیہم مسجدا) نصلی فیہ ونتبرک بہم ۔ اصحاب کہف کے بارہ میں مسلمان اور کفار جھگڑنے لگے ۔ مسلمان کہتے تھے کہ اصحاب کہف مسلمان ہیں ہم اُن پر مسجد بناوینگے ۔ کفار نے کہا کہ اصحاب کہف اولاد کفار ہیں ان کا مسلمان ہونا ثابت نہ ہوا اسلئے وہ آپس میں کہنے لگے کہ صومعہ یا کنیسہ بناؤ ۔ خدا نے مسلمانوں کو کفار پر غالب بنا کر اس نزاع کو قطع کر دیا کیونکہ اصحاب کہف کا رب ان کو زیادہ جانتا ہے پس حجت و قدرت کیساتھ اُن پر غالب کر دیا جو اصحاب کہف کی حقیقت حال کے اطلاع ہونیکا یقین رکھتے تھے حجت و قدرت کیساتھ اپنے کام میں جو غالب تھے یعنی مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین کے خلاف میں ہم اصحاب کہف کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر اسمیں نماز پڑھینگے اور اصحاب کہف سے برکت و تبرک حاصل کرینگے ۔ تفسیر مدارک میں ہے (لنتخذن علیہم) علی باب الکہف (مسجدا) یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانہم ہم باب کہف پر مسجد بنائینگے تاکہ اسمیں مسلمان نماز پڑھیں ۔ اور اصحاب کہف سے تبرک حاصل کریں ۔ تفسیر روح البیان جلد سوم میں ہے (لنتخذن علیہم مسجدا) ای لنبنین علی باب کہفہم مسجدا یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانہم ۔ ہم اصحاب کہف کے دروازہ پر مسجد بنائینگے تاکہ اسمیں مسلمان نماز پڑھیں ۔ اور اصحاب کہف کے مکان سے تبرک حاصل کریں ۔ تفسیر روح المعانی جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۳ میں ہے ۔ والمذکور فی القصۃ ان الملک جعل علی باب الکہف مسجدا وجعل لہ فی کل سنۃ عیدا تخلیدا ۔ قصۂ اصحاب کہف میں یہہ مذکور ہے کہ باب کہف پر بادشاہ نے مسجد بنائی ۔ اور ہر سال میں اوسکی عید عظیم منائی ۔ ان تفسیروں سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ آثار قدیمہ کی حفاظت و احترام اور بزرگوں کی یادگار قائم و باقی رکھنا ۔ اور اون کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر اسمیں نماز ادا کرنا اور اُن بزرگوں کے مکان و مرقد سے تبرک حاصل کرنا ادیان سابقہ میں موجود تھا جسکا ذکر قرآن شریف میں بلا تردید و تنسیخ موجود ہے ہر سال میں اس یادگار کی عید عظیم منانیکا طریقہ بھی قدیم سے جاری ہے ۔ ہمارے زمانہ کی اصطلاح میں فاتحہ سالانہ یا عرس شریف سے معروف ہے ۔ جنسے بزرگوں کی یادگار و ثواب رسانی مقصود ہے ۔ آیت تابوت و پیرہن یوسفی ۔ و مسجد اصحاب کہف کا بیان و تفسیر مذکور ہم مسلمانان امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کیلئے بھی قیام یادگار بزرگان دین و حفاظت آثار قدیمہ و تبرک بآثار صالحین کے استحسان و استحباب پر حجت و سند ہے کیونکہ اصحاب کہف کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر ہر سال اسکی عید عظیم منانیوالے مسلمان عارف باللہ عبادت و صلاۃ کے معترف تھے ۔ جیسا کہ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر جلد پنجم مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۹ میں فرمایا ہے :۔ ہذا القول یدل علی ان اولئک القوم کانوا عارفین باللہ

معتکفین بالعبادۃ و الصلوٰۃ۔ یہ قول (لنتخذن علیہم مسجدا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مسجد بنانیوالے مسلمان عارف باللہ اور عبادت وصلاۃ کے معتکف تھے۔ نیز اسی صفحہ میں ہے (لنتخذن علیہم مسجدا) نعبد اللہ فیہ ونتبقی آثار اصحاب الکہف بسبب ذلک المسجد۔ اصحاب کہف کے قرب وجوار میں مسجد بنا کر ہم اسمیں عبادت کرینگے۔ اور اس مسجد کے سبب سے اصحاب کہف کے آثار اور یادگار باقی رکھینگے۔ روز روشن کیطرح ثابت ہوا کہ اصحاب کہف کے آثار و یادگار باقی رکھنے کیلئے ہی ان عارفین باللہ مسلمانوں نے مسجد بنائی تھی ہم مسلمانوں کے لئے یہ دلائل کافی ہیں۔ اور کوئی آیت وحدیث یا فقہی وقیاسی دلیل بھی اس بقائے یادگار وحفاظت یادگار قدیمہ وتبرک بآثار صالحین کے حرام وممنوع ہونے پر ثابت نہیں ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین:۔ بلکہ علامہ شہاب خفاجی نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں (لنتخذن علیہم مسجدا) سے استدلالاً بیان کیا ہے وکونہ مسجدا یدل علی جواز البناء علی قبور الصلحاء ونحوہم کما اشار الیہ فی الکشاف و جواز الصلاۃ فی ذالک البناء:۔ باب کہف پر مسجد کا ہونا صلحا وغیرہم کے قبور پر عمارات تعمیر کرنے اور اسمیں ادائی نماز کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تفسیر کشاف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے:۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ باب کہف پر مسجد بنانیسے قبور صالحین پر عمارت وقبہ وگنبد ومجوزہ چار دیواری کا بنانا ثابت نہیں ہوسکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک وشبہ ثابت ہوتا ہے اسطرح پر کہ قبور صالحین کے قرب وجوار وارد وگرد کی خالی زمین پر (جہاں کوئی قبر نہ ہو بحکم جعلت لی الارض کلہا مسجدا) سجدہ کرنا و نماز پڑھنا جائز ہے تو اگر کوئی شخص بزرگوں سے برکت حاصل کرنے کیلئے انکی قبروں کے پاس نماز پڑھنے وقرآن پڑھنے واصحاب قبور سے فیض حاصل کرنے اور زیارت کرنیوالوں کی راحت وآسایش کیلئے قبہ وگنبد والا حجرہ تعمیر کرے تو یہ بھی اصحاب کہف کی مسجد کیطرح جائز ومستحسن ہوگا۔ کسی دلیل سے حرمت ثابت نہیں ہوسکتی۔ لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ جو طرق مختلفہ سے مروی ہے دراصل صرف ایک حدیث ہے اسکے عبارۃ النص سے یہود ونصاریٰ کے فعل کی حکایت ثابت ہوتی ہے کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کو مساجد سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ دلالۃ النص وقیاس جلی سے ہمی مسلمانوں کو بھی جنوں انبیاء کو مساجد سجدہ گاہ بنانیکی ممانعت کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ صریح حکم نہیں ہے کہ تم ایسا نہ کرو۔ درصورت تسلیم قبروں کو مساجد سجدہ گاہ بنانیکی ممانعت ثابت ہوگی۔ قبروں کے پاس مساجد بنانیکی ممانعت ثابت نہیں ہوسکتی کہ اسلئے کہ نفس قبر کو مسجد سجدہ گاہ بنانے اور قبر کے پاس مسجد بنانے میں بڑا فرق ہے۔ قبروں کے پاس مسجد بنانیکا جواز واستحسان قرآن شریف (لنتخذن علیہم مسجدا) سے ثابت ہے۔ اسکی تردید ونسخ کسی آیت قرآنی سے تو کیا کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ بفرض محال اگر کوئی حدیث سے قبروں کے پاس قرب وجوار میں مسجد بنانیکی ممانعت بھی ثابت ہوجائے تو بحکم حدیث (کلامی لایشبہ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی۔ میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کردیتا ہے) جبکہ قبور صالحین کے قرب وجوار میں مسجد بنانا قرآن سے ثابت ہے تو کلام اللہ ناسخ اور کلام رسول منسوخ سمجھا جائیگا۔ اور جب قرآن کا مقابلہ حدیث متواتر بھی نہیں کرسکتی تو کسی مفسر ومحدث کا محض قول غیر محقق قرآنی حکم کو ہرگز منسوخ نہیں کرسکتا۔ پس حدیث مذکور

(لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد) کا زیادہ سے زیادہ صرف یہی مطلب ہے کہ نفس قبر کو سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ قبروں کے قرب وجوار میں مسجد بنانا ممنوع نہیں ثابت ہو سکتا تو پھر قبروں پر قبہ وگنبد مشتمل وسایہ دار عمارت چوکھنڈی وحجرہ بنانیکی حرمت مع اضافت حدیث مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ حدیث مذکور میں قبہ وگنبد وحجرہ بنا علی القبور کا کچھ طلقاً ذکر نہیں تو پھر حرمت مع اضافت کی اثبات کا دعوی بے دلیل ہے قبر پر قبہ وگنبد وحجرہ بنانیکی حرمت پھر ایک اور حدیث (جس سے مثبت کیجاتی) ہے (عن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ) جابر سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو گچ سے پختہ کرنے اور اوسپر بیٹھنے اور اوسپر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے تین امر کی نہی مفہوم ہوتی ہے۔ (۱) قبر کو گچ سے پختہ ومضبوط کرنا۔ (۲) نفس قبر پر تعمیر کرنی۔ (۳) نفس قبر پر بیٹھنا۔ اولاً یہ عرض ہے کہ لفظ نہی سے حرمت ہی مخصوص نہیں ہو سکتی بلکہ بعض اوقات اولیٰ وخلاف افضل کاموں کو بھی لفظ نہی سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ نہی عن تشیید البناء (مکانات وعمارات کو مضبوط ومحکم کرنیسے منع فرمایا ہے) اسیطرح ہر روز لگنے کیلئے کھانا تیار کرنیسے بھی منع فرمایا ہے تو یہ امور حرام ثابت ہو جائینگے۔ ہرگز نہیں بلکہ تنزیہی وخلاف اولیٰ ومکروہ عادی ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی سیرت وعادت کے اعتبار سے احکام دنیا کو اچھا نہ سمجھا۔ اور زینت ولذات دنیوی میں منہمک ہونیسے منع فرمایا۔ اور جسطرح انسانوں کے مکانات وعمارات کو مستحکم ومضبوط بنانیسے منع فرمایا ہے اسیطرح مُردوں کے مکانات یعنی قبروں کو پختہ بنانیسے بھی بطور خلاف اولیٰ منع فرمایا نہ یہ کہ حرام قطعی فرمایا۔ ورنہ جسطرح پختہ قبروں کو توڑنیکا حکم ہوا ہے۔ اسیطرح سے مضبوط مکانات وعمارات ومساجد کو بھی توڑ کر پھینکدینا چاہئے۔ کیونکہ جس (لا تجصص القبر) سے قبر کو پختہ بنانا ممنوع بتلایا جاتا ہے۔ اسیطرح نہی عن تشیید البناء سے مکانات وعمارات کو پختہ بنانا ممنوع ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ قبروں کو توڑنیکی وحشت وبربریت وضبط وجنون پیدا ہوا۔ اور پختہ عمارات ومکانات کو توڑنیسے باز رہیں۔ اگر کوئی ابوالہیاج اسدی کی روایت (عن ابی الہیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ۔ ابو الہیاج اسدی نے کہا کہ مجھ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھکو ایسے کام پہ نہ روانہ کروں جس کام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو روانہ فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ کسی تصویر کو بغیر مٹائے نہ چھوڑے اور کسی بلند قبر کو نہ چھوڑے مگر اسکو برابر کردے۔) کو سند وحجت گردان کر پیش کرے کہ اس حدیث میں بلند قبر کو برابر کردینے یعنی توڑنیکا حکم ثابت ہے۔ اسلئے پختہ قبروں کو توڑنا واجب ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن قبروں کو برابر کرنے حکم فرمایا تھا۔ اور کس چیز کے برابر کرنیکا حکم کیا تھا۔ اور برابر کرنیکی علت کیا تھی۔ عبادت وپرستش تھی۔ یا اور کیا وجہ تھی۔ جبکہ اس حدیث میں کسی امر کی تصریح وتعیین ہی نہیں ہے۔ اور بہت ساری صحیح حدیثوں کے خلاف میں ہے تو یہ حدیث قابل حجت وسند نہیں ہے۔ محتمل ہے کہ کفار ویہود ونصاریٰ کی قبروں کو برابر کرنیکا حکم ہوا ہو اسلئے کہ اسوقت کفار کے قبور ہی زیادہ تھے۔ علاوہ ازیں جب کسی مسلمان کی

قبر کو کھودنا اسلام میں جائز ہی نہیں ہے تو مسلمانوں کی قبر کو برابر کرنے کا کس طرح حکم کیا ہوگا۔ مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا حرام ہوئے پر بہت سی حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ (عن سفیان التمار انہ رای قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما یلی الطریق سفیان تمار سے مروی ہے کہا اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو میں نے مشرک کی طرح زمین سے بلند دیکھا (عن ابراہیم قال اخبرنی من رای قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقبر ابی بکر وعمر ناشزۃ من الارض وعلیہ طرق موج احمر بیض۔ (امام محمد) ابراہیم سے مروی ہے کہا کہ مجھ کو اس شخص نے خبر دی ہے کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کو زمین سے بلند (ابھری ہوئی) دیکھا ان قبروں پر سرخ سفید بوندی کی چھڑکاؤ ہوئی۔ (امام محمد) (عن جابر سنت ثلثۃ کلہم کہ فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبا محمد بن علی وسنت قاسم بن محمد وسنت سالم بن عبد اللہ اخبرونی عن ابیہم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت [illegible] جابر سے مروی ہے کہا کہ میں نے ایسے تین شخصوں سے [illegible] کے پاس قبر شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدفون ہیں محمد بن علی رضی اللہ عنہما کو پوچھا اور قاسم بن محمد اور سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ تم سے تمہارے آبائی بالیں کی قبریں کیفیت کیا ہو جو حضرت عائشہ کے میں مدفون ہیں تو سبھوں نے کہا کہ قبور ثلثہ تم کو ان تینوں کی طرح زمین سے بلند ہیں۔ (قال القاری السنۃ ان یعلم القبر وان یرفع شبرا کقبرہ علیہ السلام کما رواہ ابن حبان فی صحیحہ) ملا علی قاری نے کہا کہ قبر کا پہچانا جانا اور نبی علیہ السلام کی قبر شریف کی طرح زمین سے ایک بالشت رفعا سنت ہے۔ (مدارج) لما مات عثمان بن مظعون اخرج جنازتہ فدفن فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملہا فقام الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسر عن ذراعیہ فحملہا فوضعہا عند راسہ وقال علم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اہلی (جب عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ اور وہ دفن کر دیے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ آپ کے پاس پتھر لاوے وہ شخص پتھر نہ اٹھا سکا تو آنحضرت علیہ السلام نفس نفیس خود بانہوں پر آستین چڑھا کر اٹھے اور وہ پتھر اٹھا لا کر عثمان بن مظعون کے سر کے پاس رکھا اور فرمایا کہ اس پتھر سے میں اپنے بھائی عثمان بن مظعون کی قبر کو علامت و نشان کرتا ہوں اور میرے اہل سے جو مرے گا اس کو یہاں دفن کروں گا۔ بعض الفاظ حدیث میں کہا ہے کہ قبر پر علامت و نشان کا رکھنا جس سے قبر پہچانی جائے سنت ہے۔ (ابو داؤد باب ان یجعل علی القبر علامۃ یعرف بہا) اگر ابو الہیاج اسدی کی روایت میں مسلمانوں کی قبر پر [illegible] نہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو [illegible] دیکھ لیتے۔ اسلئے کہ سب سے زیادہ نمایاں قبر حضرت عثمان بن مظعون کی ہی تھی۔ جس پر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے پتھر لا رکھا تھا۔ وہ قبر اس قدر بلند تھی۔ کہ حضرت خارجہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سب سے زیادہ جو ممزوہ شخص سمجھا جاتا تھا جو اس مزار کو پھاند جاتا۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۱۸۲۔ اور مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز۔ پس ثابت ہوا کہ یہود و مشرکین کی قبروں کو برابر کرنے کا حضرت علی کو

حکم ہوا تھا نہ کہ مسلمانوں کی قبر وسنگو۔ خود آنحضرت علیہ السلام کا عثمان بن مظعون کی قبر پر پتھر لا رکھنا اور اعلم بہا قبر اخی وزمانا۔ اس بات کی بین دلیل ہے کہ مسلمانوں کی قبریں باقی رکھی جائیں۔ اور مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا اور توڑنا حرام ہے (عن ابی مرثد الغنوی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجلسوا علی القبر۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں پر مت بیٹھو۔ اس حدیث پر عمل اسوقت تک ممکن نہیں جبتک کہ قبر زمین سے بلند بنی ہوئی نمایاں طور پر ظاہر نہ ہو۔ ان تمام احادیث صحیحہ سے زمین پر قبر کا نمایاں طور پر بلند و معلوم وممتاز و معروف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان حدیثوں کے خلاف میں ابو الہیاج کی روایت ہرگز قابل اعتبار نہیں الا سویتہ سے یہود و مشرکین کی قبروں کو برابر کرنا مراد ہے اور مسلمانوں کی قبروں کو توڑنا اور کھودنا حرام ہے:۔ پس حدیث جابر میں نہی ان یجصص القبر سے قبر کو پختہ بنانیکی حرمت وممانعت بھی منسوخ ہے یہ استحکام قبور کی ممانعت اسوقت تھی جبکہ قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا۔ پھر ممانعت زیارت قبور منسوخ ہوکر زیارت قبور کی اجازت دیگئی تو استحکام قبور کی اجازت بھی دیگئی:۔ حدیث جابر میں نہی ان مبنی علیہ وان یقعد علیہ جو وارد ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نفس قبر پر یہود و نصارے کیطرح مثل لاٹ عمارت بنانیکو منع فرمایا۔ اور نفس قبر پر بیٹھنے کو منع فرمایا۔ نفس قبر مراد لینے کی اسلئے ضرورت ہے کہ علیہ میں علی کا حقیقی معنی علو و فوق و اوپر ہے۔ اور علی کا مجازی معنی عند ہے۔ یہاں ہر دو علیہ میں حقیقی معنی بن سکتا ہے اسطرح پر کہ یہود و نصارے کی قبروں کے مانند بلند عمارت جسکو لاٹ کہتے ہیں نفس قبر پر بنانا ممنوع ہے اسیطرح نفس قبر پر بیٹھنا بھی ممنوع ہے۔ اگر علی کا مجازی معنی عند مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ قبر کے نزدیک اطراف و بازو عمارت بنانی ممنوع ہے۔ اور قبر کے نزدیک اطراف و بازو بیٹھنا بھی ممنوع ہے حالانکہ قبر کے نزدیک بیٹھنے کی ہرگز ممانعت نہیں ہے بلکہ نفس قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے۔ اسیطرح نفس قبر پر عمارت بنانی بھی ممنوع ہے:۔ یہ قاعدہ ہے کہ جبتک حقیقی معنی بن سکے مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔ اور جمع بین الحقیقۃ والمجاز بھی جائز نہیں محال ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ پہلے جملہ ان یبنی علیہ میں علی کا مجازی معنی عند مراد ہو اور دوسرے جملہ وان یقعد علیہ میں علی کا حقیقی معنے علو و فوق مراد ہو۔ اسلئے کہ جملہ اولی معطوف علیہ اور جملہ ثانیہ معطوف ہے معطوف علیہ میں مجازی معنے عند اور معطوف میں حقیقی معنے علو نفس قبر مراد ہے معطوف علیہ اور معطوف میں حقیقت اور مجاز کا اجتماع اور اختلاف و تغیر معنی لازم آئیگا حاصل یہ کہ نفس قبر پر بناء و تعمیر اور نفس قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے۔ اور قبر کے اردگرد اطراف میں عمارت و چوکھٹی و حجرہ و قبہ وگنبد بنانیکی حرمت پر نہ آیت قرآنی دلالت کرتی ہے نہ کوئی حدیث۔ من ادعی فعلیہ البیان۔

قبر پر قبہ بنانیکا ثبوت:۔ جب قبر پر قبہ بنانیکی حرمت نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے اور بقاعدہ اصول در اصل ہر شئے مباح ہے۔ اور خود صحابہ کرام نے قبہ بنایا ہے جیسا کہ (ضرب عمر رضی اللہ تعالی عنہ علی قبر زینب بنت جحش۔) زینب بنت جحش کی قبر پر حضرت عمرؓ نے قبہ بنایا۔ (ضربہ محمد بن الحنیفۃ علی قبر ابن عباسؓ) حضرت علیؓ کے فرزند محمد بن حنیفہ نے ابن عباسؓ کی قبر پر قبہ بنایا۔ (رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین)۔ (ضربت عائشۃ علی قبر اخیہا۔) حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی

قبر پر قبہ بنایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (مات الحکم بن ابی العاص فی خلافۃ عثمانؓ فضرب علی قبرہ فسطاس فی یوم صائف۔ فتکلم الناس فی ذالک فقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد ضرب فی عہد عمر علی زینب بنت جحش فسطاس۔ فہل رأیتم عائبا عاب ذالک (اصابہ) حضرت عثمانؓ کی خلافت میں حکم بن عاص فوت ہوئے انکی قبر پر قبہ بنایا گیا۔ گرما کے موسم میں لوگوں نے اسمیں کلام کیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ عمرؓ کے زمانہ میں زینب بنت جحش کی قبر پر قبہ بنایا گیا تو کیا تم نے کسی کو اس فعل پر عیب چینی کرتے دیکھا:۔ پس قبہ بنانے اور قبر پر شامیانہ کھڑا کرنے کے جواز و استحسان میں کسی مسلمان کو انکار کی مجال نہیں ہے اور نہ قبر کے قرب وجوار خالی جگہ میں مسجد بنانے کی ممانعت ہے آیت قرآنی۔ (لنتخذن علیہم مسجدا) سے اسکا جواز و استحسان ثابت ہوا۔ اسکے علاوہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے راستہ میں عموماً ایسے مسجدوں کا موجود ہونا ثابت ہے کہ جن کے پاس قبریں موجود ہیں۔ بخاری صفحہ ۷۰ میں ہے عند المسجد قبران اور ثلثہ مسجد کے پاس دو یا تین قبریں اور علی القبور عنہم من حجارۃ۔ قبروں پر بڑے پتھروں کا ڈھیر تھا۔ بخاری صفحہ ۷۰، جبکہ خیر القرون ہی میں قبروں کے پاس مسجدیں بنوائی گئی تھیں تو پھر اسکے جائز ہونیمیں کیا کلام ہے اور جبکہ قبور صالحین کے قرب وجوار میں بطور یادگار مسجد بنا کر اسمیں نماز پڑھنا۔ اور ان قبور صالحین سے برکت و تبرک حاصل کرنا شرعاً جائز ہے ہرگز ممنوع نہیں ہے تو قبور صالحین کا آثار متبرکہ و یادگار قدیمہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوا کیونکہ جب ان قبور صالحین سے برکت حاصل کرنیکی غرض سے مسجد بنوائی جاتی ہے تو مقامات متبرکہ اور وہی قبور صالحین ٹھہرے۔ پھر انکے اردگرد کی عمارتیں و مسجدیں اور مناارات آثار قدیمہ اور یادگار رہ زمانہ سمجھے جاویں تو وہ قبور و مزارات جنمیں انبیاء و اولیاء و صلحاء (جنکے سینے بحکم صدور الابرار قبور الاسرار۔ اسرار الٰہی کے مخزن ہیں) آسودہ آرام فرما ہیں بیشک و ریب قطعاً و یقیناً مذہبی آثار متبرکہ و یادگار قدیمہ ہیں جو فیض رسان عالم ہیں جنکی تعظیم زندوں پر اسیطرح واجب ہے جیسی ان کی زندگی زندگی میں تعظیم کیجاتی تھی دیکھو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مسقف چار دیواری میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں ؎

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ ٭ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

اگر انہی لن ینیل علیہ کا مقصود ہوتا کہ قبر پر کسیطرح کی بھی تعمیر حرام و ممنوع ہے تو پھر ہمارے سرکار فداہ روحی وابی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے باجماع و اتفاق سایہ دار چھت والے حجرہ میں کیلئے دفن کیا اگر یہ جواب دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ جہاں آپکا وصال ہوا اسی جگہ دفن ضروری تھا پس ہم بھی یہ جواب عرض کرینگے کہ اللہ پاک کو بھی یہی پسند و مرغوب تھا کہ سایہ دار اور چھت والے حجرہ میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مرقد و آرامگاہ بنائے اسی لئے اس حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں قبض روح شریف ہوا اگر سایہ دار عمارت حجرہ میں تدفین مذموم و ممنوع ہوتی تو ایسے ناجائز مقام میں قبض روح نہ ہوتا۔ نہ وہ حجرہ مرقد و آرامگاہ بنایا جاتا۔ اگر انبیاء کی خصوصیت ہوتی کہ سایہ دار حجرہ و عمارت میں غیر نبی کی تدفین ممنوع ہوتی تو حضرت ابوبکر و عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمام صحابہؓ نے باتفاق اسی حجرۂ عائشہ میں کیلئے دفن کیا اس سے ثابت ہوا کہ سایہ دار عمارت میں کسی شخص کی تدفین بھی حرام و ممنوع نہیں ہے اور قبر پر بنا، و تعمیر ناجائز و ممنوع ہونیکا وہی مطلب ہے جو مذکور ہوا یعنی نفس قبر کو نصاریٰ کی قبروں کیطرح بلند مثل لاٹ نہ بنائیں اور قبر کو گچ سے پختہ و مستحکم بنانیکی ممانعت سے بھی یہی مراد ہے کہ نصاریٰ کی قبروں کیطرح لاٹ کے مانند بلند چونہ و گچ سے قبر کو پختہ نہ بنائیں ورنہ قبر کو مسنم کوہان شتر کیطرح بنانا زمین سے قبر کا بلند ہونا قبر کا نشان باقی رکھنا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح و نجاۃ الارواح للعلامۃ المجید الشیخ حسن ابن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی قلمی صفحہ ۶۸۷ میں واذا خربت القبور فلا باس بتطینہا۔ لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراہیم فرای فیہ حجرا سقط منہ فسدہ ثم قال من عمل عملا فیلتقنہ۔ جبکہ قبریں شکستہ و خراب ہو جائیں تو انکو گلابہ کرنا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر گذرے تو اس قبر سے ایک پتھر گرا ہوا دیکھکر اسکو آپنے درست فرمادیا۔ پھر اسطرح ارشاد فرمایا کہ جبکہ کوئی آدمی کوئی کام کرے تو پکا اور مضبوط کرنا چاہیئے۔ پس آنحضرت علیہ السلام نے ابراہیم کی قبر کو پختہ بنایا۔ اور پھر ہر شخص کو پختہ بنانیکا حکم فرمایا تو پھر قبر کو گچ سے پختہ بنانیکی حرامت و ممانعت کہاں باقی رہی اور رہی ان کی بعض القبر کا مطلب وہی ہے کہ لاٹ کیطرح بلند و پختہ نہ بنائی جائے نہ یہ کہ مسنم مثل کوہان شتر قبر کو بھی گچ سے پختہ بنانا حرام ہے۔ روایت سالم بن عبد اللہ یحری اماکن من الطریق فیصلی فیہا ویحدث ان اباہ کان یصلی فیہا وانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی تلک الامکنۃ وحدثنی نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یصلی فی تلک الامکنۃ (بخاری شریف) میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا کہ راستہ میں چند جگہوں کو قصد و تلاش کر کے ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے۔ اور بیان کرتے تھے کہ ان کے باپ یعنی عبد اللہ بن عمرؓ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے۔ اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور مجھ کو نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے :۔

قبر پر قبہ و گنبد بنانے کے باب میں فقہا کے اقوال :۔ قبل ازیں صفحہ (۷۶ تا ۸۰) میں بحوالہ کتاب فصل الخطاب فائدہ ہفدہم در مختار و طحطاوی شرح سفر السعادۃ و مطالب المؤمنین مرقات المفاتیح شرح مشکوات المصابیح للملا علی القاری۔ رسالہ اعثور علی دار السرور۔ مصباح الانام و فصول للامام ابن مفلح تلمیذ ابن تیمیہ۔ و تحفہ ابن حجر المکی۔ و حاشیۃ الحلبی علی المنہج و تورپشتی۔ اور فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب وغیرہا کتب کی عبارتیں مفصل و مدلل منقول و مرقوم ہیں۔ ملاحظہ کریں اسکے علاوہ مصنف مجمع البحار علامہ محدث نے بھی لکھا ہے کہ قد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء والمشاہیر لیزوروہم الناس ویستریحوا بالجلوس فیہ سلف صالحینؒ نے مشائخ و علما و مشاہیر کی قبروں پر قبہ و گنبد بنانیکو جائز و مباح کر دیا ہے تاکہ لوگ

انکی زیارت کریں اور اوسمیں بیٹھکر راحت پاویں۔ ابو حنیفہ ہند شیخ عبد الحق محدث دہلوی و علامہ عبد الغنی نابلسی و مشقی و ملا حقی آفندی حنفی صاحب تفسیر روح البیان علامہ حصکفی کا یہی مسلک ہے۔ اور جامع الفتاوے سے احکام میں منقول ہے اور کہا گیا ہے کہ قبر پر قبہ وگنبد تعمیر کرنا مکروہ نہیں۔ جبکہ صاحب قبر مشائخ و علماء و سادات سے ہو۔ فی الاحکام عن جامع الفتاوے وقیل لا یکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔ بعض فقہا کی عبارتوں میں قبروں پر بناء و تعمیر کی بظاہر کراہت معلوم ہوتی ہے اس مکروہ بناء سے وہی مراد ہے جو نفس قبر پر یہود و نصاریٰ کی قبروں کی طرف لاٹ و سقط و تابوت بنایا جائے جیسا کہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ لا یرفع علیہ البناء قالوا اراد بہ السقط الذی فی دیارنا علی القبور۔ (قبر پر بناء و تعمیر بلند نہ کیجاوے۔ فقہا نے کہا کہ اس سے سقط مراد ہے جو ہمارے ملک میں قبروں پر بلند اٹھایا جاتا ہے۔) اور کرہ ابو حنیفۃ البناء علی القبر وان یعلم بعلامۃ قالوا اراد بالبناء السقط الذی علی القبر فی دیارنا۔ (مفید المستفیدین عن المحیط) ویستعار للتابوت الصغیر (المغرب فی تفسیر لفظ السقط) ابو حنیفہ رح نے قبر پر بناء و تعمیر کو مکروہ سمجھا ہے۔ اور علامت کو فقہا نے کہا ہے کہ جس بناء کو مکروہ سمجھا ہے اس بناء سے سقط مراد ہے جو ہمارے ملک میں قبروں پر ہوتا ہے سقط چھوٹے تابوت کیلئے مستعار لفظ مستعمل ہے جیسا کہ لفظ سقط کی تفسیر مغرب میں مرقوم ہے۔ پس فقہا کی عبارتوں میں قبر پر تعمیر و بناء مکروہ جو کہا گیا ہے اس سے قبر پر سقط یعنی تابوت صغیر و نفس قبر پر لاٹ بنانا مکروہ مراد ہے۔ لیکن قبر کے ارد گرد سے چار دیواری بنا کر قبر پر سایہ دار عمارت و قبہ وگنبد بنانا مکروہ نہیں ہے۔ چاروں مذاہب کے علماء کے پاس قبر پر گنبد و قبہ بنانا جائز و مستحسن ہے۔ کسی کتاب فقہ میں قبر پر قبہ وگنبد بنانیکی حرمت یا مکروہ تحریمی ہونا مصرح نہیں ہے صرف فضول و بیفائدہ مال اسراف و ضائع کرنیکی ممانعت ہے زائرین و قاریان قرآن اسمیں بیٹھکر سردی و گرمی و بارش سے محفوظ رہنے و راحت و آرام پانیکے فائدہ کے لئے بنانا مستحسن ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ درمختار میں وقیل لا باس بہ وہو المختار کہا ہے قیل سے قول ضعیف کیطرف اشارہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ قیل سے ہر جگہ قول ضعیف کیطرف اشارہ سمجھنا غلط ہے۔ جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ قیل کہنے والے نے ہر قول ضعیف بیان کرنیکے وقت لفظ قیل کہنے کا التزام کیا ہے جیسا کہ ملتقی الابحر کے مولف کی عادت معلوم ہے عمدۃ الرعایہ میں ہے۔ فائدہ کثیرا ما یذکرون حکما مصدرا بلفظ قیل ویکتب الشراح والمحشون تحتہ انہ اشارۃ الی ضعفہ۔ والحق انہ ان علم ان من عادۃ المؤلف انہ التزم ان یذکر الحکم المرجوح بہذہ الصفۃ ویشیر بہا الی ضعفہ قضی بہ جزما کما علم من عادۃ مؤلف ملتقی الابحر۔ پھر اسکے بعد عمدۃ الرعایہ میں مرقوم ہے والا فلا یجزم بذالک ومن ثم قال الشرنبلالی فی رسالتہ المسائل البہیۃ الزاکیہ علی الاثنی عشریہ صیغۃ قیل لیس کل ما دخلت علیہ یکون ضعیفا۔ ورنہ یعنی جبتک قیل کہنے والیکے حکم ضعیف کو قیل سے کہنے کے التزام کرنیکا حال معلوم نہ ہو ہرگز لفظ قیل سے ضعف قول کا یقین نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ المسائل البہیۃ الزاکیہ علی الاثنی عشریہ میں کہا ہے کہ ہر وہ حکم جسپر لفظ قیل داخل ہو ضعیف نہیں ہوا کرتا۔ پس قیل

لاباس بہ کو قول ضعیف سمجھنا غلط ہے۔ علاوہ ازیں جبکہ درمختار میں قیل لاباس بہ کے بعد وہو المختار بھی لکھا ہوا ہے تو یہ قول ضعیف ہونیکی صریح تردید ثابت ہوئی کہ یہ قیل قول ضعیف نہیں ہے بلکہ قول مختار ہے

بزرگوں کے مولد و مدفن کی تعظیم کا شریعت سے اثبات

مولد سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ملا علی قاریؒ نے اپنے منسک میں تحریر فرمایا ہے

یستحب زیارۃ بیت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وھو الذی ولدت فیہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وھو مسکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقیما فیہ حتی ھاجر منہ وھو افضل مواضع مکۃ بعد المسجد الحرام علی ما قالہا الطبرانی وغیرہ من الاعلام فتعبیرہ بقولہ (وقیل وھو افضل موضع بمکۃ بعد المسجد۔) لیس جملہ اذ لم یعلم خلاف فی حکمہ

سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت کا مقام یعنی حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دولتکدہ کی زیارت کرنا مستحب ہے یہ وہ گھر ہے جس میں جگر گوشہ رسول حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں یہی گھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے اسی گھر میں آنحضرت تشریف فرما رہے اسی گھر سے آپنے ہجرت فرمائی مسجد حرام کے بعد مکہ معظمہ کے تمام مقامات سے افضل یہی گھر ہے جیسا کہ مشائخ عرب طبرانی وغیرہ نے کہا ہے پس ماتن (ہو افضل موضع بمکۃ بعد المسجد) کو لفظ قیل سے ذکر کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے افضل مقامات مکہ بعد المسجد الحرام ہونیمیں کسیکا خلاف و اختلاف نہیں ہے۔

مولد نبوی۔ ملا علی قاریؒ کی کتاب منسک میں ہے:۔ مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے باوجود اسکے اس میں اختلاف ہے کہ جمہور کے پاس جو مقام مولد النبیؐ ہے واقع میں وہی مولد النبیؐ ہے یا دوسرا مقام ہے لیکن زیارت مستحب ہونیسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ (بقول مختار) جہاں قبہ مولد بنا ہوا تھا۔ وہی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگرچہ بعض کا اختلاف ہے:۔

موالد النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو فی الشعب المعروف بمکۃ علی خلاف فی کون مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ما بینتہ فی موردالمروی فی مولد النبی (صلے اللہ علیہ وسلم۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ولادت مکہ کی ایک مشہور گھاٹی میں ہے مگر اس کے مولد ہونے میں اختلاف ہے جیسا کہ میں نے اسکو مورد المروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا ہے

مولد علی۔ کی بھی زیارت مستحب ہے سلف سے خلف تک سب اسکی زیارت کرتے رہے۔ اسکی بھی ملا علی قاریؒ نے کتاب منسک میں تصریح کی ہے۔ اس مقام پر بھی ایک قسم کی مسجد بنی ہوئی ہے

دار ابی بکر ن الصدیق۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر زقاق حجر میں ہے یہاں دو پتھر ہیں ایک حجر متکلم دوسرا حجر متکی۔ اسکی زیارت بھی مستحب ہے۔

دار ارقم۔ کی بھی زیارت مستحب ہے۔ ملا علی قاریؒ اسکے بارہ میں لکھتے ہیں ودار الارقم وھو مسجد اعند الصفا وفیہ اسلم عمر رضی اللہ عنہ وکمل الاربعین وحصل بہ

عز الدین و نزل یا ایھا النبی حسبك اللہ و من اتبعك من المؤمنین :۔ دارارقم ایک مسجد ہے صفا کے پاس جہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام لاکر مسلمانوں کی چالیس کی تعداد پوری کی جنکی وجہ سے دین کو عزت حاصل ہوئی ۔ اور آیت یاایہا النبی حسبک اللہ و من اتبعک من المؤمنین نازل ہوئی ۔ **غار جبل ثور** :۔ (جہیں وقت ہجرت آنحضرت علیہ السلام و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پوشیدہ ہوئے ۔ آیت ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ۔ جہاں نازل ہوئی اسکی بھی زیارت مستحب ہے ۔ ملا علی قاری کی کتاب منسک میں ہے و غار جبل ثور و ھو الذی فی القرآن ذکرہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ۔ جبل ثور کا غار جسکا ذکر قرآن میں ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہے **غار جبل حرا** ۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چلہ کشی فرماتے تھے ۔ اور آیت اقرا اسمیں نازل ہوئی اور شق صدر بھی اسیجگہ مروی ہوا ہے اسکی بھی زیارت مستحب ہے ۔ وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتعبد فیہ معتزلا قبل الرسالۃ و اول ما نزل علیہ فیہ اقرأ باسم ربك الذی خلق قد روی ابونعیم ان جبرئیل و میکائیل شقا صدرہ و غسلاہ ثم قال اقرأ باسم ربك الذی خلق و کذا روی شق صدرہ الشریف ھنا ایضا الطیالسی و الحارث فی مسنیھما علی ما ذکرہ القسطلانی فی المواھب اللدنیہ :۔ غار جبل حرا میں آنحضرت علیہ السلام رسالت کی قبل عزلت نشین ہوکر عبادت فرماتے تھے ۔ اور سب سے اول یہاں آنحضرت علیہ السلام پر اقرأ باسم ربک الذی خلق تا آخر آیات کی وحی نازل ہوئی ۔ ابونعیم نے روایت کی ہے کہ جبرئیل و میکائیل ہر دو نے آنحضرت علیہ السلام کے سینۂ مبارک کو شق کیا ۔ اور دھویا ۔ پھر ان دونوں نے آنحضرت علیہ السلام کو اقرا باسم ربک الذی خلق تا آخر آیات پڑھنے کو کہا ۔ طیالسی اور حارث دونوں نے اپنے اپنے مسند میں اسیجگہ سینۂ مبارک چاک کئے جانے کو روایت کیا ہے جیسا کہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے **مسجد الرایہ** ۔ اسمیں بھی نماز پڑھنا اور زیارت کرنا مستحب ہے ۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے ۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے کتاب منسک میں لکھا ہے :۔

مسجد جن ۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنوں نے قرآن سنا ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہاں یہ مسجد بنی ہوئی ہے ۔ وہاں لیلۃ الجن میں آنحضرت علیہ السلام میں عبداللہ بن مسعود رض کو چھوڑ کر ان کے گرد و اطراف ایک خط کھینچ دیا تھا کہ اس خط کے اندر بیٹھے رہیں اس سے باہر نہ نکلیں جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے ۔ بعض نے جنوں کے دو واقعے لکھکر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ ہر دو واقعے مسجد جن میں نہیں ہوئے ۔ نخلہ اور مدینہ منورہ کے اندر جنوں کی ملاقات کو منحصر سمجھتے ہیں ۔ حالانکہ جنوں کا قصہ چھ مرتبہ پیش آیا ہے ۔ اگر دو واقعے مسجد جن میں نہ ہوں تو باقی چار واقعات مسجد جن میں ہونے کی نفی نہیں لازم آتی ۔ الوسی بغدادی نے ابن تیمیہ سے جنوں کے واقعات چھ بار ہونیکو نقل کیا ہے

جبل ابی قبیس کی مسجد اور مسجد تنعیم اور مسجد کبش (یعنی قربانگاہ حضرت اسمٰعیل ع) یہ سب ایسے

مقامات ہیں کہ جنکی زیارت مستحب ہے اور اونکی اصلیت کتابوں میں موجود ہے۔ ان سب روایات سے ثابت ہوا کہ آثار قدیمہ و یادگار دیرینہ کو متبرک سمجھنا اور اونکی زیارت و حفاظت کا علمائے اسلام نے حکم کیا ہے بہت افسوس ہے کہ ابن سعود اور وہابیہ نجدنے ان مساجد و مقامات متبرکہ کو منہدم کر دیا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن قرآن و حدیث و فقہ سے مقامات مقدسہ و مزارات متبرکہ کی تعظیم و حفاظت کا حکم ثابت ہونیکے باوجود اسکے خلاف عمل کرنا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ (۷۶) سے ابتک جو کچھ بیان کیا گیا اوس سے روز روشن کیطرح ظاہر ہوا کہ قبر کو گچ و پتھر سے پختہ بنانا۔ اور قبر پر علامت فرش قائم کرنا اور قبر کے اطراف چوکھنڈی و چار دیواری و سایہ دار مسقف عمارت و قبہ و گنبد بنانا۔ اور قبر پر ڈیرہ و شامیانہ نصب کرنا۔ اور قبر کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر اسمیں نماز پڑھنا۔ اور صاحب قبر سے برکت و تبرک حاصل کرنا بے شک و شبہ جائز و مستحسن ہے۔ اور پختہ قبروں کے توڑنیکو جو اشد فرض سمجھے اور صاحب قبر کی قرب و جوار میں مسجد بنا کر نماز پڑھنے اور صاحب قبر سے فیض و برکت حاصل کرنے اور مزارات اولیا کی زیارت کرنے اور قبہ و گنبد کی تعمیر کو جو اشد حرام سمجھے اور انبیا و اولیا کی توہین و بے ادبی و گستاخی جس کی تحریر و تقریر سے ثابت ہو وہ مردود و بابی خبیث و اخبث ہے۔

قبروں کو توڑنا۔ یا قبروں پر جو بے تعمیر شدہ ہوں اونکو گرا دینا ہرگز امور شریعت میں داخل نہیں ہے اسلئے کہ جمہور علما کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی عزت و حرمت موت و زندگی ہر دو حالت میں برابر ہے محقق حنفیہ علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے فرمایا ہے کہ الاتفاق علی حرمۃ مسلم میتا کحرمتہ حیًّا۔ یہ امر متفق علیہ ہے کہ مُردہ مسلمان کی عزت زندہ کی جیسی ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ کسر عظم المیّت واذاہ ککسرہ حیًّا۔ (مُردہ کی ہڈیوں کو توڑنا اور اوسکو تکلیف پہنچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کو توڑنیکے ہے۔) اسکو امام احمد حنبلؒ اور ابو داؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور بعض روایتوں میں اسطرح ہے۔ المیّت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ۔ مردہ کو وہ چیزیں تکلیف پہنچاتی ہیں جو اوسکو گھر میں بحالت حیات تکلیف پہنچاتی ہیں۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ (مومن کو مرنیکے بعد تکلیف پہنچانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اوسکی زندگی میں اوسکو اذیت دینا۔) ایسے ہی اخبار و آثار سے علمانے اتفاق کیا ہے کہ جن چیزوں سے زندوں کو تکلیف و اذیت ہوتی ہے اوس سے مردوں کو بھی اذیت ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی زندہ شخص کے گھر کو توڑے اور منہدم کر دے تو اوسکو تکلیف و اذیت ہوگی یا نہیں۔ (ضرور ہوگی اور اوس کے انتقام کی حتی الامکان فکر و کوشش کریگا۔) قبر مُردہ کا گھر ہے۔ بلکہ بعض علمار نے بیان کیا ہے کہ قبر بمنزلہ جسم کے ہو جاتی ہے۔ پس جو معاملات کہ زندوں کے جسم کے ساتھ کرنیمیں ایذا ہوتی ہے اسیطرح دفن کے بعد قبر کے ساتھ وہ معاملات کرنیسے روح کو ایذا ہوتی ہے۔ اور جو معاملات زندہ کیساتھ کرنیسے باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔ وہ قبر کے ساتھ کرنیمیں بھی باعث فرحت روح ہوتے ہیں۔ پس جو جو تعظیمات کہ حالت حیات میں اہل قبور کے واسطے عمل میں آتے تھے قبور کے ساتھ اُن کا حفظ لازم ہے لیکن جو

تعظیم ممنوعات شرع سے ہو وہ ہر وقت ممنوع ہے۔ پس بنانا قبر پختہ کا واسطے نشانی باقی رہنے کے درست ہے (انوار غیبیہ (صفحہ ۳۰) مطبوعہ مجتبائی مؤلفہ مولانا عبد الرزاق صاحب لکھنوی رح)

علامہ عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ قبور کفار تو کھود سے جا سکتے ہیں۔ مگر قبور اہل اسلام نہیں کھودی جا سکتی ہیں۔ بلکہ بعض فقہائے متقدمین نے تو کفار کے نبش قبور کو بھی جائز نہیں رکھا۔ مسلمانوں کے قبروں کا کھودنا اصحاب قبور کی ہتک حرمت ہے۔ کیونکہ قبر میں میت گلکر مٹی ہو جائے تب بھی اس قبر میں دوسرے کو دفن کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس اہل قبر کی حرمت مٹی ہو جانے پر بھی باقی ہے۔ خزانۃ الروایہ میں ہے۔ اذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ۔ ولا یجوز لاحد ان یبنی فوق القبر بیتا او مسجدا لان موضع القبر حق المقبور ولھذا لا یجوز نبشہ (انتھی مختصراً) جب میت قبر میں مٹی ہو جائے تب بھی کسی دوسرے کو اس کی قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ میت کی حرمت باقی ہے۔ اور قبروں کے اوپر گھر یا مسجد بنانا کیسکو جائز نہیں ہے کیونکہ قبر کی جگہ مقبور یعنی صاحب قبر کا حق ہے اسلئے اسکی قبر کا کھودنا جائز نہیں ہے :۔

اگر کوئی یہ کہے کہ زیلعی نے کہا ہے۔ ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ۔ (اگر میت ریزہ ریزہ بوسیدہ و مٹی ہو جائے اوس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا اور اسپر زراعت و کھیتی کرنا اور گھر بنانا درست ہے) اس سے معلوم ہوا کہ میت بوسیدہ ہونیکے بعد قبر پر گھر بنانا و کھیتی کرنا۔ اور اس قبر میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے۔ جواب یہ ہے کہ میت کا ریزہ ریزہ و بوسیدہ ہونا۔ اور اسکے سب اجزا مٹی ہو گئے ہیں یا نہیں۔ اسکا حال بغیر قبر کھودنیکے معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بہت سی اموات کے جسم باقی رہتے ہیں ریزہ ریزہ و بوسیدہ ہرگز نہیں ہوتے انبیاءؑ کے اجسام مقدسہ کو اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ صحابہ کرام اور اولیائے عظام اور بہت سے صالحین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے اجسام قبروں میں سالم و ثابت ہیں۔ سیکڑوں ہزاروں ایسے واقعات ہیں کہ لوگوں نے بچشم خود دیکھکر بیان کیا ہے۔ عینی شرح بخاری شریف جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ (۲۵۱) میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ لما سقط علیھم الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذ فی بنائہ فبدت لھم قدم ففزعوا وظنوا انھا قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فما وجد واحد یعلم ذلک حتی قال لھم عروۃ لا واللہ ما ھی قدم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما ھی الا قدم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ۔ (ہشام بن عروہؓ اپنے باپ عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں جب اُن پر دیوار گر گئی اور لوگ اوسکو بنانے لگے تو اون کو ایک قدم ظاہر ہوا۔ تو سب گھبرا گئے۔ اور یہ سمجھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے وہ کسی جاننے والے کو نہ پائے یہاں تک کہ اونکو عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔ اسی صفحہ میں ہے۔ بقیہ

قال کان الناس یصلون الی القبر فامر بہ عمر بن عبد العزیز فرفع حتی لا یصلی الیہ احد فلما ھدم بدت قدم مبارک وساقہ فجزع عمر بن عبد العزیز فاتاہ عروۃ فقال ھذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسالم وکتب فسمی عن عمر بن عبد العزیز (لوگ قبر کیطرف نماز پڑھتے تھے تو عمر بن عبد العزیز نے اس پر دیوار بنانیکا حکم کیا۔ دو دیوار بلند کیگئی تاکہ قبر کیطرف کوئی نماز نہ پڑھے جب وہ دیوار گر گئی تو قدم مع پنڈلی وزانو ظاہر ہوگئے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز گھبرائے تو اون کے پاس عروہ نے آکر کہا کہ یہ پنڈلی وزانو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں تب حضرت عمر بن عبد العزیز کی گھبراہٹ دفع ہوئی۔) اسی صفحہ (۲۵۱) میں ہے۔ وفی الاکلیل عن وھدان وھو الذی بنی بیت عائشۃ لما سقط شقہ الشرقی فی ایام عمر بن عبد العزیز وان المقدمین لما بدتا قال سالم بن عبد اللہ ایتھما الامیر ھذان قدما جدی وجدک عمر رض۔ (اکلیل میں وردان سے مروی ہے جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر بنایا تھا جب اسکا مشرقی حصہ گر گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں۔ اور دو قدم ظاہر ہوئے تو سالم بن عبد اللہ نے کہا کہ اے امیر یہ ہر دو قدم میرے اور تمہارے جد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں۔ ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قدم و پنڈلی وزانو نے مبارک صحیح وسالم تھے۔ اوسیدہ و ریزہ ریزہ وسکی خبر ہوئے۔

اسیطرح عینی شرح بخاری جلد چہارم مطبوعہ مصر صفحہ (۱۸۳) میں ہے۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال ما اراانی الا مقتولا فی اول من یقتل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانی لا اترک بعدی اعز علی منک غیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان علی دینا فاقض واستوص باخواتک خیرا فاصبحنا فکان اول قتیل ودفن معہ آخر فی قبر ثم لم تطب نفسی ان اترکہ مع الآخر فاستخرجتہ بعد ستۃ اشھر فاذا ھو کیوم وضعتہ ھنیۃ غیر اذنہ۔ (جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب جنگ احد کا وقت آیا تو شب کو میرے والد نے مجھ کو بلا کر کہا کہ اس جنگ میں اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اول شہید ہونیوالوں میں میں اپنے آپ کو سمجھتا ہوں۔ میرے بعد بجز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیرے سے عزیز تر کسیکو نہیں چھوڑتا ہوں مجھ پر قرض ہے اوس کو ادا کر تیری بہنوں کے ساتھ نیک سلوک کر۔ جابر نے کہا کہ جب صبح ہوئی تو میرے والد سب سے اول شہید تھے۔ اُن کے ساتھ اولکی قبر میں دوسرا شخص کبھی مدفون ہوا تو میرا دل خوش نہ ہوا آخر میرے والد کو دوسرے شخص کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا ہوا چھوڑوں۔ پس دفن سے چھ ماہ بعد میرے والد کو قبر سے نکالا تو ایسا ہی تر و تازہ صحیح وسالم جسم تھا جیسا آہ دفن کے وقت تھا۔ مگر کان میں کچھ تغیر کا اثر تھا۔) اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ تمام اجسام انبیاء و ریزہ ریزہ اور مٹی نہیں ہوتے ہیں۔ دفن سے چھ ماہ کے بعد حضرت جابر کے والد اپنے ہی صحیح وسالم ثابت ہوئے جیسا اول دفن کیوقت تھے۔ میں نے اپنے والد ماجد حضرت قاضی فخر الدین حسینی چشتی دہلوی قدس سرہ کے جسم مقدس کو بچشم خود

دو سال چار ماہ کے بعد صحیح و سالم و ثابت دیکھا۔ مختصراً واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۲۲۱ھ یکم صفر روز چہار شنبہ پیر و مرشد قبلہ ممدوح کا وصال ہوا تو کرنول شریف میں جد امجد حضرت سید خواجہ برہان الدین حسینی برہان الاولیاء قدس سرہ کے روضۂ منورہ واقع ساحل نہر ہندری رنگذر زہرہ پور میں تدفین عمل میں آئی۔ دو سال کامل ختم ہو کر چار ماہ کے بعد میرے خسر صاحب اوّل حضرت سید میراں محی الدین حسینی قادری قدس سرہ معہ اہل و عیال اودنی میں طاعون شائع ہونے سے کرنول تشریف فرما ہوئے میرے نسبتی برادر سید داد پیر صاحب حسینی قادری نے میرے حقیقی برادر کلان سید خواجہ برہان الدین حسینی عرف سید محبوب بادشاہ صاحب حسینی مرحوم سے میرے والد امجد کی قبر کو پختہ تعمیر کرنے کیلئے بہت تاکید و اصرار کیا۔ شاہ علی صاحب گئے تھے یعنی معمار ساکن ہوچی واڑہ کو تعمیر کیلئے مقرر کیا گیا۔ بعد نماز جمعہ کمترین راقم الحروف اور میرے برادر کلان ممدوح اور نسبتی برادر موصوف۔ اور چچا زاد برادر سید شاہ کمال الدین حسینی قادری مرحوم اور معمار موصوف جملہ پانچ ذکور اور ایک عورت بڑھیا درویش حسین بی کل چھ آدمی درگاہ شریف مذکور میں پہنچے۔ معمار نے قبر کا تعویذ جو مٹی سے بنایا گیا تھا دور کر کے پتھر اور گچ سے تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ چچا زاد برادر موصوف نے والد مرحوم کی پائین قبر سے ایک پتھر اٹھا کر دیکھا تو ہر دو قدم مبارک کو صحیح و سالم و ثابت دیکھکر دور سے پڑھنے اور رونے لگے۔ راقم الحروف دوڑ اور حواس واقعت بیخبر تھا رونے کی آواز سنکر دوڑتا ہوا قبر شریف پر پہنچکر حضرت پیر و مرشد والد امجد کے ہر دو قدم اقدس کو ثابت و سالم بچشم خود دیکھا اور باقی کفن کو سفید و تازہ پایا۔ گویا کوئی زندہ شخص زیر چادر آرام کیا ہوا ہے اشهد بالله انی لمن الصادقین:۔

حاصل یہ کہ جب ہر ایک میت کا جسم بوسیدہ اور مٹی ہونیکا ہرگز یقین نہیں ہے اور مٹی ہونیکا یقین حاصل ہوئیکے بغیر کسی قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے۔ اور میت کو ایذا دینا ممنوع ہے۔ اسلئے قبر کھودنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح صفحہ ۶۸۹ قلمی میں زیلعی کے قول جواز نبش قبور کو مردود کر دیا ہے جیسا کہ کہا ہے ویخالفہ صاحب التتارخانیۃ اذ اصرار المیت ترابا فی القبر کزرعہ دفن غیرہ فیہ تبرکا بالجیران الصالحین ویوجد موضع فارغ یکرہ ذلک وان کان مقابرا اھل الذمۃ لا ینبش وان طال الزمان بخلاف اتباع المسلمین احیاءً واموتا واما اھل الحرب ان احتیج الی نبشھم لا باس بذلک اھ۔ (امداد الفتاح صفحہ ۶۸۸) وقد قال فی التجنیس ایضا عظام الیھود یعنی اھل الذمۃ لھا حرمۃ اذا وجدت فی قبورھم حتی لا تکسر لان الذمی ما حرم ایذاءہ فی حیاتہ لذمتہ یجب صیانۃ نفسہ بعد مماتہ اھ۔ زیلعی کے قول کے مخالف تتارخانیہ کا یہ قول ہے کہ جب میت مٹی ہو جائے تب بھی اسکی قبر میں اوس کے غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کیونکہ اہل قبر کی حرمت اسکے مٹی ہونے پر بھی باقی ہے۔ پس جبکہ اسلام میں میت کا اوسکی زندگی کے جیسا احترام لازم ہے تو کسی مسلمان کی قبر کا کھودنا ہرگز جائز نہیں بلکہ دنیا و آخرت ہر دو جگہ مواخذہ کا باعث ہے۔ دنیوی مواخذہ تو عام ہے مومن و کافر و مشرک کی بھی قبر کھودنے سے اگر ایذے و شاد و فریاد یہیں نالش کریں تو سرکار کی طرف سے قبر کھودنیوالے ملزم کو سزا دیجاتی ہے۔ اور آخرت میں بھی مواخذہ اسلئے ہے کہ مسلمان کی قبر کھودنا حرام ہے۔ اس میت کی ہتک حرمت اور اوسکے متعلقین کی

دل آزاری کا سبب ہے۔ صفحہ (۱۶۷) سے ابتک جو کچھ بیان کیا گیا اوس سے روز روشن کیطرح ظاہر ہوا کہ قبر کو پختہ و چونہ سے پختہ و مضبوط بنانا اور قبر کے اطراف سے چار دیواری و چوکھنڈی سقف و سایہ دار بنانا اور قبہ و گنبد بنانا۔ قبر کے قرب و جوار میں مسجد تعمیر کرکے اس میں نماز پڑھنا۔ اور صاحب قبر سے فیض و برکت حاصل کرنا۔ قبر پر ڈیرہ و شامیانہ نصب کرنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے۔ قرآن و حدیث و فقہ سے ان امور کا سابقاً اثبات ہو چکا۔ مزید براں لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین مطبوعہ انوار احمدی الہ آباد صفحہ ۲۰ میں اربعین کے سینتیسویں مسئلہ پختہ ساختن قبر از بالائے و تعمیر مؤدن گنبد و چہار دیواری و چبوترہ نزد قبر جائز نیست) کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اقول پختہ ساختن قبر از بالائے جائز است بلا کراہت کما فی الدر المختار و شرحہ۔ اما لو کان خوفہ من اللصوص فلا یکرہ ذالک۔ ابن مالک لا بد یکون عصمۃ من السبع و صیانۃ عن النبش سراج) قبر کے اوپر اگر اینٹ ہوں تو ابن مالکؒ نے اوسکو مکروہ نہیں کہا کیونکہ درندوں سے بچاؤ اور قبر کھودنے سے محفوظ رہتی ہے) پھر اوسکے بعد لکھا ہے تعمیر مؤدن گنبد راینز صاحب درمختار فتوے دادہ است۔ و فی شرحہ المسمی بطوالع الانوار۔ ایدہ قولہ ایضاً حیث قال لا یرفع علیہ بناء و قیل لا باس ای بالتطیین الخ اقول اما الاول فلما فی الخلاصۃ و لا باس بالتطیین و اما الثانی فلما نقل فی الامداد عن الفتاوی الکبری مانصہ و الیوم اعتاد و التنیم بالآجر صیانۃ للقبر عن النبش و راوا ذالک حسنا و قال النبی علیہ السلام۔ یا راہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن و ان ضیف مع التنیم ورش الماء علیہ فلا باس بہ یوضع اذا آجر فالآجر لا یکرہ علی الظاہر و فی النوازل لا باس بہ تطیینہ و فی الغیاثیۃ و علیہ الفتوے کذا فی التتارخانیۃ و قد اعتاد اہل المحروسۃ مصر وضع الاحجار غالبا للقبر عن الاندراس و النبش و فی الظہیریۃ و لو وضع علیہ شیئاً من الاحجار و کتب علیہ شیئاً فلا باس بہ عند البعض لانہ لما دفن عثمان بن مظعون امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم رجلاً ان یاتیہ بحجرۃ فلم یستطع حملہا فقام الیہا علیہ السلام فحسر عن ذراعیہ ثم حملہا فوضعہا عند راسہ و قال اعلم بہا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اہلی رواہ ابوداؤد و فی المجتبیٰ و اذا خربت القبور فلا باس بتطیینہا لما روی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراہیم فرای فیہ حجرا سقط منہ فسدہ و قال من عمل عملا فلیتقنہ (و ہو المختار کما فی کراہۃ السراجیہ و فی جنائز ہا و لا باس بالکتابۃ ان احتیج الیہا حتی لا یضیع الاثر و لا یمتہن القبر انتہیٰ (درمختار کی شرح طوالع الانوار میں اپنے قول کی تائید میں ۔ جو اسنے لما و لا یرفع علیہ بناء۔ اور کہا گیا کہ کچھ مضائقہ نہیں یعنی قبر کو گلابہ اور مضبوط کرنے میں کچھ ۔ نہیں لیکن دوسری بات امداد الفتاح میں فتاوے کبریٰ سے منقول ہے جو اوسنے بیان کیا اندنوں قبروں کو پختہ سے مستحکم کرلیتے لوگوں نے عادت کرلی ہے قبر کھد نیسے محفوظ رہنے کیلئے اور اوس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس کام کو مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ کام خدا کے ۔ نزدیک بھی اچھا ہے۔ اگر قبر کو مستحکم کرنے اور اوسپر پانی چھڑکنے سے بھی قبر کھدنے اور گرنے کا اندیشہ ہو تو ۔ چھڑکنا مکروہ و مضائقہ نہیں ہے۔ اور فتاوے غیاثیہ میں ہے کہ اسی پر یعنی قبر کو ۔ پختہ بنانا مکروہ نہ ہونے پر ہی فتوے ہے۔ اور اہل مصر نے قبر کو مندرس اور

کہودینے محفوظ رکھنے کیلئے قبر پر پتھر لگانیکی عادت کرلی ہے۔ فتاوے ظہیریہ میں ہے کہ قبر پر پتھر لگا کر اسپر کچھ لکھیں تو مضایقہ نہیں ہے۔ کیونکہ عثمان بن مظعونؓ۔ مدفون ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو پتھر لانیکا حکم فرمایا۔ وہ شخص پتھر نہ اٹھا سکا۔ تب آنحضرت علیہ السلام بنفس نفیس اپنے آستین چڑھا کر پتھر اٹھا لاکر اُن کے سرھانے رکھا۔ اور فرمایا کہ اس پتھر کو میرے بھائی عثمانؓ کے قبر کی علامت گردانتا ہوں۔ اور میرے لوگوں سے جو فوت ہو اوسکو یہاں دفن کرونگا۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ فتاوے الحجۃ میں ہے جبکہ قبور خراب ہو جائیں تو اوسکو مضبوط گلا یہ پختہ کرنا مضایقہ نہیں ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ابراھیم کی قبر پر سے گذرے تو اس قبر پر ایک پتھر گرا ہوا دیکھکر آپ نے اس قبر کو مضبوط باندھا۔ اور فرمایا کہ جو کوئی شخص کام کرے تو پختہ و مضبوط کام کرے یہی قول مختار ہے جیساکہ کراھتہ السراجیہ اور اوسکے کتاب الجنائز میں ہے۔ قبر پر کتابت کرنیمیں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ تاکہ اثر و نشان نہ مٹ جائے اور قبر کی ذلت نہ ہونے پائے۔ انتہی۔ پھر اسکے بعد لکھا ہے۔ اگر [illegible] و پنجین چبوترہ و چہار دیواری اگر برائے زینت قبر نباشد و مقرون بنیت صالحہ بود مانند نشستن زائران و نماز خواندن و بودن دیوار ستر ایشاں تا نماز بفراغ دل با حضور و خضوع و خشوع ادا نمایند صحیح محظور شرعی لازم نمی آید۔ چنانچہ در طیبی شرح مشکات شریف و حاشیۂ میر جمال الدین مرقوم است۔ اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرتہ و قصد بہ الاستظہار بروحہ او وصول اثر من آثار عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ و التوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا ترے ان مرقد اسمٰعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلوتہ و انہی عن الصلاۃ فی المقابر یختص بالمقابر المنبوشۃ لما فیہا من النجاسۃ انتہیٰ۔ یعنی کسیکہ بسازد مسجد را در نزدیکی مزار پر انوار بزرگے یا نماز بخواند در مقبرہ مطہرہ او و قصد نماید مدد از روح مبارک او یا رسیدن اثرے از آثار عبادت او بسوئے خویش۔ یا مقصودش تعظیم برائے او و روے کردن جانب او نباشد۔ پس مضائقہ نیست برو۔ آیا نمی بینی کہ تحقیق مزار شریف حضرت اسمٰعیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام در مسجد حرام است نزدیک حطیم۔ و آں مسجد بہترین مکانست کہ قصد کند مصلے برائے نماز۔ و نہی از نماز خواندن در مقابر مخصوص است بمقبرہائے منبوشہ بسبب بودن نجاست در آں۔ امداد الفتاح کے صفحہ (۶۸۷) میں ہے (لا باس بہ ولا (بالکتابۃ علیہ للذہب الاشہر) یحترم للعلم بصاحبہ (و لا یمتہن) و عن ابی یوسف انہ کرہ ان یکتب علیہ کتابا و فی الظہیریۃ و لو وضع علیہ شیئا من الاحجار و کتب علیہ شیئا فلا باس بہ عند البعض لانہ لما دفن عثمان بن مظعون امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا ان یاتیہ بحجر فلم یستطع حملہ فقام الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحسر عن ذراعیہ ثم حملہا و وضعہا عند راسہ و قال علم بہا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اہلی رواہ ابو داود فی الحجۃ و اذا خربت القبور فلا باس بتطیینہا لما روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر ابنہ ابراہیم فرای فیہ حجرا استفظ منہ فسدہ ثم قال من عمل عملا فلیتقنہ۔ طوالع الانوار حاشیۂ درمختار اور امداد الفتاح شرح نور الایضاح ہر دو کتب معتبر ہیں فتاوی الحجۃ کی عبارت (و اذا خربت القبور الخ) نقل کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے فرزند ابراھیم کی قبر پر تشریف فرما ہونا

اس قبر سے پتھر گرا ہوا دیکھکر اُس قبر کو پختہ و مضبوط باندھنا اور پھر یہ ارشاد فرمانا کہ جو شخص کوئی کام کرے تو پختہ و مضبوط کام کرے۔) منقول ہے جس سے صراحۃً قبر کو پختہ و مضبوط باندھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور فقہانے قبر کو محکم و مضبوط باندھنے کو کچھ مضائقہ نہیں کہا ہے جیسا کہ صفحہ (۶۸۷) امداد الفتاح میں اُسکے متن نور الایضاح کی عبارت جو قوس کے اندر ہے (الا باس بہ) شرح کی عبارت یعنی امداد الفتاح کی ہے۔ بہ کی ضمیر راجع ہے۔ اوسکے اوپر کی عبارت (للاحکام بعد الدفن) کیطرف جس سے قبر کو دفن کے بعد محکم و پختہ بنانا مضائقہ نہیں معلوم ہوا۔ اسلئے عصام بن یوسف مدینے کے اطراف پھرتے تھے۔ اور خراب و شکستہ قبروں کی تعمیر کرتے تھے۔ جیسا کہ صفحہ ۶۸۸ امداد الفتاح میں ہے۔ کان عصام بن یوسف یطوف حول المدینۃ یعمر القبور الخربۃ۔ اور صفحہ ۶۸۷ امداد الفتاح میں ہے۔ وفی التجنیس والمزید تطیین القبور لا باس بہ۔ قبر کو پختہ بنانے اور مٹی سے لیپنے اور گلا بہ کرنے کو فقہانے جائز رکھا ہے۔ اور قبر کو اینٹ اور پتھر سے بنانیکی اجازت بھی حدیث و فقہ سے ثابت ہے۔ **فحوالمراد :۔ فصل دوم** ۔ زیارت قبور و سفر زیارت اور اُن کے احکام متعلقہ کے بیان میں ۔ قبور مؤمنین کی زیارت اور اُنکے لئے دعا و استغفار مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیع کو تشریف لیجاتے۔ اور اہل قبور پہ سلام و دعا و استغفار فرماتے تھے۔ جیسا کہ مشکوٰت میں ہے۔ وقت زیارت استقبال و قرب و بُعد و نشست و برخاست میں اُنکی تعظیم و احترام اسقدر ضروری ہے جسی زندگی میں انکی تعظیم کیجاتی تھی۔ کیونکہ زائرین جس طرح اُن کی حرمت و تعظیم کرینگے اسقدر اہل قبور سے اونکو امداد و فیض حاصل ہوگی۔ کذا فی جامع الرموز و شرح الشکاۃ واللالی الفاخرہ فی تذکرۃ الآخرہ ۔ بہر زیارت چو روی پیش قبر ۔ قدر بزرگیش تو منظور دار ۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ السلام کی زیارت افضل سنن و موکد ترین مستحبات ہونے پر علمائے دین کا قولاً و فعلاً اجماع و اتفاق ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبر شریف سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سنت مجمع علیہا و فضیلت مرغب فیہا ہے۔ بعض علمائے مالکیہ نے واجب کہا۔ اور بعض نے کہا کہ واجب سے سنت واجبہ یعنی سنت موکدہ مراد ہے۔ کذا فی جذب القلوب۔ مخدوم محمد بن ہاشم سندی نے کتاب حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب میں آداب زیارت سرور عالم کو اسطرح بیان کیا ہے کہ حمد و ثنا و دعا سے فارغ ہوکر تجدید توبہ کرے۔ اور بہت ہی خشوع و خضوع و تواضع کیساتھ قبر شریف کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کئے ہوئے مثل قیام نماز بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ رکھکر وساوس و خطرات سے دل کو خالی کئے ہوئے اعضاء کو حرکت و جنبش نہ دیکر چپ چاپ آنکھ بند کرکے کھڑے رہے ہو المستحب عند الائمۃ الاربعۃ کما صرح بہ ابن جماعۃ وغیرہ انتہیٰ۔ فتاوے عالمگیری میں ہے۔ یقف کما فی الصلاۃ ویمثل صورۃ الکریمۃ البہیۃ کانہ نائم فی لحدہ ہکذا فی الاختیار شرح المختار انتہیٰ۔ مثل قیام نماز کھڑے رہے اور آپکی صورت کریمہ بہیہ کو اسطرح تصور کرے کہ آپ اپنی خوابگاہ میں آرام فرما ہیں نہ آپکو جانتے ہیں اسکا کلام سنتے ہیں۔ اختیار شرح مختار میں ایسا ہی ہے انتہیٰ۔ شاہ عبد العزیز دہلوی نے جواب نصیر الدین مطبوعہ ۱۲۳۶ھ میں فرمایا ہے کہ بعد نماز عشا مدینہ منورہ کیطرف متوجہ ہوکر

عند تقصیر [illegible] کی دوسرے کو بھی احکام دینی کی تقصیر سے خوف دلائے احکام دینی کی تقصیر سے خوف دلانے کا حاصل یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے مسلمان کو احکام دینی کی تقصیر سے خوف دلائے ۱۲

صورت مبارکہ کو مستحضر کرکے کوئی ایک قسم کا درود پڑھے۔ انتہی از فصل الخطاب صفحہ (۱۱۱) زیارت قبور کی عورتوں کو بھی اجازت ہے جیسا کہ مشکات میں ہے کہ عن عائشہؓ قالت کیف اقول یارسول اللہ۔ قال قولی السلام علی اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منا والمتاخرین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون۔ رواہ مسلم۔ درمختار میں ہے کہ لاباس بزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروہا الخ اور بحر الرائق میں ہے فالاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لہا ای للرجال والنساء یعنی بلا فرق بین العجائز والشواب۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ ہر دو یعنی مردوں اور عورتوں کو بھی زیارت قبور کی اجازت ہے بوڑھی وجوان عورتوں ہر دو میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ سفر زیارت قبور انبیاء واولیاء بیشبہ وشک جائز ہے۔ الا فرض وسرو ہا عام ہے جس سے مقامی قبور اور دور دراز ملک کے قبور کی زیارت کا امر وحکم کیا گیا ہے پس سفر زیارت مامور بہ ہے۔ منہی عنہ نہیں ہے۔ اور کسی آیت وحدیث سے سفر زیارت کی ممانعت نہیں ثابت ہوتی لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد کا مطلب صرف یہی ہے کہ بجز ان تین مسجدوں کے سفر کرکے فضیلت وبرکت حاصل کرنے کی قابل کوئی دوسری مسجد نہیں ہے۔ مقابر انبیاء واولیاء کی زیارت کیلئے سفر کرنیکی ممانعت ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ اسمیں صرف حق مساجد میں حصر واقع ہے نہ کہ مقابر ومشاہد میں قال الشیخ علی القاری الحنفی فی شرح عین العلم وروای فی الصحیحین وغیرہما من حدیث ابی ہریرۃ وابی سعید لاتشد الرحال ای لا تطلب بکبۃ البقاع بالسفر الیہا الا الی مسجدی ہذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ۔ ولا یمنع ہذا زیارۃ قبور الانبیاء والاولیاء لان الحصر فی حق المساجد دون سائر المشاہد انتہی۔ ان تینوں مسجدوں کے جیسی بابرکت وفضیلت کوئی دوسری مسجد نہیں ہے جو سفر کرکے اس سے فضیلت وبرکت حاصل کیجائے نہ یہ معنی کہ ان تین مسجدوں کے سوائے پھر کہیں بھی تجارت وسوداگری وغیرہ ضروریات کے لئے بھی سفر کرنا حرام ہے ورنہ یہ حدیث پر کوئی شخص عمل نہ کرسکیگا۔ پس حاصل یہ کہ زیارت قبور وسفر زیارت ہر دو امر جائز ومستحسن ہیں۔

فصل سوم توسل واستمداد کے بیان میں ۔ صاحب حصن حصین شیخ القراء والمحدثین نے آداب دعا میں بخاری وبزار وحاکم سے نقل کیا ہے۔ وان توسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ۔ بخاری سے نقل کیا ہے۔ والصالحین من عبادہ ای ان توسل الی اللہ تعالیٰ بالصالحین من عبادہ۔ خدا کیطرف اوسکے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا آداب دعا میں داخل ہے۔ مصباح الانام کی فصل چہاردہم میں ہے۔ فقد صح حدیث البخاری ومسلم دعاء الانسان وتوسلہ بصالح عملہ۔ کما فی حدیث اہل الغار الثلثۃ الذین انطبق علیہم الصخرۃ فتوسلوا بافضل اعمالہم ففرج اللہ عنہم وقد رواہ فی صحیحہما انتہی۔ انسان کی دعا اور اوس کے عمل صالح سے توسل کرنا بخاری ومسلم کی حدیث میں ثابت ہے جیسا کہ اہل غار اوروہ تین آدمی جن پر پتھر منطبق ہوا تھا۔ تو انہوں نے اپنے افضل اعمال سے توسل کیا تو خدا نے ان سے مصیبت دور کردی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف اجابت دعا کیلئے تریاق مجرب ہے۔ بہت سے اولیاء اللہ نے اہل قبور سے فیض وفتوح روحانی حاصل کیا ہے۔ جنکو صوفیہ طائفہ اویسیہ کہتے ہیں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ جس سے زندگی میں

مدد طلب کیجائے اسکی وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کیجائے۔ مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار بزرگوں کو اپنی قبروں میں اسطرح تصرف کرتے ہوئے دیکھا ہے جسطرح وہ اپنی دنیوی زندگی میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔ شیخ معروف کرخی شیخ عبدالقادر جیلی اور دو بزرگ دوسرے ہیں۔ اس سے صرف چار شخص کا حصر مقصود نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا بیان کیا ہے:۔ سید احمد زروق جو دیار مغرب کے فقہا و علمائے عظام و مشائخ کرام سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ شخص کی امداد قوی تر ہے یا میت کی امداد قوی تر ہے میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی امداد قوی تر ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد زیادہ قوی ہے شیخ حضرمی نے کہا کہ بیشک زندہ کی امداد سے میت کی امداد قوی تر ہے کیونکہ میت بساط حق اور اوسکے حضور میں ہے اس بارہ میں اولیاء اللہ کے بیشمار نقل و روایات وارد ہیں۔ اور قرآن و حدیث و اقوال مشائخ سلف صالحین میں اس توسل و استمداد کی تشدید و مخالفت ثابت نہیں ہے آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ روح باقی ہے۔ زائرین کو اور اونکے احوال کو جانتی اور پہچانتی ہے۔ اور کاملین کے ارواح کو درگاہ الٰہی میں قرب منزلت استقدر حاصل ہے جیسی کہ زندگی میں دیا اس سے زائد۔ اور عالم میں اولیاء کے کرامات و تصرفات ثابت ہیں۔ اور بعد کرامات و تصرفات ارواح کو حاصل ہیں نہ کہ اجسام کو۔ اور ارواح اب بھی باقی ہیں۔ اور متصرف حقیقی اونکی حیات و ممات ہر حالت میں بجز خدا کے کوئی نہیں ہے۔ جسطرح زندگی میں بزرگان دین کی برکت و دعا کیوجہ سے طالبان امداد کی خدا تعالیٰ حاجت روائی و مشکل کشائی فرماتا ہے۔ اسیطرح انکی وفات کے بعد بھی ان بزرگوں کی امداد و دعا کیوجہ سے اگر خدائے پاک کسی طالب امداد کی امداد فرمائے تو کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی حیات و ممات ہر دو حالت میں بھی مؤثر حقیقی قاضی الحاجات خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ جلال حق میں فانی فی اللہ و باقی باللہ ہیں۔ اور شریعت میں حالت حیات و ممات میں فرق ثابت کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ابن حجر مکی ہیتمی نے اپنی شرح میں حدیث لعن اللہ الیہود اتخذوا قبور انبیائہم مساجد کی شرح میں کہا ہے کہ یہ لعنت اس صورت میں ہے کہ قبر کی تعظیم کیلئے قبر کیطرف نماز پڑھی جائے۔ یہ نماز بالاتفاق حرام ہے لیکن کسی پیغمبر یا ولی اللہ کے قرب و جوار میں مسجد بنا کر بلا قصد تعظیم بلا توجہ بجانب قبر اس اہل قبر سے محض حصول امداد کی نیت سے نماز ادا کیجائے تاکہ ثواب عبادت و برکت قرب و جوار صلحا و حصول امداد کامل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ انتہی۔ یہ تحریر فصل الخطاب مؤلفہ حضرت سید شاہ نور الدین صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ کے صفحہ ۱۱۷ سے حوالہ لمعات شرح مشکات للشیخ عبدالحق وغیرہ دیگر کتب کا خلاصہ ہے۔

حضرت فاطمہ کے باب پانزدہم کے آخر میں فاطمہ بنت اسد مادر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قبر کے ذکر میں مذکور ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فاطمہ بنت اسد کی قبر میں آکر فرمایا۔ (بحق نبیتک و الانبیاء الذین من قبلی) خدایا تیرے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور مجھسے اول جو انبیاء گذرے ہیں انکے حق سے (مقصود حاصل ہو) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حالت حیات میں ہمارے نبی

علیہ السلام کو وسیلہ بنانا۔ اور بعد ممات انبیاء سابقین کو وسیلہ بنانا صراحت کیساتھ ثابت ہوا نیز جبکہ بعد وفات انبیاء سابقین کو وسیلہ بنانا اسی حدیث مذکور سے ثابت ہوا تو تمہارے سرکار سید المرسلین و خاتم النبیین کی وفات کے بعد آنحضرت علیہ السلام کو و دیگر اولیاء اللہ کو وسیلہ بنانا ثابت ہوا۔ مگر جبکہ تخصیص توسل بہ انبیاء پر کوئی دلیل ثابت ہو تو غیر انبیاء کو وسیلہ بنانا ثابت نہ ہوگا۔ فاین الدلیل واللہ اعلم از فصل الخطاب صفحہ (۱۱۷ و ۱۱۸)۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ بعض خاص اولیاء کو جو تکمیل و ارشاد بنی نوع کے آلہ جارحہ بنائے گئے ہیں موت کے بعد بھی ان کو قوت و قدرت تصرف دیگئی ہے۔ ایسے لوگ کمالات باطنی کو ان اہل قبور سے حاصل کرتے ہیں۔ اہل حاجات اپنے مشکلات کو انسے حل کرنا چاہتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ ان کی زبان حال اس کلام و مقال سے مترنم ہوتی ہے ۔ ۵ من آیم بجاں گر تو آئی بتن ۵ فصل الخطاب صفحہ ۱۱۲ توسل و استمداد از انبیاء و اولیاء کے اثبات میں بحسب ضرورت آئندہ دلایل آیات قرآنیہ و احادیث مرقوم ہونگے۔ **فصل چہارم** (ندا و دعا کے بیان میں) ۔ واضح ہو کہ بعض حضرات نے ندا و دعا کو ہم معنی و مترادف سمجھکر غیر اللہ کے ندا کو شرک سمجھا ہے۔ یا رسول اللہ یا ولی اللہ یا عبد القادر جیلانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہ الفاظ سے مذاکرنیوالے کو مشرک کہا ہے۔ حالانکہ ندا اور شی ہے اور دعا اور شی ہے۔ سید علوی شافعی تریمی نے مصباح الانام کی فصل سوم میں فرمایا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ نجدی وہابی کے متجملہ ہذیان و خرافات کے یہ بھی ہے کہ انہوں نے شاعر العلماء اور عالم الشعراء امام علامہ بوصیری صاحب قصیدہ بردہ کے شعر ۵ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ۵ سواک عند حلول الحادث العمم ۵ کے بارہ میں یہانتک کہا کہ یہ شرک اکبر ہے کیونکہ وہ دعا لغیر اللہ ہے۔ اور عوام کے ذہن میں یہ وہم و وسواس کو داخل کر دیا۔ نجدی کا یا اکرم الخلق کو دعا کہنا۔ کذب و بہتان ہے بیشک وہ یا اکرم الخلق ندا ہے۔ ندا دعا کا غیر ہے۔ اسلئے کہ مخلوق سے طلب کرنا ہر گز دعا نہیں نہ شرعاً نہ عرف مسلمین میں۔ جیساکہ محدث زین الدین عراقی شافعی۔ اور امام علامہ بن رشید مالکی اور شیخ الاسلام زکریا الانصاری وغیرہم ائمہ اعلام نے اس پر نص کیا ہے۔ اور شیخ نجدی نے عوام کے دلوں میں شبہات پیدا کرنے اور اپنے بد عقیدہ کو رائج کرنے کے لئے ندا کا نام دعا رکھا ہے۔ تاکہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وغیرہ انبیاء و مرسلین سے توسل و استمداد نہ کریں۔ **الدعا مخ العبادۃ**۔ (دعا عبادت کا مغز ہے) وہ یہ کہ آہ و زاری کے ساتھ رفیع الدرجات کیطرف اپنی حاجتوں کو پیش کرے اسطرح آہ و زاری کے ساتھ کوئی مسلمان بجز جناب باری کے اپنے مثل مخلوق کے پاس حاجت کو پیش نہ کریگا اس خیال سے کہ وہ مخلوق اوسکی مغفرت و رحمت و حاجت روائی کریگا۔ بلکہ قاضی الحاجات خاص اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ خدا کیطرف انبیاء و مرسلین (رضی اللہ عنہم) کو وسیلہ بنانیکا یہی مطلب ہے کہ اون کو اون کے نام سے ندا کرے۔ ندا غیر دعا ہے۔ دعا عبادت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ خلائق بروز قیامت انبیاء علیہم السلام کیطرف پناہ گزین اور اون کی شفاعت کے طالب ہو کر ہر نبی کو اون کے نام سے ندا کرینگے۔ اور حدیث میں ہے کہ جب کسی کا کچھ پایہ

کسی زمین میں بہاگ جائے تو یا عباد اللہ احبسوا تین بار ندا کرے پھر آپ نے فرمایا کہ بیشک خدا کیلئے ایک حاضر ہے۔ جو اوسکو روکیگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب کوئی مدد چاہے۔ یا عباد اللہ اعینونی تین بار کہے پس اگر اس جاہل مغرور شیخ نجدی کے زعم فاسد کے مطابق ندا دعا ہوتا تو نابینا کو یا محمد انی اتوجہ بک کہنے کا حکم نہ ہوتا۔ اور چوپایہ گمشدہ والے کو یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ اعینونی کہنے کا حکم نہ ہوتا۔ اور بروز قیامت خلائق طالب شفاعت ہوکر انبیاء کے نام سے ندا کرینگی خبر نہیں دیجاتی۔ پس ندا غیر دعا ہونا ثابت ہوا۔ اور ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم۔ اور فلا تدعوا مع اللہ احدا وغیرہا آیات قرآنیہ سے کفار کیطرف خطاب ہے۔ مسلمانوں کیلئے نہیں کیونکہ مسلمان نص قرآن سے سمجھ چکے ہیں۔ کہ خدا کا شریک محال ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے سے دعا یعنی عبادت کسطرح کرینگے۔ اور مسلمانوں نے یہ سمجھا ہے کہ معبود برحق کے ساتھ دوسرا معبود ہونا محال ہے۔ اور معبود باطل کو وہ الٰہ نہیں کہتے کیونکہ وہ مستحق عبادت نہیں۔ اور معبود برحق ایک ہے نہ کہ غیر۔ پس ندا و دعا میں فرق ہونے کے بارہ میں شیخ الاسلام زکریا اور زین الدین عراقی شافعی اور امام ابن رشید مالکی نے فرمایا ہے۔ اذا نادیت مخلوقا حیا او میتا یسمی ندا اور اذا نادیت ربک یسمی دعا۔ فرق بین یا اللہ وبین یا ولی اللہ او یا فلان من المخلوقین وقد صرح بذلک العلماء وورد فی السنۃ بیا عباد اللہ اعینونی وفی روایۃ اغیثونی۔ جب تو مخلوق کو ندا کرے خواہ زندہ ہو یا میت تو اوسکا نام ندا رکھا جائیگا۔ جب تو تیرے رب کو ندا کریگا تو اوسکا نام دعا رکھا جائیگا۔ پس یا اللہ اور یا ولی اللہ اور یا فلان مخلوق کہنے میں فرق ہے علمائے اسکی تصریح کی ہے۔ اور حدیث میں یا عباد اللہ اعینونی یا اغیثونی وارد ہے ای خدا کے بندو میری مدد کرو یا میری فریاد کو پہونچو۔ فصل الخطاب مؤلفہ مولانا دیلوری۔ (رحمۃ اللہ علیہ)۔ فائدہ سی و ہفتم :۔)

فصل پنجم۔ اقسام ندا کے بیان میں

کبھی ندا بطریق تعبد ہوتی ہے جیسا کہ نماز یا خارج نماز میں کوئی شخص یا ایہا المزمل پڑھے تو کیا پڑھنے والا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونیکا معتقد ہوکر رسول خدا سے ندا و خطاب کرتا ہے۔ اور نماز تہجد پڑھنیکا آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم کرتا ہے (معاذ اللہ من ذلک) بلکہ اس کا یا ایہا المزمل کلام اللہ کو پڑھنا۔ محض بطریق تعبد سمجھا جائیگا۔ کبھی بمقتضائی قانون فصاحت جسکو علم بدیع میں التفات کہتے ہیں۔ اس قسم ندا میں منادی غائب کو حاضر متصور کرکے خطاب و ندا کرتا ہے کبھی بیمار و خائف شخص بیماری و خوف کیحالت میں اپنے ماں باپ خویش و برادر وغیرہ غمخواروں کو بے اختیار ندا کرتا ہے۔ اور اون کے غیب دانی کا معتقد نہیں ہوتا۔ کبھی غمزدہ شخص جوش غم میں اپنے اموات کو بے اعتقاد اون کے غیب دانی کے ندا کرتا ہے۔ کبھی محب و عاشق جوش عشق و محبت میں اپنے معشوق غائب کو حاضر قرار دیکر ندا کرتا ہے اور اپنے دل کو تسکین دیتا ہے۔ کبھی ندا بطریق توسل و استمداد ہوتی ہے جیسا کہ صاحب حصن حصین نے حدیث بیان فرمائی ہے۔ من کانت لہ ضرورۃ فلیتوضأ فیحسن وضوئہ رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وحاکم ویصلی رکعتین رواہ النسائی ثم یدعو اللہم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لہ لتقضی لی

اللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ ۔ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وحاکم انتہی) جسکو کوئی ضرورت ہو تو اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی رحمۃ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپکے توسل سے میری اس حاجت میں میرے رب کیطرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ آپ میری حاجت روائی کریں اگر یتقضیٰ کو بصیغہ معروف پڑھیں۔ یا تقضیٰ کو بصیغہ مجہول پڑھیں تو میری حاجت روائی کیجائے اسکو ترمذی و نسائی و ابن ماجۃ وحاکم نے روایت کیا ہے :۔ اس حدیث سے آنحضرت علیہ السلام کی حیات و بعد وفات بھی یا محمد کہنا ثابت ہوا۔ اسلئے کہ من کانت لہ ضرورۃ عام حکم ہے یعنی نبی علیہ السلام کی زندگی میں یا بعد وفات آنحضرت علیہ السلام جب کبھی جس کیلئے ضرورت ہو تو وہ مسبب فرمان نبوی یا محمد سے نداء توسل کرے۔ اس حدیث کی مزید تفصیل و تحقیق آئندہ مرقوم ہوگی :۔ اب اہل قبور کے ساتھ توسل و استمداد و استغاثہ کے جواز پر دلائل آیات و احادیث وغیرہ مرقوم ہونگے۔ دلیل اول قولہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ۔ فرمان الٰہی ہے کہ وسیلہ کو تلاش کرو یہاں وسیلہ سے مراد ایمان و عمل نہیں ہے۔ کیونکہ آمنوا میں ایمان داخل ہے اتقوا اللہ میں اعمال داخل ہیں۔ پھر وسیلہ سے ہر وہ چیز مراد ہے جسکے سبب سے خدا کی قربت حاصل کیجاوے یعنی انبیاء اولیاء دلیل دوم :۔ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب۔ بغوی نے کہا مشرکین جن آلہۃ کی عبادت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین کے آلہۃ عیسیٰ و مریم و عزیر و ملائکہ ہیں جو اپنے رب کیطرف وسیلہ کو تلاش کرتے ہیں۔ وسیلہ کی تعریف کل ما یتقرب بہ الی اللہ :۔ ہر وہ چیز جسکے سبب سے خدا کا تقرب حاصل کیا جائے یعنی مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ (لا تتخذوا الملئکۃ والنبیین ارباباً یامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون) تم ملائکہ اور انبیاء کو رب مت بنالو۔ کیا اسلام کے بعد خدا تمہیں کفر کا حکم کریگا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اولئک الذین تم جنکی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے معبود خود ہمارے طرف ایسے وسیلہ کو ڈھونڈتے ہیں جو ان سے اعلیٰ و ارفع مقام والا ہو۔ پس جو خود ہمارے طرف وسیلہ کا محتاج ہو اوسکو معبود مت بناؤ۔ دلیل سوم اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو وجیہاً فی الدنیا والآخرہ فرمایا۔ اور ایسا ہی سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو بھی فرمایا یہی فبرأہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہاً۔ وجیہ صاحب وجاہت وہ شخص جو کچھ خدا سے مانگے اسکو خدا عطا کرے۔ دلیل چہارم قولہ تعالیٰ ویستجیب الذین آمنوا وعملوا الصلحت ویزیدہم من فضلہ یشفعہم فی اخوانہم :۔ جب مومنین دعا کریں تو خدا قبول فرماتا ہے ابو صالح نے کہا کہ مومنین کو اون کے برادر دینی کا شفیع بناتا ہے۔ اور اپنے فضل سے زیادہ عطا کرتا ہے یعنی مومنین کی شفاعت کو انکے بھائیوں کے حق میں قبول فرماتا ہے۔ دلیل پنجم فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ اس سے اسکی گروہ والے نے استغاثہ کیا اپنے دشمن پر اس آیت میں (طلب غوث فریاد طلبی) استغاثہ کی نسبت مخلوق کیطرف کیگئی ہے۔ اگر مخلوق سے استغاثہ ممنوع و حرام ہوتا تو

اس قسم کی نسبت بھی جائز نہ ہوتی۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس آیت میں مستغاث زندہ ہے زندہ کو مستغیث کی دادرسی و امداد پر قدرت ہے۔ اسلئے زندہ سے استغاثہ جائز ہے۔ اور جائز استغاثہ کی نسبت بھی مخلوق کیطرف جائز ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ زندہ کو امداد مستغیث کی قدرت بالذات اور مستقل ہے یا خدا کی قدرت سے اس زندہ کو قدرت عطا کیگئی ہے۔ بالذات و مستقل قدرت کسی مخلوق کیلئے ثابت کرنا کفر ہے۔ اگر خدا کی قدرت سے عطا کی ہوئی ہے تو وہ زندہ بھی محض ایک سبب و وسیلہ ٹھیرا۔ اسیطرح میت بھی سبب و وسیلہ دعا و کرامت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس میت کو قدرت عطا فرمائیگا یا وہ ان سبکا مرجع و مآل خدا کی قدرت ٹھیری۔ بندہ صرف سبب و محض وسیلہ ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ جبتک کہ مغیث و مستغاث حقیقی خدائے پاک کو نہ سمجھیں۔ اور بندہ کو محض سبب و وسیلہ نہ سمجھیں۔ کسی مخلوق زندہ و مردہ سے استغاثہ جائز نہیں ہے۔ اسیلوجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے مستغاث ہونیکی نسبت کو نفی فرمایا۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قوموا نستغیث برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من ھذا المنافق۔ اٹھو کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس منافق کی نسبت استغاثہ دادخواہی کرینگے۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ فقال لا یستغاث بی انما یستغاث باللہ کہ مجھ سے استغاثہ نکیا جائے بلکہ خدا تعالیٰ سے استغاثہ کیا جائے۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زندہ تھے اور آپکو قدرت تھی۔ لیکن تعلیم امت کے ارادہ سے اپنی ذات سے استغاثہ کی نفی فرمائی تاکہ امت کا اس امر پر ایمان و اعتقاد رہے کہ حقیقۃً استغاثہ خدا تعالیٰ ہی سے کیا جائے۔ اور مستغاث حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن مخلوق کیطرف بھی استغاثہ کی نسبت مجازاً جائز ہے۔ جیسا کہ اس آیت مذکورہ فاستغاثہ الذی الخ میں اور جیسا کہ حدیث صحیح میں دعاء استسقاء میں ثابت ہے اللھم اسقنا غیثا مغیثا پس غیث (بارش) کو مغیث (اغاثہ کا فاعل) بنایا گیا باوجود اسکے کہ وہ عرض ہے۔ اور آنحضرت علیہ السلام نے اپنی دعا میں خدا کی رحمت سے استغاثہ فرمایا لا الٰہ الا انت برحمتک استغیث۔ اللہ اور ہے اور اللہ کی رحمت اور ہے۔ باوجود اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوق کو رحمت بنایا ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین۔ دلیل ششم قولہ تعالیٰ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموٰت ولا فی الارض۔ بغوی نے کہا کہ جب مشرکین پر سخت قحط پہنچا یہانتک کہ مردار کھا گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا تو آنحضرت علیہ السلام کی برکت دعا سے اُن سے قحط کو دفع کر دیا گیا تو انبیاء و غیرھم من الاولیاء سے استغاثہ کرنا دعا عبادت و شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ ادعوا الذین زعمتم نہ فرماتا کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا تھا۔ اور آنحضرت علیہ السلام غیر اللہ ہیں۔ پس آنحضرت علیہ السلام سے استغاثہ کرنے پر اون کو کس لئے عار نہیں دلایا گیا حالانکہ انہوں نے غیر اللہ یعنی آنحضرت علیہ السلام سے

بقول مانعین دعائے عبادت و استغاثہ کیا تھا۔ اس آیت کی ظاہر تفسیر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے استغاثہ کو خدا تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ اور اصنام و اوثان سے دعا و استغاثہ کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ استغاثہ آنحضرت علیہ السلام کی حیات میں ہوا تھا اور حالت حیات میں آپ کو قدرت تھی اسکا جواب سابقاً دیا گیا ہے کہ کسی زندہ و مردہ مخلوق کو بالذات و بالاستقلال قدرت ثابت کرنا کفر ہے۔ خدا کی قدرت سے عطا کی ہوئی بالواسطہ قدرت زندہ کو بھی حاصل ہے مردہ کو بھی حاصل ہے۔ اور صحابہ نے بعد وفات آنحضرت علیہ السلام سے طلب و توسل و استغاثہ کیا ہے جیسا کہ حدیث الرمادہ وغیرہ میں ہے۔ اور بعد وفات طلب توسل و استغاثہ ممنوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

دلیل ہفتم قولہ تعالیٰ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون۔ مفسرین نے کہا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کفار کو عذاب نہ دیگا جن کی صلب میں استغفار کرنیوالے ہوں گے۔ پس جبکہ مومن نطفوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ کفار سے عذاب دفع فرمادیگا۔ تو ذوات فاضلہ کی برکت سے کیا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

دلیل ہشتم قولہ تعالیٰ۔ ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات۔ مفسرین نے کہا ہے کہ مومن کی برکت دعا کے سبب کافر سے اور مطیع و فرمانبردار کے وسیلہ سے عاصی و نافرمان سے آفات کو دفع کرتا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مومن کافر کیلئے دعا نہیں کریگا۔ مگر ذات مومن کیلئے جو کفار کی پشت میں ہوتا ہے تو اس مومن کی برکت کے سبب سے کفار پر رحم کریگا۔ اس آیت میں سبب و وسیلہ ثابت ہوا۔

دلیل نہم قولہ تعالیٰ ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموهم ان تطئوهم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله في رحمته من يشاء لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار کے مقاتلہ سے منع فرمایا ہے بسبب برکت ضعفائے مومنین کے پس ضعفائے مومنین کا وجود باعث برکت و حفاظت کفار ہے۔

دلیل دہم۔ قولہ تعالیٰ۔ فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه۔ مفسرین نے کہا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو کہا کہ اللّٰهُمَّ بحق النبي الذي قرنت اسمه مع اسمك الا ما غفرت لي فغفر له۔ الٰہی جس نبی کا نام تونے اپنے نام کیساتھ ملایا ہے بطفیل اسکے میرے گناہ بخشدے خدا نے آدم علیہ السلام کو بخشدیا۔ دلیل یازدہم۔ قولہ تعالیٰ۔ وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہود اپنے ہمسایہ مشرکین عرب سے لڑتے تھے اور کہتے تھے کہ اللّٰهُمَّ بحرمة هذا النبي الذي يبعث في آخر الزمان انا ما نصرتنا عليهم فينصرون۔ الٰہی اس نبی آخر الزمان کی حرمت وطفیل سے ہمکو مشرکین عرب پر

فتحیاب کرا اور ہماری مدد فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکی مدد فرمائی۔ دلیل دوازدہم قولہ تعالیٰ لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا۔ بغوی نے کہا کہ عہد سے مراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شفاعت کرنیوالے کسی کی شفاعت نہ کریں گے مگر اُن کی جنہوں نے خدا کے پاس عہد لیا ہے یعنی مومنین کی شفاعت کرینگے۔ دلیل سیزدہم لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ مومنین کو شفاعت کا مالک بنا دیا گیا۔ یعنی کوئی شفاعت نہ کر سکیگا بجز مومن کے۔ دلیل چہاردہم وَلَا یَمْلِکُوْنَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ غیر اللہ کی عبادت کرنیوالے شفاعت نہ کریں گے مگر حق کی شہادت دینے والے شفاعت کرینگے۔ بغوی نے کہا کہ قول حق سے لا الٰہ الا اللہ مراد ہے۔ دلیل پانزدہم قولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۔ اس آیت مذکورہ سے اسطرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جنہوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے۔ پھر اس قول پر مستقیم رہے۔ اور اللہ کے ساتھ اصنام و ملائکہ وغیرہ کو رب نہ بنایا مطلب یہ کہ اقرار و تصدیق ربوبیت و الوہیت پر اللہ کے مستقیم رہنے والے مومنین کو ملائکہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے اولیا ہیں۔ اور اون کو خدا کے پاس جو کچھ چاہینگے ملائکہ اون کے اولیا ہیں خدا کے حکم سے جو چاہینگے کرینگے۔ اپنے برادران مومنین کی دعا و شفاعت و شفارش سے اونکو روکا نہیں گیا۔ پس ان آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مومنین شفاعت کرینگے۔ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانے اور ان سے طلب امداد کا مطلب بھی یہی ہے کہ اُن کو شفیع بنایا جاتا ہے۔ اور عطا کنندہ قاضی الحاجات خدا سے خدا نے جنکو جس امر کا مالک بنایا ہے اُن سے اس امر کے طلب کرنیکو کوئی چیز مانع نہیں۔ نہ قرآن نہ حدیث۔ لیکن اصنام کو شفیع بنانا ممنوع ہے اسلئے کہ خدا نے ان اصنام کو شفاعت کا مالک نہیں بنایا ہے۔ ثبوت شفاعت کے بہت سے آیات ہیں وہ سب جواز توسل و استمداد و استغاثہ و استشفاع پر دلائل و شواہد ہیں۔ بخوف طوالت اسی قدر پر اکتفار کیا گیا:۔

جواز ندائے توسل و استمداد و استغاثہ کے دلائل آیات قرآنیہ کے علاوہ بہت سے احادیث بھی ہیں۔ از انجملہ دلیل اوّل وہ حدیث جسکو ترمذیؒ و نسائیؒ و بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور اسکو صحیح کہا ہے۔ اور حاکم نے بھی روایت کیا۔ اور بخاریؒ و مسلمؒ کی شرط پر ہونا بیان کیا ہے۔ اور حافظ ذہبیؒ نے اسکا اقرار کیا ہے جو عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ سے دعا فرمائے کہ میری آنکھ کی مصیبت دور ہو۔ آنحضرت علیہ السلام نے اوس کو

حکم فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا کرے کہ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور تیرے نبی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمدؐ میں آپ کے وسیلہ سے میری اس حاجت میں میرے رب کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تاکہ آپ میری حاجت روائی فرمائیں (یا میری حاجت روائی کیجائے۔) یا اللہ محمدؐ کے حق میں صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارہ میں شفیع بنا۔ بیہقی نے اسقدر اضافہ کیا ہے کہ وہ نابینا کھڑا ہوا اور بینا ہوا۔ حافظ جزریؒ نے حصن حصین میں اسکو ذکر کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فتاوی میں اسکو ذکر کرکے اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے اور اسقدر زیادہ بھی کیا ہے کہ "اللھم صلی اللہ علیہ وسلم" وقال للاعمی وان کان لک حاجۃ مثل ذالک۔ آنحضرت علیہ السلام نے اس نابینا کو فرمایا کہ اگر تجھ کو کوئی حاجت ہو تو ایسا ہی میری تعلیم کے مطابق عمل کر۔ اس حدیث کو اس لفظ کیساتھ ترمذی نسائی و بیہقی و ابن شاہین وغیرھم من المحدثین نے روایت کیا ہے اسے فاعمل مثل ما اعلمک جیسا میں تجھ کو تعلیم دونگا ویسا ہی کر۔ اس حدیث کو سیوطیؒ نے جامع صغیر میں اور اسکی شرح مناوی میں ذکر کیا ہے۔ اور ملا علی قاری نے شرح حصن حصین میں اور یہ کہا ہے کہ یا محمد التفات الیہ۔ وتفرع للایہ لیتوجہ بروحہ الی اللہ تعالی ویخص التوسل بما سواہ وعن التوسل الی غیر مولاہ قائلا انی اتوجہ بک ای بذریعتک الی ربک بالوسیلۃ والباء للاستعانۃ الی ربی فی حاجتی ھذہ وھی المقصودۃ المعھودۃ لتقضی لی ویمکن ان یکون التقدیر لیقضی اللہ الحاجۃ لاجلک بل ھذا ھو الظاھر وفی نسخۃ لتقضی بصیغۃ الفاعل ای لتقضی انت یا رسول اللہ الحاجۃ لی والمعنی لتکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی انتہی۔ لفظ یا محمد آنحضرت علیہ السلام کیطرف التفات و توجہ ہے۔ اور آپکے حضور میں آہ و زاری و عجز و انکسار کا اظہار ہے تاکہ آپ اپنی روح شریف سے خدا کیطرف توجہ فرماکر سائل کو ماسوی اللہ سے غنی اور اپنے آقائے نامدار کے غیر کو وسیلہ بنانے سے مستغنی کردیں متوسل یعنی وسیلہ بنانیوالا یہ کہتا ہوا آنحضرت کو ندا کرے کہ یا محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے ذریعہ (وسیلہ) کی مدد سے (رب کیطرف) یا استعانت سے میری اس حاجت مقصودہ و معہودہ میں میرے رب کیطرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ حاجت روائی کیجائے۔ اور ممکن ہے کہ در اصل یہ عبارت مقدر ہو۔ یعنی تاکہ آپ کے سبب سے میری حاجت کو خدا پوری کردے۔ یہی تقدیر عبارت ظاہراً مناسب ہے۔ اور ایک نسخہ میں لتقضی بصیغۂ واحد مؤنث مضارع معروف یعنی یا رسول اللہ میری حاجت کو آپ پوری کردیں۔ یعنی میری حصول حاجت و وصول مراد کے آپ سبب و وسیلہ ہوں۔ یہ اسناد مجازی ہے۔ انتہی۔ یہ حدیث اگرچہ پہلے مذکور ہوئی ہے۔ لیکن آئندہ مزید تحقیق و تدقیق کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اسلئے یہ مذکور ہوئی۔ اس حدیث میں یا محمدؐ ندائے توسل و

وتوجہ واستمداد واستغاثہ ہے آنحضرت علیہ السلام کی ذات پاک کیساتھ آنحضرت علیہ السلام کے غیاب میں اگر غائب کو ندا کرنا شرک فرض کیا جائے تو یہ لازم آویگا کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی ہے کوئی عاقل اسکا قائل نہیں خصوصاً ابن تیمیہ کی روایت وان کان لك حاجة فمثل ذلك سے واضح ہے کہ آنحضرت کے حضور وغیاب حیات ووفات کی حالت میں جب کبھی ضرورت پیش ہو تو ایسا ہی کیا جائے۔ شیخ ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں اسکا جواب یہ دیا ہے کہ اس نابینا نے اپنے دل میں آنحضرت علیہ السلام کی صورت کا تصور کرکے اس صورت متصورہ کو خطاب وندا کیا ہے جیسا کہ انسان اپنے محبوب و ممدوح غائب و بعید کو حاضر تصور کرکے ندا و خطاب کرتا ہے۔ ابن تیمیہ کی اس جواب کو علماء نے رد کیا ہے۔ اسطرح پر کہ صورت کے ندا و توسل سے ذات کی ندا و توسل قریب تر الی الصواب ہے۔ اسلئے کہ صورت سے استغاثہ جائز۔ اور ذات سے کسلئے ممنوع ہو۔ حالانکہ صورت وہمی وخیالی ہے۔ اور ذات ثابت و محقق شئی ہے علاوہ ازیں ابن تیمیہ کا صورت متصورہ سے ندائے توسل و استمداد کو جائز وسلم رکھنا ذات سے ندائے توسل و استمداد کے جائز ہونے پر قوی ترین حجت ہے۔ کیونکہ صورت کی بہ نسبت ذات ابلغ فی التاثیر ہے۔ اگر کوئی دعوے کرے کہ نابینا کے ندا کے وقت آنحضرت علیہ السلام اسکے پاس حاضر تھے۔ جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کئی وجوہ سے اول یہ کہ حدیث عام ہے۔ اسمیں حضور وغیب کی تقیید نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث کے بعض طرق میں جیسا کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے یہ بیان ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے نابینا کو فرمایا کہ اگر تجھکو کوئی حاجت پیش آئے تو ایسا ہی عمل کیا کر۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت علیہ السلام کے حضور و حالت حیات سے یہ ندائے توسل مختص نہیں ہے۔ سوم وجہ یہ ہے کہ اگر آنحضرت علیہ السلام کے حضور و روبرو میں یہ کام مختص ہوتا تو خود آنحضرت علیہ السلام بنفس نفیس دعا فرماتے اسکو تعلیم دعا کی ضرورت نہ تھی کہ ایسا کر اور ایسا کہہ بلکہ فقط آنحضرت علیہ السلام کی دعا نفع وانجح ومقبول ہے۔ چہارم وجہ یہ ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو عموم سمجھ کر اسطرح بیان کیا ہے کہ من کان لہ الی اللہ حاجۃ او الی احد من خلقہ فلیفعل کذا کما ذکرہ صاحب الحصن الحصین۔ جس کیکو خدا کیطرف یا کسی مخلوق کیطرف کوئی حاجت وضرورت ہو تو وہ ایسا ہی کرے جیسا کہ صاحب حصن حصین نے بیان کیا ہے پس اگر یہ حدیث آنحضرت علیہ السلام کی زندگی کیساتھ ہی مخصوص ہوتی تو محدثین اسطرح ذکر نہ کرتے۔ اور لوگوں کو اس حدیث پر عمل کرنیکی ہدایت نفرماتے کیونکہ در صورت اختصاص بحالت حیات آنحضرت علیہ السلام کی وفات کے سبب سے اس حدیث پر عمل کرنا منقطع ہو جاتا وجہ پنجم صحابہ کرام نے بھی اس حدیث کو عام سمجھ کر لوگوں کو اُن کی حاجت و ضرورت میں حسب تعلیم نبوی عمل کرنیکا حکم کیا ہے جیسا کہ اس حدیث کی راوی صحابی حضرت عثمان بن حنیف رض

نے ایک ایسے شخص کو جسکو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ ضرورت تھی عہد خلافت عثمانؓ میں اس دعا کو سکھلایا ہے جیسا کہ دلیل دوم بیہقی و طبرانی نے بسند معتبر حدیث اول کے راوی عثمان بن حنیفؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس اپنی کسی ضرورت و حاجت کیلئے آیا جایا کرتا تھا تو حضرت عثمان اسکے طرف التفات نفرماتے تھے۔ اور نہ اسکی طرف اسکی حاجت کے بارہ میں نظر فرماتے تھے اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیفؓ سے اس امر کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ وضو کرنیکی جگہ جاکر وضو کرو پھر مسجد میں دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا کرو اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک فتقضی حاجتی یہاں تو اپنی حاجت کا نام لے وہ آدمی جاکر حسب ہدایت ابن حنیف عمل کیا پھر عثمان بن عفانؓ کے پاس آیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تیری کیا حاجت ہے اسنے اپنی حاجت کا اظہار کیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اسکی حاجت روائی فرمائی اور فرمایا کہ اتنا تو کیوں ذکر نہیں کیا۔ اور آئندہ تجھکو جو کچھ حاجت و ضرورت ہو اسکو ذکر کیا کر۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے پاس سے نکلکر عثمان بن حنیفؓ سے ملکر کہا کہ جزاک اللہ خیراً حضرت عثمانؓ میری حاجت روائی کیطرف متوجہ ہی نہیں ہوتے تھے۔ یہانتک کہ آپ نے انسے میری سفارش فرمائی تو تب میری حاجت روائی فرمائی۔ عثمان بن حنیفؓ نے کہا کہ واللہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمہاری سفارش نہیں کی۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تب ایک نابینا آنحضرت کی خدمت میں آکر اپنی نابینائی کی شکایت کی تو آنحضرت علیہ السلام نے اسکو حکم فرمایا کہ وضو کرنیکی جگہ میں آکر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا جو میں نے تمکو تعلیم دی ہے۔ (اکرمہ قال ابن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کان لم یکن بہ ضر قط عثمان ابن حنیف نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے تھے۔ اور دیر تک گفتگو ہی رہی تھی۔ یہانتک کہ ہمارے پاس وہ نابینا بینا ہوکر آیا گویا کہ اسکو نابینائی تھی ہی نہیں۔ یہ حدیث صریحاً دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ نابینا کا سب تعلیم نبوی عمل کرنا۔ اور نبی علیہ السلام کو ندائے توسل کرنا۔ (جو حدیث اول میں مذکور ہے۔) آنحضرت علیہ السلام کے روبرو نہ تھا کیونکہ فواللہ ما تفرقنا حتی دخل علینا الرجل کان لم یکن بہ ضر قط سے واضح ہوتا ہے کہ اسنے غائبانہ عمل و نداء کرکے حاضر ہوا۔ اسی لئے عثمان بن حنیفؓ صحابی نے بھی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنی ضرورت رفع کرنے کیلئے آنے جانے والے شخص کو آنحضرت علیہ السلام کی وفات کے بعد عہد خلافت عثمان بن عفان میں تعلیم دی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حیات و ممات و حضور و غیب تمام حال میں ندائے توسل و استمداد درست ہے۔ دلیل سوم بیہقی و ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کیساتھ مالک دار سے جو خازن عمر تھے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ

کے زمانہ میں قحط ہوا تو ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پہ حاضر ہوکر قحط کی شکایت کی کہ یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر واقرء السلام واخبرہ انھم مسقون وقل لہ علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ فبکی عمر ثم قال یارب ما آلوہ الا ما عجزت وذکر بعضھم ان الذی رای لھذا المنام بلال بن الحارث احد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم انتھی۔ یارسول اللہ آپکی امت کیلئے پانی طلب فرمائیے کیونکہ وہ ہلاک ہوگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف فرما ہوکر یہ ارشاد فرمایا کہ عمر بن خطاب کے پاس جاکر میرا سلام کہدے اور یہ بھی خبر کردے کہ وہ پانی پلائے جائینگے۔ اور اسے کہدے کہ وہ عقل وتدبیر کو لازم کرلے۔ وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوکر واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ روئے۔ اور کہا کہ یا اللہ میں نے تدبیر میں کوئی کوتاہی نہ کی مگر جس میں عاجز ومجبور ہوں بعض نے بیان کیا کہ جسنے یہ خواب دیکھا بلال بن حارث اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے ایک صحابی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فتاویٰ اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور اسکے صحیح ہونے کا اقرار بھی کیا ہے اور انکار نہ کیا۔ قال ومما یدل ان رجلا جاء الی قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فشکی الیہ القحط عام الرمادۃ فامرہ ان یاتی عمر الی آخر الحدیث۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ وہ جو مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آیا۔ اور آپ سے قحط کی شکایت کی وہ عام الرمادۃ تھا آنحضرت علیہ السلام نے اسکو حضرت عمرؓ کے پاس آنیکا حکم فرمایا تا آخر حدیث۔ دلیل پہلا تم۔ بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کا قصہ اسطرح بیان فرمایا کہ جب بی بی ہاجرہ کو اور ان کے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو پیاس لگی تو پانی کی تلاش میں دوڑ دھوپ کرنے لگیں۔ اسوقت ایک آواز سنیں اور کسی شخص کو نہ دیکھا تب حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ اغث ان کان عندک غواث۔ میری فریاد کو پہنچ اگر تیرے پاس فریادرسی ہو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ قصہ بیان فرمایا۔ اگر غیر اللہ سے استغاثہ وفریاد طلبی شرک ہوتا تو بی بی ہاجرہ علیہا السلام کو شرک کا استعمال جائز نہ ہوتا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کو انکا ذکر کبھی نہ فرماتے۔ اور آنحضرت علیہ السلام نے اس ہاجرہ کے استغاثہ کا رد وانکار بھی نہ فرمایا۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے بعد اسکو صحابہ نقل نہ کرتے۔ اور عدثین خصوصاً بخاریؒ نے اسکو ذکر کیا ہے جسکی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے پر امت کا اتفاق ہے ۔:۔ بی بی ہاجرہ نے جس غائب شخص سے استغاثہ کیا ہے اگرچہ حقیقت میں فرشتہ ہے لیکن اسکی حالت غیبت میں محتمل ہے کہ وہ شیطان جن یا فرشتہ

یا انسان اور ما نحن فیہ مطلقاً غائب سے استغاثہ کو ناجائز کہے ہیں عام ازیں کہ غائب نبی مرسل ہو یا ملک مقرب ہو جیسا کہ میت اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین کو فی امر ممنوع و محذور سمجھتے تو غرغرہ فرمانے سے خصوصاً جبکہ غیر اللہ سے استغاثہ ملت اسلام سے خارج کر دیتا شرک اکبر ہوتا۔ دلیل ہمچم بخاری نے حدیث شفاعت میں روایت کیا ہے کہ جب خلائق اجمعین خوف قیامت سے خائف ہونگے تو۔

(استغاثہ) آدم کم نہ نہ کم بابرا ہیم تم کموسی کم بعیسی وکلہم یتعذرون ویقول عیسی اذہبوا الی محمد فیاتون الیہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقول انا لہا۔ آدم سے پھر نوح سے پھر ابراہیم سے پھر موسی سے پھر عیسی سے استغاثہ کریگے عیسی علیہ السلام کہینگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ سب لوگ آنحضرت علیہ السلام کے پاس آوینگے تو آنحضرت علیہ السلام فرماوینگے کہ میں اسی شفاعت امت کیلئے ماذون و مختار ہوا ہوں پس اگر غیر خدا سے استغاثہ ناجائز ہوتا تو آنحضرت علیہ السلام اپنے اصحاب و امت کو (استغاثوا) نفرماتے ہیں بلکہ دوسرے لفظ سے فرماتے۔

دلیل ششم حاکم نے اپنی صحیح میں اور ابو عوانہ و بزار نے سند صحیح کیساتھ نبی علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلینادیا عباد اللہ احبسوا فان للہ حاضرا سیحبسہ۔ جب بھاگ جائے چوپایہ تم میں سے کسی ایک کا زمین بھر ا میں تو ندا کرے کہ اللہ کے بندو روکو پس اللہ کا ایک حاضر ہے جو اسکو روکدیگا اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الکلم الطیب میں ذکر کیا ہے ابو عوانہ نے اسکی صحیح میں اور ابن قیم نے اپنی کتاب الکلم الطیب میں اور نووی نے اذکار میں اور جزری نے حصن حصین میں اور اسکے سوائے متیمار محدثین نے بیان کیا ہے اور رسید ابن مسعود کی مرفوع روایت کے الفاظ میں اور ابن مسعود کی مرفوف روایت کے الفاظ۔ فلینادیا عبادی اعینونی یا عباد اللہ۔ میں اے اللہ کے بندو میری اعانت و مدد کرو۔ ملا علی قاری نے شرح حصن حصین میں کہا ہے کہ عباد اللہ سے ملائکہ یا مسلمان جن یا مردان غیب یعنے ابدال مراد ہیں اور ما نحن فیہ غائب جیسا کہ میت سے استغاثہ توسع کرتے ہیں عام ازیں کہ وہ غائب نبی ہو یا فرشتہ یا جن جیسا کہ ان ما نحن فیہ کے پاس مقرر ہے اور یہ بھی کہا کہ جملہ بعض شیوخ کبار فی العلم نے کہا کہ اسکا ایک چوپایہ میں گمان کرتا ہوں کہ مجھ گم ہو گیا وہ اس حدیث کو جانتے تھے اسی موافق الموسوم نے کہا تو خدا نے اس چوپایہ کو روکدیا اور میں ایکبار ایک جماعت کیساتھ جارہا تھا یکایک ایک چوپایہ بھاگ نکلا اسکو روکنے سے لوگ عاجز ہو گئے میں نے حدیث کے موافق۔ اعینونی یا عباد اللہ۔ کہا تو وہ چوپایہ اسی وقت ٹھہر گیا بغیر کسی اور سبب کے سوائے اس کلام کے اسکولوزی نے اذکار میں ذکر کیا ہے انتہی۔ دلیل ہفتم طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ان اراد عونا فلینادیا عباد اللہ اعینوا فی حصن حصین فلیقل یا عباد اللہ اعینونی ثلاثا۔ اگر کوئی مدد کا طالب ہو تو ندا کرے کہ اے اللہ کے بندو مدد کرو حصن حصین میں ہے کہ تین بار کہے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو طبرانی نے زید بن عقبہ بن غدوان سے روایت کیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے۔ اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا وہو بارض لیس بہا انس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراہم۔ جب کسی سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کردے یا مدد کا طالب ہو اور وہ ایسی زمین میں ہو کہ جہاں اسکا کوئی انیس نہ ہو تو وہ کہے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پس تحقیق کہ خدا کے ایسے بندے ہیں جنکو وہ طالب مدد نہیں دیکھتا ہے حافظ جزری نے کہا کہ یہ مجرب ہے اور اسکو مسعود نے ملا علی قاری نے کہا کہ یہ حدیث مجرب محقق ہے اور بعض علمائے ثقات نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے میں نے بارہا اسکو اپنی حاجت و ضرورت ہوتی ہے مشائخ نے کہا کہ یہ مجرب ہے کامیابی اسکے قرین ہے میر حنفی نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی۔

بعض محققین نے کہا کہ اگر حدیث نے اپنی کتابوں میں اشاعت علم و حفظ امت کیلئے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اسکا انکار نہیں کیا از انجملہ حافظ جزری نے حصن حصین اور عدۃ میں اور نووی نے الاذکار اور ابن قیم نے الکلم الطیب اور ابن مفلح حنبلی تلمیذ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الاداب الشرعیہ میں ذکر کیا ہے پھر کہا کہ عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل نے کہا کہ میں نے اپنے باپ امام احمد

بن حنبل سے سنا کہتے ہے کہ ہم پانچ حج کئے ایکبار راستہ بھول گیا اور پیادہ چلتا تھا پس یا عباد اللہ دلونا علی الطریق اے اللہ کے بندو ہماری رہنمائی کرو کہتے کہتے میری راستہ پر واقف ہوگیا امام نووی نے الاذکار میں کہا ہے کہ بعض اہل علم نے اسکو آزمایا تو اسکو صحیح پایا پس اگر توسل و استمداد یعنے مخلوق سے مدد مانگنا شرک ہوتا تو علمائے اکابر مثل امام احمد بن حنبل غیر اللہ غائب سے ہرگز مدد طلب کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو غائب غیر اللہ سے مدد مانگنے کا حکم نکرتے جیسکہ بقول المانعین غائب غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک اکبر ہے۔ شاید مانعین کے پاس یہ اکابر علماء ائمہ حدیث مشرک نعوذ باللہ من ذلک و لیل ہشتم ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے منتظم العزم الساکن زرد امام ہبۃ اللہ نے توشیح عمری الایمان میں بستی کی روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلے اللہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ و استغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما و قد جئتک مستغفرا من ذنبی مستشفعا بک الی ربی اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے آپ کے پاس آتیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتیں اور رسول اللہ انکے لئے مغفرت طلب کرتیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پاتے پھر میں اس فرمان الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے یا رسول اللہ آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں بجرگناہوں کی مغفرت طلب کرتا ہوں اور اپنے رب کیطرف آپکو میرا شفیع بنایا ہوا ہوں پھر دل کے وشعر پڑھنے لگا

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمہ فطاب من طیبہن القاع والاکم ۔ نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم ۔ اعرابی نے کہا کہ مجھکو میری آنکھوں نے اٹھا لیا یعنے نیند آگئی تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا کہ اے اعرابی سے مل کر بشارت سنادے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بخشدیا اس حدیث کو علمائے متقدمین نے مقبول و مستحسن کہا ہے آمین ندا کرنا اور طلب شفاعت انکا مغفرت صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہے اگر یا رسول اللہ کہنا اور بعد آکر نادر شفاعت طلب کرنا شرک اکبر ہوتا تو اسکو مقبول و مستحسن نہ سمجھتے بلکہ اسکو کتابوں میں نقل کرنا بھی اچھا نہ سمجھتے۔ دلیل ہم ۔ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں اور سمہودی نے الوفا میں وعلامہ الوفا میں ذکر کیا اور کہا کہ ابو سعید سمعانی نے علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہوچکے تین دن بعد ہمارے پاس ایک اعرابی آیا اور قبر شریف نبوی پر اپنے نفس کو پھینکا یعنے قبر شریف پر گر پڑا اور اپنے سر پر خاک پاک ڈال کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے جو کچھ فرمایا ہمنے سنا آپ نے فرمان الٰہی کو محفوظ رکھا ہم نے آپ کے فرمان کو محفوظ رکھا آپ پر نازل شدہ کلام میں۔ ولو انہم ظلموا انفسہم جاؤک ۔ تا آخر آیت ہے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے آپ کے پاس اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے میرے گناہوں کی مغفرت آپ طلب فرمائیں پس قبر شریف سے اعرابی کو بلند آواز کیساتھ یہ ندا کی گئی کہ تیری مغفرت ہوچکی۔ دلیل دہم تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور سمہودی نے خلاصۃ الوفا میں۔ اور ابن حجر نے جو ہر منظم میں اور ان کے سوائے دوسرے محققین نے شفاء قاضی عیاض کی عبارت کو سند صحیح کیساتھ جو امام مالک بن انس تک منتہی ہوتی ہے ذکر کیا ہے کہ امام مالک نے ابو جعفر منصور کیساتھ مناظرہ کیا کہا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو تنبیہ و تادیب فرمائی ہے۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی مدح و ثنا کی۔ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی لہم مغفرۃ و اجر کریم اور آپکی حرمت بعد وفات بھی مثل حرمت حالت حیات ہے ابو جعفر منصور یہ سنکر ساکن و ساکت ہوا اور کہا کہ اے ابو عبداللہ قبلہ کیطرف منہ پھیر کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف متوجہ ہوں امام مالک نے فرمایا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس لئے اپنا منہ موڑتا ہے حالانکہ وہ تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے بروز قیامت وسیلہ ہیں آپکے طرف متوجہ ہو اور

آپ کو تو تیرا شفیع بنالے تو خدا کے پاس تیری شفاعت فرماوے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول تا آخر آیت فرمایا ہے۔ دلیل یازدہم ابن جوزی نے اپنی کتاب الوفا فی فضائل المصطفیٰ میں اپنی سند کیساتھ جو داری تک منتہی ہوتی ہے ذکر کیا ہے کہا ہے کہ ہمکو عمر ابن عبد الواحد اصفہانی نے مدینہ منورہ میں حدیث بیان کی کہا کہ ہمکو عمر بن عبد اللہ نے خبر دی کہا کہ ہمکو محمد بن عبد الواحد نے خبر دی کہ اس نے ابو الشیخ میں خطاب سے سنا کہا کہ میں نے ابو الشیخ سے سنا کہتے تھے کہ میں اور ابو الشیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم شریف میں ایسی حالت میں تھے کہ بھوک ہم پر غالب تھی تین دن کو بھی ہمنے شام سے دو وقت کھانا نہ کھایا اور وقت عشاء قبر شریف نبوی کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ الجوع الجوع بھوک معلوم ہوتی ہے پھر قبر شریف کے پاس سے واپس آگیا ابو القاسم نے مجھکو کہا کہ یا رزق ہے یا موت۔ ابو بکر نے کہا کہ میں اسوقت اور ابو الشیخ نظر الٰہی کچھ دیکھتے ہیئے تھے دروازہ پر ایک علوی (سید) آکر دروازہ ٹھوکا ہم نے دروازہ کو وا تو اس علوی کیساتھ دو غلام تھے اور ہر غلام کیساتھ ایک زنبیل تھی جنمیں بہت کچھ تھا ہم بیٹھ کر کھائے باقی ہمارے ساتھیوں کیلئے چھوڑ آئے جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو ہم سے علوی نے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی تھی میں نے حضرت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو تمہارے پاس کچھ کھانا کی چیز بھیجنیکا حکم فرمایا انتہی۔ اس ذکر کو ایک جماعت محدثین نے ذکر کیا ہے جنمیں سے سبکی و سمہودی و قسطلانی وغیرہم بھی ہیں اسطرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے بعض فتاوی اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اسکے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے۔ دلیل دوازدہم ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں ذکر کیا ہے کہا کہ ہمکو ابن ناصر نے خبر دی کہا کہ ہمکو خلف نے خبر دی کہا کہ ہمکو ابو عبد الرحمان سلمی نے خبر دی کہا کہ میں نے عبد اللہ بن عبد اللہ کو کہتے سنا کہ ابو الحسن بسیانی نے کہا کہ میں مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فاقہ کی حالت سے داخل ہوا میں پانچ روز رہا تو کوئی چیز بھی نہ چکھا قبر شریف پر حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کہکر میں کہا یا رسول اللہ آج شب کو میں آپکا مہمان ہوں وہاں سے دور ہو کر سو رہا خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ابو بکر کو آنحضرت علیہ السلام کے سید ہے جانب اور حضرت عمر کو بائیں طرف اور حضرت علی کو روبرو دیکھا حضرت علی نے مجھکو حرکت دیکر جگایا فرمایا کہ اٹھ جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں اٹھکر آنحضرت علیہ السلام کے جنکی مبارک دو ریان کو بوسہ دیا تو آنحضرت علیہ السلام نے مجھکو روٹی عطا فرمائی کہ تو اسمیں سے کھا یا پیر سیر ہوا تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔ دلیل سیزدہم ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ کے دوسرے باب استسقاء قبر شریف نبوی میں ذکر کیا ہے کہ ہمکو عبد الاول بن عیسیٰ نے خبر دی اور اپنی سند کو ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ تک پہنچایا کہا کہ اہل مدینہ نے سخت قحط زدہ ہو کر عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قبر شریف نبوی سے آسمان کیطرف دریچہ بنا دو کہ درمیان میں چھت حائل نہ رہے اسی موافق کیا تو بارش ہوئی سبزہ اگا اونٹ موٹے ہو چکے یہاں تک کہ چربی کی زیادتی سے پھٹ گئے۔ انتہی عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت علیہ السلام سے اسطرح سنا ہوگا ورنہ اپنی رائے سے کسطرح یہ کام ادا فرماتیں۔ دلیل چاردہم ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان اغاثۃ اللہفان میں ذکر کیا ہے ابن اسحاق سے جو مغازی میں ابو الوداعہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے شہر تستر فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت پایا جس پر ایک میت کے سر کے پاس صحف تھا یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اور اٹھا لایا تو انہوں نے کعب کو بلا کر عربی لکھوایا میں بعلاء عرب ہوں جو اسکو پڑھا میں نے ابو الہادیہ سے کہا اسمیں

کی ہے کہا کہ تمہارے عادات و معاملات اور حسن کلام اور جو کچھ بعد میں ہونیوالا ہے اسمیں مرقوم ہے میں نے کہا کہ تجھے اس میت کو کیا کہا کہا اس کیلئے دن میں تیرہ متفرق قبریں کھود کر رات کو کسی ایک قبر میں دفن کر کے سب قبروں کو زمین کے برابر ہموار کر دیا تاکہ اس میت کا حال لوگوں سے مخفی رہے اور اسکو کوئی کر نہ لیجائیں میں نے کہا اس میت سے یہ لوگ کس بات کی امید رکھتے ہیں کہا کہ جب آسمان بارش کو روکدیتا ہے تو اس میت کو میدان میں لاتے ہیں تو اسکی برکت توسل سے بارش ہوتی ہے میں نے کہا کہ تم اس کو کون شخص سمجھتے ہو کہا کہ یہ دانیال ہے میں نے کہا کہ اسکو کس سے سرا ہوا پائے ہو کہا تیس سو برس سے میں نے کہا کہ اس میت کی کوئی چیز متغیر تو نہیں کہا کچھ نہیں مگر گدی کے کچھ بال متغیر ہیں کیونکہ انبیا علیہم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کرتی اور نہ روزے کھاتے انتہی۔ اہل تستر غفار تتے اور دانیال کی خبر مخفی رکھی گئی تاکہ کہو کر نہ لگائیں کیونکہ انبیا و جملہ مومنین کے اجسام کا احترام و دفن کے سبب سے ہوتا ہے اور ہماری شریعت میں اجسام میت کا احترام و عدم ہتک اعظم واجبات سے ہے اسی لئے جب بخاری رحمۃ اللہ کا انتقال ہوا تو انکی قبر سے بوئے مشک مہکنے لگی لوگ قبر کھودنے لگے اور خاک قبر کو بطور تبرک لینے لگے یہاں تک کئی بار اتنوا ں ظاہر ہوئے انکی قبر پر تعمیر کے بغیر اس تک حرمت سے پانی نہ رسائے جاتے ہیں اس مرکی دلیل ہے کہ انبیا کی ذوات و اجساد کے توسل سے پانی مانگنا صحابہ کے پاس معلوم و معروف ہے اسی لئے اہل تستر کے حل پر جو انکار کیا اہل تستر کا نقش دانیال کو سید الخین آسمان کے مقابل لاکر پانی مانگنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مشابہ ہے جو وقت استسقا قبر شریف نبوی سے چھت کھولدینے کا حکم کیا تھا۔ دلیل پانزدہم امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے محدثین کے پاس یہ اصح قول ہے کہ مسند کی روایت درجہ حسن سے ساقط و خارج نہیں ہے جیسا کہ ابن حجر نے تحفہ وغیرہ میں اسکو ذکر کیا ہے۔ اور حاکم نے بھی اس روایت کو اپنی مستدرک میں شرط صحیحین پر روایت کیا ہے ان دونوں نے کہا کہ ایک روز مروان نے قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی پیشانی رکھے ہوئے ایک شخص کو دیکھکر کہا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ قبر پر کیا کر رہا ہے اسپر متوجہ ہوا تو وہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے فرمایا کہ اے مروان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں اور خالی کھجور یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دین پر جب اسکا اہل حاکم ہو تو مت روؤ اور جب نااہل دین پر حاکم ہو تو رویا کرو انتہی۔ دلیل شانزدہم ابن جوزی نے اپنی کتاب الوفا میں اپنی سند کیساتھ جو حضرت علی ابن ابی طالب تک پہنچتی ہے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبر شریف پر حاضر ہو کر ایک مٹھی خاک پاک قبر شریف کی لیکر اپنی آنکھوں پر رکھکر رو رو کر پڑھنے لگیں ؎ ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیالیا۔ مجھپر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ روز روشن پر پڑتیں تو شب تاریک ہو جاتے اس روایت میں خاک قبر شریف نبوی کو خطیا و مجبہ آنکھوں پر رکھنا ثابت ہے اور اس سے پہلے روایت میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ قبر شریف نبوی پر پیشانی کو رکھنا ثابت ہے۔ دلیل ہفدہم ابن عساکر نے سند جید کیساتھ ابو الدرداء سے فتح بیت المقدس کے بعد دمشق میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نزول اجلال کا قصہ روایت کیا ہے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرماتے ہیں کہ مالی اراک الجفوۃ یا بلال اما آن لک ان تزورنا فاغتم جزنیا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یبکی ویمرغ وجہہ علی القبر الی آخر القصۃ وکان ذلک بحضور الصحابۃ فلم ینکر احد علیہ انتہی اور سبکی نے شفاء السقام میں اور ملا علی قاری اور ابن حجر وغیرہم نے ذکر کیا ہے اے بلال یہ کیا جفا و بیوفائی ہے کیا ہماری زیارت کا تجھکو ابھی وقت نہیں آیا بلال ممزوق

خوف زدہ مبیدا ہو کر اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کا قصد کر کے قبر شریف نبوی پر حاضر ہو کر قبر پر منہ ملنے اور رونے لگا آخر قصہ
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قبر شریف نبوی پر منہ ملنا صحابہ کے روبرو ہونا سند بلال پر انکار اور دعوی عدم امکان انتہی صلح الاخوان ابو ایوب انصاری کا قبر
شریف نبوی پر پیشانی کو رکھنا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاک پاک قبر شریف نبوی کو آنکھوں پر رکھنا (۱۵) و (۱۶) دلیل مذکور ہوا
اس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ ہم بزرگان دین کی قبروں کو بوسہ دینا اور انکی دہلیز و چوکھٹ کو چومنا جائز ہے علاء الدین کی قبر
کو بوسہ دینا بھی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری مطبوعہ احمدی جلد پنجم صفحہ ۳۳۳ میں ہے۔ لا باس بتقبیل قبر و الدیہ کذا فی القنیہ
ای والدین کی قبر کو بوسہ دینا مضائقہ نہیں ہے جس طرح کہ قبر کے روبرو زمین پر رخسار و نکو رکھنا یعنے زمین بوسی مضائقہ نہیں ہے
جیسا کہ فصل الخطاب مولفہ مولانا سید شاہ عبد اللطیف صاحب ویلوری صفحہ ۸۵ میں ہے و صاحب شمائل القیار یہ روایت جامع
الصغیر نجانی سیگوید۔ لا باس بوضع الخدین بین یدی المشائخ انتہی۔ و قال صاحب النہایہ سمان الامام الرباطی انتہی تجاز التقبیل اعتاب
الاولیا علی قصد التبرک من غیر کراہۃ انتہی۔ و قال صاحب مصباح الانام و قمکان السبکی مسہ سعلمہ و جلالۃ قدرہ یسع خدہ فی دار
الحدیث لعل ان یمس فمہ موضع قدم الامام النووی حتی قال علی ان اس موضعا منہ کانا مسہ قدم النووی۔ کیا صاحب نہایہ
نے کہ امام علی نے اولیا کی چوکھٹ و دہلیز چومنا۔ بلا کراہت جائز ہونے کا فتوی دیا ہے بقصد تبرک۔ مشائخ بزرگان دین کے
سامنے زمین پر رخسار رکھدینا مضائقہ نہیں ہے صاحب مصباح الانام نے کہا کہ علامہ تقی الدین سبکی باوجود وسیع العلم و جلیل القدر ہونے
کے اپنے اوستاد امام نووی کے دار الحدیث میں زمین پر رخسار رکھتے تھے اس خیال سے کہ شاید امام نووی کا قدم جس زمین پر پڑا ہے
رخسارہ اسکو مس کرے اور شریف ہو۔ دلیل ہشتم حاکم نے مستدرک میں شرط شیخین پر روایت کیا ہے کہ ابو ایوب انصاری نے جنگ
معاویہ میں انکے فرزند یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ پر جنگ کیا وہاں شہید ہوئے تو مسلمان نے انکو شہر بناہ کے نیچے دفن کیا اہل روم وقت طلب
سالی انکی قبر کی برکت توسل سے استسقا یعنے پانی مانگتے ہیں اور قبر کی زیارت کرتے ہیں۔ دلیل نوزدہم ابن قیم نے اپنی کتاب الملک الکبیر
اور کتاب البدعۃ والسنۃ میں ان دو آدمیوں کا ذکر کیا ہے جنہیں سے بعض روافض نے ایک کی زبان کو کاٹا تھا اور دوسرے شخص کی
آنکھیں پھوڑ دیا تھا یہ ہر دو قبر شریف نبوی پر حاضر ہو کر استغاثہ کیا کہ خدا نے انکی گم شدہ زبان و آنکھ انکو عطا فرما کر سرخرو کیا۔
دلیل بستم ابن جوزی نے اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ میں ابو ایوب یعنے کسی قریشی کا ذکر کیا ہے کہ اسکے متعلقین سے ایک
عورت عبادت میں زیادہ کوشش کرتی تھی دائمۃ الصیام طویلۃ القیام تھی اس کے پاس ایک روز شیطان ملعون آکر کہا کہ تک
اس جسد و روح کو عذاب دیتی رہیگی اگر صیام و قیام کم کردیگی تو تجھکو دوانا عبادت پر قوت رہیگی اس عورت نے کہا کہ اس ملعون
نے مجھپر وسواس کا اثر کیا کہ صیام و قیام کم کردینے پر آمادہ ہوئی تھی پھر مسجد نبوی میں داخل ہو کر قبر شریف سے توسل کر کے ذکر الٰہی و مدح
رسالت پناہی میں مشغول رہی مغرب و عشا کے درمیانی وقت تھا استغفار کیکے اس وسوسہ شیطانی کو دفع کرنیکی خدا سے دعا
مانگی قبر شریف نبوی سے ایک آواز سنی فرمان ہوا کہ۔ ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا۔ عابدہ عورت نے تیکو نوا من اصحاب
السعیر میرا دل اس وسوسہ سے پاک ہوا اس شب کے بعد سے پھر کبھی اس قسم کا وسوسہ نہوا انتہی۔ قبر شریف سے استغاثہ کرنا سلف
صالحین میں ایک امر معلوم و معمول تھا اس استغاثہ کی برکت سے اسکا وسوسہ دفع ہوا قبر شریف سے آواز اتباع شیطانی سے اجتناب
کی سنائی گئی تو یہ دلیل بست و یکم ابن جوزی کی کتاب صفۃ الصفوۃ میں (اسکی سند سے جو احمد بن حنبل تک منتہی ہوتی ہے) مذکور ہے کہ احمد
بشر بن حارث حافی کو خواب میں دیکھا بشر حافی اکابر تابعین سے ہیں امام احمد بن حنبل سے ورع کا سوال کرتا تو کہتے تھے کہ ورع
کی کیفیت تو بشر بن حارث سے پوچھو جو محبت بست پر چیز میں تو بغداد کا غلہ کہتا ہوں امام المحدثین علی بن مدینی بشر حافی کے خانہ میں

نہ اکرتے تھے کہ یہ بشر حافی شرف الدنیا والآخرۃ ہے غرضیکہ احمد بن فتح نے بشر حافی سے معروف کرخی کا حال دریافت کیا تو بشر حافی نے کہا ہیہات ہم میں اور معروف کرخی میں بہت حجاب حائل ہیں معروف کرخی نے شوق جنت وخوف دوزخ سے خدا کی عبادت نہیں کی بلکہ محض مشتاق الٰہی ہو کر عبادت کی تھی تو خدا نے انکا مرتبہ ارفع واعلیٰ کر دیا جس کسیکو خدا کیطرف کچھ حاجت ہو تو معروف کرخی کی قبر کے پاس آکر دعا کرے تو اسکی دعا مقبول و مستجاب ہوگی۔ حافظ ابن جوزی نے کہا کہ معروف کرخی کی قبر بغداد میں معروف ہے اس قبر سے برکت لیجاتی ہے اور ابراہیم حربی صاحب امام احمد بن حنبل کہتے تھے کہ قبر معروف تریاق مجرب ہے اسی رسالہ قشیریہ میں ایسا ہی ہے حافظ ابن جوزی کا سند صحیح ونقل صریح سے اپنی کتاب میں لکھنا خود کافی ہے کیونکہ صحیح حدیث کے ضعیف موضوع کہنے میں ابن جوزی کا تشدد محدثین کے پاس مشہور ہے موضوع وضعیف حدیثوں کا تو کیا ذکر ہے۔ دلیل بست و دوم ابن جوزی نے صید الخاطر میں کہا کہ ابتدائی سلوک میں دوام صوم صلاۃ کا مجھکو الہام کیا گیا خلوت پسندیدہ تھی قلب کو پاکیزہ ہاتھ چشم بصیرت قوی الحدۃ تھی ایک لحظہ بغیر طاعت ضائع ہونے پر تاسف ہوتا تھا طاعات کو حاصل کرنے میں عبادت مرغوب تھی ذوق وحلاوۃ وانس مناجات وعبادت حاصل تھا یہانتک کہ بعض مراد وحکام میرے کلام کو پسند کرنے لگے انکی تحسین کیطرف میری طبیعت مائل ہوئی تو وہ سابق کا ذوق وحلاوت مفقود ہوا پھر وہ دستور میرے مجھکو اپنے طرف مائل کیا تو مجھ شبہات اسکے کھانے پینے اور اسکے میل جول سے بیمار ہا میری حالت کچھ صلاحیت کے قریب ہی تھی پھر تبادل کا دور آیا تو میری حاجات میں بہت کشادگی کرنے لگا تو جو کچھ ذوق وانس عبادت تھا سب معدوم ہوگیا امراء کی مخالطت موجب تاریکی قلب ہوئی لوزبالکل معدوم ہوا میری طالع مشئومہ فیلا بر مجھکو یہ لیا آتا میرے اہل مجلس تو میرے پاس سے تائب وصالح ہو کر جاتے ہیں میں خود اپنے مرض قلب کے علاج سے عاجز ہوں فلجأت الی قبور الصالحین وتوسلت فی صلاحی فاجدنی لطف مولای الی الخلوۃ علی اکراہۃ منی ودرد قلبی علی بعد نفورہ عنی ودوائی عیب بانکسار اثرہ فافقت من مرض غفلتی الی آخر کلامہ انتہی۔ میں قبور صالحین کیطرف التجا کیا اور میری صلاحیت میں انسے توسل کیا تو میرے مولیٰ کے لطف وکرم نے خلوت کیطرف مجھکو کھینچا باوجودیکہ خلوت سے مجھکو کراہت وناخوشی تھی اور میرے قلب کو مجھ سے بھاگ جانیکے بعد مجھپر واپس کر دیا اور جن امور کو میں پسند کرتا تھا انکا عیب مجھکو دکھلایا پس مجھنے اپنے مرض غفلت سے افاقہ پایا آخر الکلام ابن جوزی۔ ابن تیمیہ وغیرہ مشائخ اسلام کا شیخ ومحافظ اسلام آیۃ من آیات اللہ ہے صید الخاطر میں کہا ہے کہ تاب علی بدی الجوانی الفائس واسلم من البھود والنصاری الجوانی لغنی میرے ہاتھ پر وہ ایک شخص تائب اور دو سو یہودی ونصاری مسلمان میرے اسکی مجلس وعظ میں دس ہزار سے زائد لوگ حاضر ہوتے اور روتے کپڑے پھاڑتے تھے۔ ابن تیمیہ وابن قیم وابن رجب وغیرہم ابن جوزی کی کتابوں سے اخذ ونقل کرنیوالے اور اسکے اقوال وافعال پر اعتماد کرنے والے تھے پس جب ایسا شخص فلجأت الی قبور الصالحین وتوسلت فی صلاحی۔ کہا ہو تو اہل قبور سے فلانے توسل واستمداد بیشک جائز ہے اگر ممنوع ہوتا تو ایسا کامل شخص کسطرح مجبور ہتا اور اس سے ادنیٰ درجہ کے ناقص لوگ واقف۔ دلیل بست و سوم شیخ تقی الدین نے اپنی کتاب الکلم الطیب میں اور ابن قیم نے اپنی کتاب الکلم الطیب میں اور ابن ابی حمزہ نے شرح مختصر البخاری میں ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ان الانسان اذا فقدت رحلہ غلیتہ او یا فخان الجدید یہب عنہ انتہی جب انسان کا پاؤں سست وبیس ہو جاتا تو یا محمد کہکر پیسے سستی وبیسی دفع ہوگی اگر یہ بدشرک ہوتا تو صحابہ شرک کی تعلیم نکرتے۔ دلیل بست و چہارم ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں تاریخ ابن جریر طبری سے مختصر آذکر کیا ہے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ میں یا محمداہ پکارنا صحابہ کا شعار تھا اسکو واقدی نے فتوح الشام میں ذکر کیا ہے۔ دلیل بست و پنجم ابن جوزی نے اپنی کتاب عیون الحکایات میں اپنی سند سے ذکر کیا ہے

جو بعض تابعین تک پہنچی ہے کھا کر بکتے کھا فرشید کرکے کفر کی طرف دغلانا تو وہ کفر سے انکار کرنے کفار نے دیگ میں تیل جوش دیکر اسمیں انکو ڈالا تو انہوں نے بانجد پکارا۔ اسکے سیوطی نے شیخ الصدور میں ذکر کیا ہے۔ دلیل بست وششم صحیحین یا صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسکی حدیث میں ہے۔ فقالت ہذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت فہذہ کانت عند عائشۃ رضی اللہ عنہا فلما قبضت قبضتہا انا رضی اللہ عنہا کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب وہ فوت ہوئی تو اس نے اس جبہ کو لیا ہم بیماروں کیلئے اس جبہ کو دھوکر اس سے شفا طلب کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبہ شریف سے شفا طلب کرنا صحابہ میں معلوم و معمولی تھا حالانکہ وہ جبہ جہاد سے اس سے شفا طلب کرنیکا مقصود یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا ملبوس شریف تھا پس کیا حرج ہے آپکے جبہ سے شفا طلب کرنیکے اور آپ کی ذات پاک کی برکت و طفیل سے جبہ قابل تبرک ہوا) شفا طلب کرنیکے دلیل بست ہشتم حمیدی کی جمع الصحیحین میں عبداللہ بن موہب سے مروی ہے کہا کہ مجھکو میرے لوگ نے ام سلمہ کے پاس پانی کا پیالہ دیکر بھیجا ام المومنین بی بی ام سلمہ نے چاندی کی ڈبیہ لائیں جسمیں آنحضرت علیہ السلام کے موئے مبارک تھے جب کسی آدمی کو نظر یا لگتی یا اور کوئی تکلیف ہوتی تو بی بی ام سلمہ کے پاس پانی کا برتن بھیجدیا جاتا اسمیں موئے مبارک کو غوطہ دیکر وہ پانی دیا جاتا تھا میں نے ڈبیہ جا کر دیکھا تو چند سرخ موئے مبارک تھے۔ دلیل بست و نہم حمیدی کی جمع الصحیحین میں ابو حازم سے مروی ہے کہا ہمارے لئے سہل نے وہ پیالہ نکالا جسمیں آنحضرت علیہ السلام پانی پیتے تھے ہم نے تبرکاً اس پیالہ میں پانی پیا اسکے بعد عمر بن عبدالعزیز نے اس پیالہ کو ابتغاء تبرک ہبہ طلب کیا تو اسنے ہبہ کر دیا دلیل سی ام حمیدی کی جمع بین الصحیحین میں سہل بن سعد سے مروی ہے اس چادر مبارک کے بارہ میں جسکو آنحضرت علیہ السلام نے پہنا تھا اس نے آنحضرت علیہ السلام سے ہبۃً مانگا تو اس چادر کے مانگنے پر صحابہ نے اسکو ملامت و سرزنش کی تو جواب دیا کہ میں اسکو تبرکاً اپنا کفن بنانے کیلئے مانگا ہے دلیل سی و یکم صحیح بخاری و مسلم میں ام سلیم سے مروی ہے کہ اس نے ایک صندوقچہ کھولا اور آنحضرت علیہ السلام کے پسینہ مبارک کو ہاتھ سے سمیٹ کر شیشو میں ڈالتی تھی آنحضرت علیہ السلام نے بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ام سلیم تو یہ کیا کرتی ہے ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ ہمارے بچوں کے لئے اس سے برکت کی امید کرتے ہیں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اصبت تو نے کار صواب کیا اس لفظ کیساتھ مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ دلیل سی و دوم صحیح مسلم باب الخلق میں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے حلاق سے کہا کہ مونڈھ اس نے مونڈا تو ابو طلحہ کو دیکر فرمایا کہ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دے یعنی موئے مبارک کو دلیل سی و سوم بخاری وغیرہ میں قصہ حدیبیہ میں ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا کہ انکو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا انہوں نے صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعظیم کرتے دیکھا تو کہا اے قوم میں نجاشی اور قیصر و کسریٰ کے پاس قاصد بنکر آیا ہوں لیکن کسی بادشاہ کو ایسے لوگ ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہ دیکھا جیسے اصحاب محمد محمد کی تعظیم کرتے ہیں جب آنحضرت وضو فرماتے ہیں تو جسم مبارک پر گرے ہوئے پانی کو لینے میں لوگ ایسے جھپٹتے ہیں کہ لڑنے کے قریب ہوتے ہیں جب آپ تھوکتے ہیں یا ناک جھڑکتے ہیں تو صحابہ اپنے ہاتھوں میں لیکر اپنے منہ اور جسم کو ملتے ہیں ایک موئے مبارک کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے جلدی سے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔ دلیل سی و چہارم صحیح مسلم میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح ادا فرماتے تو اہل مدینہ برتنوں میں پانی لیکر حاضر

ہوتے آنحضرت علیہ السلام سر برتن میں اپنا دست مبارک ڈالتے تھے ابن جوزی متکفل الحدیث میں کہا کہ اہل مدینہ آنحضرت کی برکت طلب کرنے کیلئے پانی کے برتن لایا کرتے تھے اسطرح اگر اعوام علما سے تبرک حاصل کرنا جائز ہیں تو علما بھی اپنی برکت سے عوام کو محروم و بدگمان نکریں دلیل سنی و پنجم بخاری نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہا کہ عبیدہ کو کہا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں جو انس یا انس کے لوگ کیطرف سے نکلے ہیں عبیدہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک میرے پاس تمام دنیا اور تمام دنیا کی چیزوں سے زیادہ پیارا و محبوب ہے۔ دلیل سنی ششم بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم انس رض نے وصیت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک انس کیساتھ دفن کئے جائیں کہ ان سے انس کو برکت حاصل ہو غور کرنا چاہئے کہ آثار شریفہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کیطرح تبرک حاصل کرتے تھے دلیل سنی ہفتم صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گذرے جو دونوں عذاب تھے شاخ خرما منگوا کر دو ٹکڑے کر کے ہر ایک قبر میں نصف نصف ڈالی لگادی پھر فرمایا کہ امید ہے کہ انکے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب تک یہ ڈالیاں خشک نہ ہوں انتہی پس اگر بعض جمادات کا بطریق توسل الی اللہ کچھ بھی فائدہ نہ ہوتا تو آنحضرت علیہ السلام دعا پر اکتفا فرماتے تھے ڈالیاں لگا کر تائید نہ فرماتے تھے علما نے اس حدیث سے قبر پر شاخ تر لگانیکا طریقہ مقرر کیا اور تخفیف عذاب کی امید رکھتے ہیں پس یہ بھی توسل ہے۔ دلیل سنی ہشتم صحیحین وغیرہ میں جریج عابد کے قصہ میں ہے کہ جریج عابد کے تہمت زنا سے بری ہونے کی طفل شیر خوار نے شہادت دی تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ فاقبلوا علیہ یقبلونہ ویتمسحون بہ وقالوا نبنی صومعتک من ذہب قال لا اعیدوھا کما کانت (جریج کو سب لوگ چومنے اور بوسہ دینے لگے اور کہا تیرا عبادت خانہ جو توڑ دیا گیا ہم سونے کا صومعہ بنا دینگے جریج نے کہا کہ سونے کا ضرور نہیں جیسا پہلے تھا ویسا بنا دو۔ دلیل سنی دہم بخاری کے بعض نسخوں میں ابن عباس سے زبیر بن بکار کی روایت میں ہے کہ عمر بن خطاب نے استسقا میں حضرت عباس کی پیری و سفید موئی سے توسل کیا ہے عباس بن عتبہ بن ابی لہب نے اس بارے میں ایک شعر کہا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الحجاز وآلہ عتبہ یستقی بشیبۃ عمر۔ زمانہ خشک سالی میں حضرت عباس کیطرف رعیتہ توجہ کرتی کہ عرصہ گذرا نہ تھا کہ بارش ہوئی۔ دلیل چہل بخاری میں عمر یا ابن عمر سے مروی ہے کہ بارش بند ہونے وقت آنحضرت علیہ السلام سے پانی کیلئے دعا کرائی جاتی تو آنحضرت علیہ السلام منبر پر دعا استسقا فرماتے ہیں اکثر وقت علما کا قول ہے وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی (عصمۃ للارامل) ذکر کرتا ابو طالب کے شعر کیطرف اشارہ ہے کہ قریش آنحضرت کی ذات بابرکات کے توسل سے پانی مانگا کرتے تھے استسقا آنحضرت علیہ السلام شیر خوار تھے پس ابو طالب نے آنحضرت علیہ السلام کی شان میں یہ شعر کہا جیسا کہ اہل سیر نے کہا ہے۔ دلیل چہل و یکم مسند احمد میں ام سلیم سے مروی ہے کہ انکی چچا گل کو آنحضرت علیہ السلام اپنا منہ لگا کر پانی پیتے سے ام سلیم نے چچا گل کا منہ کاٹکر تبرکاً اپنے پاس رکھا دلیل چہل و دوم مستدرک میں حاکم نے سعد بن وقاص سے روایت کیا ہے کہ اسنے ایک جبہ کہنہ منگوا کر کہا کہ مجھکو اس میں کفنا دو کیونکہ جنگ بدر میں یہ جبہ پہنکر مشرکین سے لڑا تھا اور آج کیلئے اسکو چھپا رکھا تھا جنگ بدر میں مشرکین سے جس لباس میں جنگ کیا گیا تو اسکو بھی صحابہ نے قابل تبرک سمجھا۔ دلیل چہل و سوم امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے کہ محمد یحییٰ بن یمان نے حسن بن

صالح سے حدیث بیان کی اس نے جعفر بن محمدؒ سے روایت کی کہا خبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب غسل دیا گیا تو بلکہ بدن پانی ٹھہرا تھا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہ کا جو سا۔ دلیل چہل و چہارم ابن جوزی نے اپنی سند سے انہی کتاب الوفا میں لباس نبوی کے بیان میں ذکر کیا ہے حدیث میں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے سر مبارک کے میل کا کچھ اثر چادر میں تھا ایک شخص بیمار ہو گیا اس چادر کو دھو کر سر ملا گیا بیمار تندرست ہوا۔ دلیل چہل و پنجم بخاری و مسلم احمد وغیرہ میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب آنحضرت علیہ السلام کا درد شدید ہوا تو میں قرآن پڑھتی تھی پھونکتی تھی آنحضرت علیہ السلام کے دست مبارک سے آپ پر کہ شفا ہی ہو برکت دست مبارک۔

دلیل چہل و ششم مسند امام احمد میں بنی عفار کی ایک عورت سے جس کا نام امینہ بن صلت نے بھی بیان کیا مروی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے خیبر کے مال غنیمت سے ایک بالا پہنا دست مبارک سے اس عورت کی گردن پر بنایا تو اس عورت نے کہا کہ لا افارقنی ابدا مجھ سے برکت نبوی کبھی جدا نہ ہوگی اس عورت نے وصیت کی کہ یہ بالا اس کے ساتھ دفن کیا جائے ابو عذورہ کا قصہ بھی ایسا ہی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے ان کی چٹیا کو چھوا تو انہوں نے کہ ترک کر دیا تو وہ برکت دست مبارک فوت ہو بال اس قدر دراز ہوئے کہ زمین پر گرتے تھے یہاں تک کہ وہ فوت ہوئے دلیل چہل و ہفتم جمع الجمعین و مسند ابی داؤد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے اس پیالے کو بوسہ فرماتے تھے اس سے مراجعت ثابت ہوا کہ پیالا حجر اسود کو چھونے کے سبب سے حجر اسود کی برکت پیالے میں آگئی جو خیال تقبیل نبوی ہوا دلیل چہل و ہشتم اہل سیر وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ ابو سفیان کی زوجہ ہندہ نے حضرت حمزہ کا کلیجہ کاٹ کر چبایا کہ اسکے پیٹ میں جہنم میں نہ جائے آنحضرت علیہ السلام کو خبر آنحضرت علیہ السلام کو پہنچی تو فرمایا کہ اگر وہ کہیں ادا سکے پیٹ میں ٹھہرتا تو کبھی جہنم میں داخل نہ ہوتی کیونکہ حمزہ خدا کے پاس اس سے زیادہ بزرگ ہیں کہ انکا جزء جسم جہنم میں داخل ہو دلیل چہل و نہم ثابت ہوا کہ بعض صحابہ نے آنحضرت علیہ السلام کا پیشاب اور بعض نے خون پیا ہے جب آنحضرت علیہ السلام کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ ان جسمہ لا یلج النار پینے والے کا جسم کبھی جہنم میں داخل نہ ہوگا خطابی و غیرہ نے فضلہ نبوی پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ منکرین کو غور کرنا چاہیے کہ صحابہ نے فضلہ نبوی سے توسل کیا اور اس فضلہ کے توسل سے عدم دخول جہنم کی بشارت حاصل ہوئی اور یہ تمام تر آنحضرت علیہ السلام کی ذات پاک سے توسل کو جائز کہتے ہیں نعوذ باللہ منہ دلیل پنجاہم متفق علیہ ہے کہ استسقا کیوقت چرواہوں اونٹوں کو مقام استسقا میں نہ لیجائیں یہ بہائم و اطفال دواسپ عقل میں دعا استسقا نہیں کر سکتے لیکن بارش نہ ہونے سے انکو بھی فاقہ و بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے اس تکلیف میں دعا استسقا کرنیوالوں کے ساتھ ان بے زبان جانوروں اور بے عقل اطفال کا رونا بھی رحمت الٰہی کو جوش میں لانیکا سبب ہے یہی سبب کا نام توسل ہے (از صلح الاخوان ۱۲) توسل و تبرک کے اثبات میں (۱۵) آیات قرآنیہ اور (۵۰) اخبار و آثار سے استدلال کیا گیا ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سے آیات و احادیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے مگر طوالت کتاب اسپر اکتفا مناسب معلوم ہوا اب اصحابہ و تابعین سے جو آثار وارد ہیں مختصراً تحریر کئے جاوینگے۔

دلیل اول ابن قدامہ حنبلی تلمیذ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الصارم المنکی فی الرد علی السبکی میں اپنے شیخ ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہا کہ ابو بکر المروزی نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل کو کہا کہ قبر شریف نبوی کو مس و مسح کرنا جائز ہے اسنے کہا کہ میں اسمیں کوئی روایت نہیں پہچانتا ہوں میں نے کہا کہ منبر کو مسح کرنیکی کوئی روایت ہے کہا کہ ہاں منبر کے بارہ میں ابن ابی ذئب سے

ابن ابی ذئب سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر نے منبر کو مس کیا۔ پس جبکہ منبر پر بقصد تبرک مس کرنا ثابت ہے تو قبر جس ذات پاک سے شرف حاصل ہوا وہ اس ذات پاک سے توسل کیطرح ممنوع ہوگا۔ دلیل دوم علامہ مقری مالکی نے فتح المتعال بصفۃ النعال میں ولی الدین عراقی سے نقل کرکے کہا کہ حافظ ابو سعید بن العلائی نے کہا کہ میں نے کلام احمد بن حنبل میں جزء قدیم میں۔ (جس پر ابن عامر بقر و حافظ کا خط ہے) دیکھا کہ قبر نبوی و منبر نبوی کو بوسہ دینے کا امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا تو جواب فرمایا کہ (لا باس بذلک) کچھ مضائقہ نہیں ہے ہم نے ابن تیمیہ کو یہ جواب دکھلایا تو تعجب کرنے لگے اور کہا کہ میں احمد بن حنبل سے تعجب کرتا ہوں میرے پاس انتہائی امر تعجب ہے یہ انکا کلام ہے کونسی عجب بات ہے کہ جسکو امام احمد بن حنبل کی طرف پہونچایا ہے کہ وہ امام شافعی کا پیرو ہوکر پیرو ہو یا مجتہد ہو اپنی نوشتہ کے امام احمد بن حنبل جب اہل علم کی ایسی تعظیم کرتے تھے تو انبیاء و صحابہ کے آثار کی تعظیم کا کیا حال ہوگا۔ مجنوں عامری نے کیا ہی اچھا کہا ؎ امر الدیار دیار لیلیٰ اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا نہ وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا۔ دلیل سوم بخاری وغیرہ میں ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور کہا کہ بابی انت و امی طبت حیا و میتا۔ ابن جوزی نے کتاب الوفا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے مثل بیان کیا ہے اس سے میت کو بوسہ دینا اور مناجات و خطاب کرنا ثابت ہوا اگر ممنوع ہوتا تو ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما یہ کام نہ کرتے۔ دلیل چہارم ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ جب ابو عبداللہ امام احمد بن حنبل قید میں تھے تو مغل ہر سال کے بعض اولاد نے تین سو مبارک عطا کئے (امام احمد نے موت کے وقت یہ وصیت کی ہمارے کفن میں ایک سو مبارک اور زبان پر ایک سو مبارک رکھا جائے حسب وصیت عمل کیا گیا انتہی) دیکھئے امام احمد بن حنبل نے سو مبارک سے تو شہر تبرک کیا اور مکروہ جانا پس بلکہ وہ آنحضرت علیہ السلام کے سو مبارک ہونے کا یقین ہی نہیں صرف نسبت اور شہرت پر اسقدر تعظیم اور اقبال ہم غلامان امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ان اکابر دین کی پیروی میں ضرور ہے بزرگوں کے آثار شریفہ کی صحت سند کی تحقیق ضروری نہیں صرف نسبت شہرت کافی ہے دلیل پنجم سفری شارح بعض صحاح ستہ حدیث بخاری نے ذکر کیا ہے کہ عز الدین بن جماعۃ نے اپنی کتاب النفس الناضرۃ میں علی بن میمون سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے (انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجیئ الی قبرہ فی کل یوم یعنی زائرا فاذا عرضت حاجۃ صلیت رکعتین وجئت وسئلت اللہ تعالی الحاجۃ عندہ فما تبعد فی حتی تقضی انتہی) (صلح الاخوان) کہ میں ابو حنیفہ سے تبرک حاصل کرتا ہوں انکی قبر شریف پر ہر روز زیارت کیلئے آتا ہوں جب کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور قبر شریف ابو حنیفہ کے پاس آکر اللہ تعالی سے حاجت طلب کرتا ہوں آپہنچتے جلد میری حاجت روائی ہوتی ہے انتہی۔ اس روایت سے سفر زیارت و تبرک ثابت ہوا اور لا تشد الرحال کا مفہوم سفر زیارت سے مانع نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کی قبر شریف کو امام شافعی رضی اللہ عنہ کا وسیلہ بنانا اور وسیلہ بنانے سے انکی حاجت روائی و حصول مرادی ثابت ہوا جب ایسے اکابر امامان دین نے قبر سے خود توسل کیا اور جائز کہا تو منکرین کو بجز حرمان کچھ نصیب نہیں

انبیاء اولیاء سے توسل و شفاعت طلبی و استمداد کے جواز پر فقہاء کے اقوال

ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں جنہی کے قصہ میں (جنہوں نے بعد وفات نبی علیہ السلام سے شفاعت طلب کی) کہ کہ بعض اصحاب شافعی رحمہ اللہ نے اس حکایت کی نقل بیان کرتے ہوئے اپنے مناسک میں ذکر کیا ہے مقصود یہ کہ ابن تیمیہ نے اقرار کیا ہے

کہ شافعی و حنبلی مذہب کے بعض فقہا نے اسکو مستحسن کہا اور عتبی کے اشعار ذیل سے آنحضرت علیہ السلام کو مخاطب کرکے شفاعت طلب کرنیکو مستحب کہا ہے یا خیر من دفنت فی القاع اعظمہ فطاب من طیبھن القاع والاکم روحی الفداء لقبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کرنا مستحب ثابت ہوا ابن حجر نے الوفا میں باب التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا ہے اور آخر کتاب میں دوسرا باب فوکر کیا ہے کہ باب الاستغاثہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ صالح علامہ فقیہ حنبلی صدری تلمیذ محب الدین ابن تیمیہ نے اپنے قصیدہ میں آنحضرت علیہ السلام کو خطاب کیا ہے سب سے اول کلمہ الملہم مخالف ہوا نت علی کل الحوادث لی ولی لانت الی الرحمن اقوی وسیلۃ الیہ بہائی المحاذات توسلی - اسی میں ہے - اقول انہ جست اعلام طیبۃ وذلک ترہا اللہ یکرہ عظمہ وقبل - علامہ ابو عبد اللہ بن نعمان مالکی نے کتاب معراج الظلام فی المستغیثین بخیر الانام تالیف کی ہے کہا ہے کہ کل امور استغاثہ و توسل و تشفع و توجہ ہر حال میں آنحضرت علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اور بعد پیدائش حالت حیات میں اور وفات مدت برزخ میں اور عرصات قیامت میں واقع ثابت ہے وہ ایک نفیس کتاب ہے قریب بیس جزو کے ہے اور ابن دایہ مالکی شافعی نے اپنی کتاب البیان والاخبار میں علماء صلحا کے بہت واقعات لکھے ہیں کہ جب ان پر شدائد و مصائب واقع ہوئے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کیا تو انکی مصیبتیں دور ہوگئیں - علماء حنفیہ میں سے ملا علی قاری نے اپنی کتاب شرح شمائل و غیرہ کی بحث زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے دو یار جان نثار حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام عرض کرکے اپنے پہلے مقام پر واپس آئے - و یتوسل بہ فی حق نفسہ و یستشفع بہ الی ربہ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے توسل کرے اور آپکو اپنے رب کیطرف اپنا شفیع بنائے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرے جیسے مذہب کے اہل مناسک نے شفاعت طلبی کیلئے ان الفاظ کو احسن سمجھا ہے جو اس سے پہلے دلیل ششم میں مذکور ہیں ملا علی قاری نے کہا کہ دائر بود صلوٰۃ و سلام کے کثرت سے استغفار کرے اور آنحضرت علیہ السلام سے استدعا کرے کہ اسکی مغفرت کیلئے خدا سے دعا فرمائیں اسطرح کہے - نحن وفدک یا رسول اللہ زوارک یا حبیب اللہ جئنا نقصد جنابک و التبرک بزیارتک والاستشفاع بک یا اشفع المذنبین واستغفر للخاطئین فلیس لنا شفیع غیرک ولا وارجا غیرک یا کاشف الضر فاستغفر لنا واشفع لنا الی ربک یا اشفع المذنبین واستغفر لخاطئین عبادہ الصالحین انتہی (صلح الاخوان) پس چاروں مذاہب کے فقہا کے پاس یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ الفاظ سے ندا کے توسل استغاثہ و شفاعت طلبی جائز ہے - اسطرح یا شیخ عبد القادر یا شیئاً للہ یا مغیث اندا کے توسل مفصل ہے یا شیخ عبد القادر عطنی شیئاً (ای) لاجل اللہ (کرامۃ للہ) اے شیخ عبد القادر اللہ کیواسطے اللہ کی عظمت و کبریائی کے اعتبار سے مجھکو کچھ چیز عطا فرما یہ ایسا ہے جیسا کہ سائل مانگتے کیوقت کہدیتا ہے کہ کچھ دیدو کیا اسطرح سے اللہ کے نام پر کچھ بھی چیز مانگنے والا کافر و مشرک ہوگا ہرگز نہیں کفر و شرک کا کوئی سبب اسمیں موجود نہیں بلکہ کفر و شرک ہے اسلئے کہ منادی طلب امداد کے وقت شیخ کو قادر مطلق کرنا بلکہ عبد القادر کہنا جس سے واضح ہوا کہ منادی اپنے منادی کو خدائے قادر نہیں سمجھتا بلکہ بندہ قادر جانتا ہے نیز یہ امر شیئاً للہ کہنے سے بھی رد شرک کی مزید تائید ہوتی ہے اسطرح پر کہ منادی نے اپنے منادی کو عبد کہکر اللہ کی عظمت و جلالت کے سامنے اسکی کہتا ہے کہ اے عبد اللہ کیواسطے کچھ دیدو پس کسیطرح کفر و شرک کا موجب اسمیں نہیں ہے - ایک اور دوسری توجیہ شیئاً للہ کے جواز کی یہ ہے کہ شیئاً کو موصوف اور للہ کو اسکی صفت مقدر : اور للہ کو متعلق بھی کہا ہے شیئاً موصوف اور للہ کا اسکا صفت عطنی کا مفعول دوم ہوا مطلب یہ ہوا کہ اے شیخ عبد القادر اللہ کی ملک میں سے کچھ عطا فرمائیے پس اس اعتبار سے بھی شیئاً للہ کہنا جائز ہے کفر قرار دینا تو عقائد اہل سنت و جماعت بلکہ صحیح مسلمین کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان صحیح الاعتقاد کو اسلام سے خارج کرنا

والا کفر شرک اکبر اس سے وجود میں ہی نہیں آیا تو بہر وہ مومن مسلم کسی طرح کافر و مشرک نہیں ہو سکتا رہا اسکا صرف ضیاء اللہ کہنا سرگز موجب کفر و شرک نہیں ہے کیونکہ اسکا بھی مفہوم ہے کہ اللہ کیواسطے کچھ دے لینے اللہ کی عظمت و جلال کے اعتبار سے کچھ دیدے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ کیواسطے کچھ دے لینے سے اللہ کا محتاج ہے جسمیں لازم آتا ہے کہ اللہ کو جو غنی ہے ضیاء اللہ کہنے سے اللہ کو فقیر و محتاج گرداننا لازم ہوگا اسلیے ضیاء اللہ کہنا کفر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی اہل اسلام بلکہ کافر بھی اللہ تعالیٰ کو محتاج نہیں سمجھتا جو ضیاء اللہ باعث کفر ہو پس ضیاء اللہ کہنے والا مسلمان اللہ کو محتاج نہ سمجھے بلکہ مذکورہ سابقہ دو توجیہ کے اعتبار سے اکرام اللہ و ضیاء اللہ کہنے والا بھی شخص اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا علاوہ دلائل مذکورہ اثبات ندا لغیر اللہ کے مزید اثبات یہ ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی ندائے توسل کیا ہے ؎ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ۔۔۔ سواک عند حلول الحادث العمم و انا طامع بالجود منک و لم ۔۔۔ تکن حنیفۃ فی الانام سوائی اور حضرت محبوب سبحانی معشوق ربانی مسکل انور الہی غوث صمدانی سیدی و سندی و مجدی و مرشدی و مولائی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ؎ یا حبیب الا آلہ ۔۔۔ خذ بیدی و ما لعثرتی سواک تستدی ۔ اور علامہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری رحمہ اللہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے ؎ یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ ۔۔۔ سواک عند حلول الحادث العمم ۔ مولانا عارف ثانی نور الدین عبد الرحمان جامی قدس سرہ السامی نے یوسف و زلیخا میں فرمایا ہے ؎ ز رحمتی بر آمد جان عالم ۔۔۔ شفیع المذنبین یا نبی اللہ ۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے طیب الشذی فی مدح سید العرب والعجم کے فصل ششم قصیدہ ہمزیہ میں آنحضرت علیہ السلام سے ندا و مخاطبہ کیا ہے ؎ و آخر الماد حہ اذ ما ۔۔۔ ادعو بعجز عن کنہ الثنا یا ۔۔۔ و مناد عا بخضوع قلب ۔۔۔ ابتہال و التجاء یا ۔۔۔ رسول اللہ یا خیر الوری یا ۔۔۔ لو الک ابتغی یوم القضاء یا ۔۔۔ اذ اما حل خطب ۔۔۔ ملم فانت الحصن من کل البلاء الیک ۔۔۔ توجہی و بک استنادی یا ۔۔۔ و فیک صطامعی و بک استغاثی ۔۔۔ و فاد علمائے حقانیہ قادریہ بعد اذاں دوگانہ صلاۃ الحاجۃ کے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ سے ندائے توسل کرتے ہیں اور ختم قادریہ پڑھتے ہیں مولانا ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ نے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں ختم قادریہ لکھا ہے جسمیں حصول مہمات کیلئے شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی اکیسویں بار پڑھنا لکھا ہے اور مولوی نعیم الدین محمدی نے معمولات مظہریہ میں لکھا ہے کہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ و محی الدین محمدی و قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے پیر طریق اعوذ بکلمات اللہ التامات کلہا من شر ما خلق بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض و لا فی السماء و ہو السمیع العلیم و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین یا حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنک صاحب ایں حمزہ زاد رضن تو سپردیم الخ و فضل الخطاب فی الفرق بین الخطاء و الصواب مولفہ سید شاہ فخر الدین قادری دہلوی ص۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی مخاطب بہ وقار فوز جنگ مترجم صحاح ستہ سنن الدعا سبیہ نے ہدیۃ المہدی جلد اول کے ص۔ میں لکھا ہے فصل الدعاء غیر عبادۃ الصلاۃ فلا یکون من غیر اللہ ۔ و ہی المراد فی الآیات التی ورد فیہا لفظ الدعاء الا الدعاء اللغوی یعنی النداء فجوز لغیر اللہ تعالیٰ استقلالا ان کان حیا او میتا و شبہ فی حدیث الاعمی یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حدیث آخر یا عباد اللہ اعینونی و قال ابن عمر حین نزل قصہ و الجواد علماء ما ملک الروم انشہد انی بالنصرانیۃ قالوا یا محمد ابن بالجوزی اصحابنا ۔ و قال اویس القرنی لبعد وفات عمر رضی اللہ عنہ یا عمر اہ یا عمر اہ رواہ ہرمز من عبان ۔ و قال السیدی بعض تو الیفہ ۔ قبلہ دین مدرسے کعبہ ایمان مدرسے ہمارے ہم مدرسے کاشی شوکان مدرسے ۔ اس شعر میں مولانا بوجہال ابن فہم قاضی شوکان کو قبلہ دین و کعبہ ایمان گردان کر دوسرا

طالب ہوا ہے پس (یا محمد بن بے سروسامان مدد دے) اور غوث اعظم بن عاجز و حیران مدد دے) کہنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے
(سماع موتیٰ کے حنفیہ و جملہ فقہاء و محدثین قائل ہیں فقط معتزلہ اور وہابیہ منکر ہیں)

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مذہب حنفی میں زندوں کے کلام کو مردوں کا سننا ثابت نہیں ہے کیونکہ حنفیہ نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں زید سے کلام نکروں گا پس اگر زید مرنیکے بعد اس کی قبر پر جاکر اس سے کلام کریگا تو وہ حانث ہوگا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اگر حنفیہ سماع موتیٰ کے قائل ہوتے تو زید مرنیکے بعد کلام کرنے سے حانث ہونیکا حکم کرتے تھے جواب یہ ہے کہ حنفیہ حانث نہونیکا حکم کرتے سے حنفیہ کو سماع موتیٰ کے منکر سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ حانث نہونیکا حکم کرنا صرف اس بنا پر ہی کلام کرنا جو عرف میں معروف ہے وہ زندوں سے کلام کرنا مراد ہے قسم کھانیوالے نے زید سے کلام کرنے پر قسم کھائی تھی اس سے یہی مراد ہے کہ زید زندہ رہے تک اس سے کلام نکریگا اسی مطابق اس نے زید سے کلام نہیں کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹیگی وہ حانث بھی نہوگا کیونکہ مرنے کے بعد میت سے کلام کرنے کو عرف میں تکلم نہیں کہا جاتا زندوں سے بات کرنے کو ہی کلام کہا جاتا ہے جیساکہ امام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرمایا ہے یمینه لا ینعقد الا علی الحی لان المتعارف هو کلام معه پس حانث نہونیکا حکم کرنے سے حنفیہ کو سماع موتیٰ کے منکر سمجھنا غلط ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حنفیہ نے قبر پر میت کی تلقین کو لغو لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر حنفیہ سماع موتیٰ کے قائل ہوتے تو تلقین میت کو ہرگز لغو نہ کہتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ عدم سماع موتیٰ کیوجہ سے حنفیہ نے تلقین کو لغو نہیں لکھا ہے بلکہ اس لئے کہ تلقین میں توحید و رسالت و سوال و جواب قبر و دزن اعمال و پلصراط و جنت و دوزخ و حشر و نشر وغیرہ امور آخرت و عقائد اسلام کے حق و صادق ہونے پر ایمان لانیکی تعلیم و تاکید کی جاتی ہے ان امور مذکورہ کی تعلیم و تلقین بندگی میں نہایت مفید اور ضروری ہے مرنیکے بعد ان امور کی تلقین لغو ہے کیونکہ اگر وہ اسلام و ایمان پر مرا ہے تو شہادت توحید و رسالت و جملہ عقائد اسلام پر اس کا ایمان و اعتقاد ثابت ہوا پھر اس تلقین کی کچھ حاجت و ضرورت نہ رہی۔ اگر وہ کفر پر مرا ہے تب بھی یہ تلقین لغو ہے کیونکہ مرنیکے بعد ایمان لانیکا کیا موقعہ ہے اور کیا فائدہ ہے اس لئے حنفیہ نے تلقین میت کو ایک لغو فعل لکھا ہے تلقین کو لغو لکھنے سے حنفیہ کو سماع موتیٰ کے منکر سمجھنا بالکل غلط ہے مولانا ملک العلماء بحر العلوم عبد العلی نے ارکان اربعہ میں فرمایا ہے للمیت لا فائدة فی تلقینه اصلا لانه ان مات مسلما فهو ثابت علی الشهادة بالتوحید والرسالة فالتلقین لغو وان مات کافرا فلا یفیده التلقین لانه لا ینفعه الایمان بعد الموت وما قیل ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فهذا باطل پس صاحب غایۃ الاوطا یعنے مترجم درمختار نے حنفیہ کے سماع موتیٰ کے منکر ہونے پر زید سے کلام کرنے پر قسم کھانیوالا بعد موت کے زید کے قبر سے کلام کرنے کی صورت میں حانث نہونے کے مسئلہ حنفیہ سے اور تلقین میت کو حنفیہ لغو کہنے کو جو دلیل و سند گردانا ہے باطل ہے اور انک لا تسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور کو سماع موتیٰ کی نفی پر دلیل گردانا بھی باطل ہے اس لئے کہ ان آیات مذکورہ میں سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ اسماع کی نفی ہے علاوہ اسکے جنگ بدر میں کفار قلیب بدر کو آنحضرت نے ان کے نام سے پکارا تو صحابہ نے عرض کیا جسم بیجان کو آپ پکار رہے ہو کیا وہ سنتے ہیں آنحضرت نے فرمایا ما انتم باسمع منهم تم ان مردہ کفار سے زیادہ نہیں سن سکتے ہو لیکن وہ ایسا جواب نہیں دیتے جس کو تم سن سکو۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفار موتیٰ بھی سنتے ہیں۔ امام ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ کے آخر کتاب الحج میں فرمایا ہے وقالوا فی زیارة القبور مطلقا الاولیٰ ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسه فانه اتعب لبصر المیت علمائے مطلقاً زیارت قبور کے بارہ میں کہا ہے کہ زائر میت کے پاؤں کی طرف سے نہ آوے

کیونکہ اس میں میت کی بصارت کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے زائر کو میت کا دیکھنا ثابت ہوا اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے (بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت میکند بر وجود علم موتیٰ بدنیا واہل آن پس منکر نشود ان را مگر جاہل باخبار ومنکر دین) اس سے معلوم ہوا کہ علم وادراک موتیٰ کا منکر جاہل ومنکر دین ہے۔ اشعۃ اللمعات کے آخر باب الجنائز میں ہے (درین حدیث دلیلے واضح است بر حیات میت وعلم وی وآنچہ واجب است احترام میت نزد زیارت وی خصوصًا صالحان ومراعات ادب بر قدر مراتب ایشان چنانچہ در حیات ایشان) ہدیۃ المہدی جلد اول ص۵۹ میں مولوی وحید الزماں نے لکھا ہے (وانما یبقی للروح تعلق ما باجزاء البدن وان بلیت وتمزقت وتفرقت وصارت ترابًا اورمادًا والدلائل تسمع الموتی فی القبور سلام الزائرین وکلامهم ویعرفون من یسلم علیهم ومن یدعولهم ویستانسون فیما بینهم وناس منهم یصلون ویقراؤن القرآن ویتزاورون ویتلاقون ویتنعمون ویلبسون ویاکلون من ثمار الجنة ویشربون من میاهها ویعلمون باحوال زائریهم ویردون سلامهم ویرون اشخاصهم الا انهم لایقدرون علی ان یسمعوا اصواتهم او یروا اشخاصهم الاحیاء کلما شاؤا وربما یریهم الله بعض الاحیاء ویسمعهم کلامهم وربما لایسمعون ولایعلمون ولایعرفون زائریهم بل یکونون نائمین غافلین فی القبور او مشغولین فی عالم القدس بحیث لایلتفتون الی قبورهم وابدانهم فی الدنیا قال شیخنا ابن القیم اما قوله تعالیٰ انک لاتسمع الموتی وقوله تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور فسیاق الآیة یدل علی ان المراد هنا ان الکافر المیت القلب لاتقدر علی اسماعه اسماعًا ینتفع به کما ان من فی القبور لاتقدر علی ان تسمعهم اسماعًا ینتفعون به ولم یرد سبحانه ان اصحاب القبور لایسمعون شیئًا البتة کیف وقد اخبر النبی انهم یسمعون خفق نعال المشیعین الی اخره قال وبسط الکلام قال السبکی اما الادراکات کالعلم والسماع فلاشک ان ذلک ثابت للشهداء ولسائر الموتی وقال شیخنا ابن القیم وقد شرع النبی لامته اذا سلموا علی اهل القبور ان یسلموا علیهم سلام من یخاطبونه فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین وهذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ذلک لکان هذا الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان المیت یعرف بزیارة الحی له ویستبشر بها وقال شیخنا ابن تیمیة قد یتکلم المیت ویسمع ایضًا من کلامه والاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور وسمع کلامه وانس به ورد سلامه علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وانه لافرق فی ذلک وقد شرع النبی لامته اذا سلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه ممن یسمع ویعقل انتهی قلت قد خالفنا فی مسئلة سماع الموتی المعتزلة وفقهاء الاحناف وبعض المتحیلین ممن سمی نفسه باهل الحدیث ولیس من اهل الحدیث ومتمسک نظاهر قوله تعالیٰ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات قلنا مقصود الآیة عدم التساوی لا فی سماع اجابة او سماع دائمی عادی مثل الاحیاء اما السماع المختص ببعض الاحیان اذا اراد الله اسماعهم فیدل علیه سیاق الآیة حیث قال فیما بعد ان الله یسمع من یشاء وقال النبی ما انتم باسمع

فاذا اراد اللہ ان یسمعہم کلام الاحیاء فہم یسمعون وعلیہ یحمل الحدیث ولا بد من التطبیق بین الکتاب والسنۃ بالجملۃ السماع العادی مثل الاحیاء منفی عن الاموات والسماع المخصوص ببعض الاحیان ثابت لہم بنصوص الاحادیث الصحیحۃ والکتاب لا ینفیہ ۔ ویقال ان المراد فی الآیۃ بالاحیاء المومنون والاموات الکافرون وقد اخرج العقیلی عن ابی ہریرۃ قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریق علی الموتیٰ فہل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیہم قال قل السلام علیکم یا اہل القبور الی آخرہ ۔ قال ابو رزین یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا ۔ قال السیوطیؒ ای جوابا یسمعہ الحیّ والافہم یردون حیث لا نسمع انتہیٰ ۔ خلاصہ اس تحریر کا یہ ہے کہ میت کے اجزاء بدن بوسیدہ و پاریدہ و پراگندہ و خاک و خاکستر ہونے پر بھی انسے روح کا تعلق باقی رہتا ہے ۔ اسلیئے زائرین کے کلام و سلام کو موتیٰ قبروں میں سنتے اور پہچانتے اور ان کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں ۔ باہم انسے انس لیتے ہیں ۔ بعض نماز پڑھتے ہیں ۔ قرآن پڑھتے ہیں باہمدگر ملاقات کرتے ہیں ۔ خوش عیش رہتے اور لباس پہنتے ۔ جنت کے پھل کھاتے ۔ اور اسکا پانی پیتے ہیں ۔ زائرین کے احوال کو جانتے ہیں ۔ اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں ۔ اور اون کی صورتوں کو دیکھتے ہیں مگر اتنی بات ہے کہ اپنی صورتیں و آوازیں زندوں کو جب چاہیں دکھا و سنا نہیں سکتے ہیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ بعض زندوں کو ان موتیٰ کی صورتیں اور ان کا کلام دکھاتا و سناتا ہے ۔ اور بعض وقت کلام زائرین کو نہ سنتے ہیں نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں بلکہ اپنی قبروں میں سوئے ہوئے غافل یا عالم قدس میں اسطرح مشغول رہتے ہیں ۔ کہ اپنے قبور و ابدان کیطرف ملتفت نہیں ہوتے ۔ ہمارے شیخ ابن قیم نے اللہ کے قول انک لا تسمع الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور کے متعلق کہا ہے کہ سیاق عبارت اس بات پر دال ہے کہ یہاں مردہ دل کافر مراد ہے ۔ یعنی ۔ اے نبی تم مردہ دل کافر کے ایسے سنانے پر جس سے وہ نفع پا سکے قادر نہیں ہو ۔ جس طرح کہ اہل قبور کے سنانے پر جس سے وہ نفع پا سکیں قادر نہیں ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں ہے کہ اہل قبور کچھ بھی کسیطرح بھی سنتے ہی نہیں ۔ یہ کسطرح ہوگا کہ نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہل قبور اپنے رخصت کرنیوالوں کے جوتوں کی آوازوں کو سنتے ہیں تا آخر قول مبسوط اور سبکیؒ نے کہا کہ ادراکات مثل علم سماع بیشک ثابت و بلا موتیٰ کے لئے ثابت ہے ۔ ہمارے شیخ ابن قیم نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم کیا کہ جب اہل قبور کو سلام کریں تو اسطرح کریں جسطرح خطاب کرنیوالوں کو سلام کرتے ہیں ۔ یعنی کہے السلام علیکم دار قوم مومنین ۔ اسطرح سننے و سمجھنے والوں کو خطاب کیا جاتا ہے ۔ اگر اہل قبور کو سماعت و عقل و ادراک نہ ہو تو یہ خطاب بمنزلہ خطاب معدوم و جماد ہے سماع موتیٰ پر سلف کا اجماع ہے ۔ ان سے متواتر آثار ثابت ہیں ۔ اس امر پر کہ میت اپنے زندہ زائر کو پہچانتی ۔ اور اس سے خوش ہوتی ہے ۔ اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ مردہ بات بھی کرتا ہے ۔ اور سنتا ہے ۔ اور ابن تیمیہ کا یہ بھی قول ہے کہ احادیث و آثار اس بات پر دال ہیں کہ جب زائر آتا ہے ۔ تو اس کو مزور یعنی مردہ پہچانتا ہے ۔ اسکا کلام سنتا ہے اس سے

انست پاتا ہے۔ اور اوسکے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہ شہدا وغیرہم کے حق میں عام ہے۔ اس میں کچھ وقت مقرر نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم فرمایا ہے کہ اہل قبور کو ایسا سلام کریں جیسا کہ وہ اپنے مخاطب سننے و سمجھنے والوں کو سلام کرتے ہیں۔ انتہی۔ صاحب کتاب مولوی وحید الزمان نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ معتزلہ و فقہائے احناف اور بعض وہ لوگ جنہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے۔ اور دراصل اہل حدیث نہیں ہیں۔ سماع موتی کے مسئلہ میں ہم سے مخالف ہیں یعنی ہم سماع موتی کے قائل ہیں۔ اور معتزلہ و فقہائے احناف و جہلے مدعیان اہل حدیث منکر ہیں۔ فقہائے حنفیہ ہرگز سماع موتی کے منکر نہیں ہیں جسکی تحقیق و تفصیل سابقاً مذکور ہو چکی۔ (پھر کہتا ہے) سماع موتی کے منکرین نے **وما یستوی الاحیاء و الاموات** کو عدم سماع موتی پر دلیل گردانا ہے ہم کہینگے کہ آیت سے سماع اجابت یا سماع دائمی عادی مثل سماع احیا میں مردوں و زندوں کی مساوات مقصود ہے۔ لیکن بعض اوقات کیساتھ جو سماع مختص ہے اس قسم کا سماع جب خدا موتی کو سنانا چاہے تو اوس کے ثبوت پر سیاق آیت دال ہے جیسا کہ اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **انّ اللہ یسمع من یشاء**۔ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ **ما انتم باسمع من ھؤلاء** (اے عمران موتی سے زیادہ تم نہیں سنتے ہو) پس جب زندوں کا کلام موتی کو خدا سنانا چاہے تو موتی سنتے ہیں۔ اسی دعا پر حدیث محمول ہوگی۔ اور قرآن و حدیث میں تطبیق کی ضرورت ہے اسلئے آیت **انک لا تسمع الموتی**۔ زندوں کے مثل مردے نہیں سننے پر عمل کیا جائیگا۔ اور احادیث صحیحہ سے بعض اوقات میں موتی کا سماع ثابت کیا جائیگا۔ جسکی نفی قرآن نہیں کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ احیا سے مومنین اور اموات سے کفار مراد ہیں۔ عقیلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابو رزین نے کہا کہ یا رسول اللہ میرا راستہ موتی پر سے ہے کیا کوئی ایسا کلام ہے جس کیساتھ موتی سے کلام کروں۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا **السلام علیکم یا اھل القبور** تا آخر کہو۔ ابو رزین نے کہا کیا وہ مردے سنتے ہیں آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دیتے ہیں۔ سیوطی نے کہا ایسا جواب جسکو زندہ لوگ سن سکیں نہیں دیتے ہیں۔ ورنہ وہ موتی جواب تو ضرور دیتے ہیں جس کو ہم نہیں سن سکتے۔ انتہی پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ سماع موتی حق ہے بجز معتزلہ اور باطل مدعیان اہل حدیث کے کوئی اہل حق اس کا منکر نہیں ہے۔ اسکے علاوہ زندوں کے اعمال کا مردوں پر پیش ہونا۔ اور نیک اعمال سے خوش ہونا۔ اور بد اعمال سے ناخوش ہونا ان کے اصلاح حال کیلئے دعائے خیر کرنا بھی حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ ابن رجب نے احوال القبور میں۔ اور حافظ سیوطی نے اپنے رسالہ اللمعہ عن الاسئلۃ السبعۃ میں بیان کیا ہے۔ عبارت ابن رجب اجمع للادلۃ ہے کہا کہ ابن ابی الدنیا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **لا تفضحوا امواتکم بسیئات اعمالکم فانھا تعرض علی اولیائکم من اھل القبور**۔ امام احمد نے کہا کہ ہمکو عبد الرزاق نے بیان کیا اسنے انس سے سنے ہوئے شخص سے روایت کی

کہ انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم و عشائرکم من الاموات فان کان خیرا استبشروا وان کان غیر ذالک قالوا اللھم لا تمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا۔ بیشک تمہارے اعمال تمہارے اقارب و عشائر اموات پر پیش ہوتے ہیں اگر نیک عمل ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر نیک عمل نہیں ہیں تو کہتے ہیں۔ کہ یا اللہ ان کو ہماری طرح ہدایت کئے بغیر موت مت دے۔ پس جبکہ مومن مسلمانوں کو پہچانتے ہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں اور زندوں کے اعمال و احوال سے واقف ہو کر نیک اعمال سے خوش۔ اور بد اعمال کی تبدیل و اصلاح حال کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں تو ان اموات صالحین سے توسل و مدد مانگنا بھی بیشک و شبہ جائز ہے۔ **فصل قبروں پر پھول یا پھول کی چادر و پھول کا پنکھا چڑھانے اور صندل لگانے و عود و بخور جلانے و غلاف ڈالنے کے بیان میں**۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسی دو قبروں پر گذر ہوا کہ دونوں قبر والے عذاب میں مبتلا تھے۔ آنحضرت علیہ السلام نے کھجور کی شاخ تر و تازہ چیر کر ہر ایک قبر پر ایک ایک ڈالی لگا کر فرمایا کہ ان سردو کے عذاب میں تخفیف ہوگی بشرطیکہ دونوں ڈالیاں خشک نہ ہوں۔ اس حدیث سے علماء نے استدلال کر کے پھول و سبز ڈالی و سبز درخت کا قبروں پر رکھنا جائز و موجب تخفیف عذاب میت کہا ہے۔ علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں کہا ہے۔ قد ورد الحدیث ان اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شق جریدۃ نصفین ووضع علی کل قبر نصفا وکان قابرین یعذب صاحبھما وقال انی لارجو ان یخفف عنھما مالم ییبسا لانھما یسبحان ما داما رطبین وبہ تنزل الرحمۃ کما فی شرح البخاری وشرح المشکوٰۃ۔ وقد افتی بعض الائمۃ من المتاخرین من اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث واذا کان یرجی التخفیف للمیت بتسبیح الجرید فتلاوۃ القرآن اعظم برکۃ انتھی۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ تر کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک قبر پر ایک ڈالی لگا کر ارشاد فرمایا کہ ان مردوں کو عذاب ہوتا تھا جبتک یہ ڈالیاں خشک نہ ہونگی تسبیح کرتی ہیں ان کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی میں امید رکھتا ہوں اور رحمت الٰہی نازل ہوگی جیسا کہ شرح بخاری میں ہے اور شرح مشکات میں ہے کہ ہمارے بعض ائمہ متاخرین حنفیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جس جس قسم کی خوشبو و پھول و شاخ تر رکھنے کی عادت جاری ہے اس حدیث کی اتباع سنت ہے جبکہ شاخ تر کی تسبیح سے تخفیف عذاب میت کی امید کیجائے تو تلاوت قرآن سب سے بڑی برکت کی چیز ہے۔ انتہی۔ **فتاویٰ عالمگیری** مطبوعہ احمدی جلد پنجم صفحہ ۳۳۱ میں ہے وضع الورد و الریاحین علی القبور حسن۔ پھول و سبزہ و خوشبو چیزوں کا قبروں پر رکھنا اچھا ہے۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل الاربعین صفحہ ۳۹ نہادن گل بر قبر از جملہ مستحسنات است چنانچہ صاحب طوالع الانوار مینویسد یسن وضع جریدۃ خضراء علی القبر بلا تباع وسندہ صحیح۔ ولانہ یخفف عنہ العذاب ببرکۃ تسبیحھا وتسبیحھا الکل من تسبیح الیابس لما فی ذالک من نوع حیاۃ وقیس بھا ما اعتید من طرح الریحان

وغیرہ۔ پس انداختن چادر گل بر جنازہ نیز ہمیں حکم دارد۔ و ہر چیزیکہ راحت رسان زندہ است راحت مردہ است) قبر پر سبز ڈالی کا رکھنا اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مسنون ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور شاخ سبز کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ کیونکہ شاخ تر کی تسبیح سوکھی ڈالی کی تسبیح سے کامل تر ہے۔ کیونکہ شاخ تر میں ایک قسم کی حیات ہے۔ شاخ تر پر قیاس کر کے پھول و سبزہ و صندل وارگجہ وغیرہ خوشبو و تر چیزوں کو قبروں پر ڈالنے کی عادت جاری ہوگئی ہے۔ پس جنازہ پر چادر گل ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جو چیز زندہ کو راحت پہونچاتی ہے مردہ کو بھی راحت پہونچاتی ہے۔ پس جبکہ پھول ڈالنا حسن و بہتر ہے تو اگر تاگے میں پرو کر ہار یا چادر گل بنا کر یا پنکھے کی شکل بنا کر قبروں پر رکھنا۔ تاکہ وہ مجتمع رہیں۔ ہوا کی وجہ سے پراگندہ و متفرق نہو جائیں اور قبروں سے دور نہ ہونے پائیں۔ بیشک جائز ہے۔ کوئی ممانعت کی وجہ نہیں ہے۔ صندل بھی ریاحین و خوشبودار اشیا میں ہے۔ زندوں کی روح کو راحت رساں ہے۔ اور جس چیز سے زندوں کو راحت حاصل ہو اموات کو بھی اس سے راحت ہوتی ہے۔ مالم یثبت کے اعتبار سے صندل بھی تر و تازہ خدا کی تسبیح کرنیوالی چیزوں میں داخل ہے۔ خوشبوئی کے اعتبار سے ورد و ریاحین میں شامل ہے اسلئے مثل ورد و ریاحین قبروں پر صندل مالی بھی جائز ہے کیونکہ ورد و ریاحین کا قبر پر رکھنا جبکہ جائز بلکہ حسن و بہتر ہے تو صندل اسی ورد و ریاحین سے مخلوط و مرکب۔ اور خوشبوئی کے اعتبار سے عین ورد و ریاحین ہے تو کوئی وجہ ناجائز و بدعت ہونیکی اس میں نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صندل مالی میں قبروں پر ہاتھ سے ملنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور قبروں پر تعظیماً و تبرکاً ہاتھ رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاوائے عالمگیری مطبوعہ احمدی جلد پنجم صفحہ (۱۳۲) میں ہے۔ ولا یمسح القبر و لا یقبلہ فان ذالک من عادۃ النصاریٰ جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عام قبور کا حکم ہے۔ اور خاص قبور کا حکم بھی خاص ہے۔ یعنی والدین کی قبروں کو چومنا اور بوسہ دینا بھی جائز ہے۔ اسی جلد پنجم فتاوای عالمگیری صفحہ (۱۳۳) میں ہے۔ ولا باس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب (ترجمہ) والدین کی قبروں کو چومنا و بوسہ دینا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جبکہ والدین جسمانی کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے تو روحانی والدین اساتذہ و مرشدان نامدار و پیران کامگار اولیا و انبیا علیہم السلام کی قبور شریفہ کو بوسہ دینا بھی بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ اسلئے کہ جسطرح جسم ادنیٰ ہے۔ روح اعلیٰ ہے اسیطرح جسمانی والدین کا مرتبہ ادنیٰ ہے۔ روحانی والدین کا مرتبہ اعلیٰ ہے۔ جس سے روحانی تعلیم و تربیت اور اصلاح معاد حاصل ہوتی ہے۔ پس جسمانی والدین کی تعظیم سے روحانی والدین کی تعظیم افضل و اقدم ہے۔ طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ہے۔ والتقبیل لغیر المصحف کقبور الانبیاء و من یتبرک بھم فللعلماء فیہ کلام کرھہ بعضھم و استحسنہ بعضھم حتی ان الشافعیؒ اباحہ مطلقاً اذا کان للتبرک و اورد واعتقدہ

جماعة منهم الحافظ العيني الحنفي شارح البخاري - و المقري المالكي صاحب فتح المتعال - و السمهودي الشافعي - ولا منافاة بين الكراهة والاستحسان بانه مقيد بنية التبرك والاعمال بالنيات - والامور بمقاصدها ولكل امرئ ما نوى ونية المؤمن خير من عمله انتهى - (ترجمہ) سوائے قرآن شریف کے دوسری چیزوں کو بوسہ دینا جیسا کہ انبیاء و قابل تبرک صلحا کی قبروں کو چومنے اور بوسہ دینے میں علماء کو کلام ہے - بعض نے مکروہ کہا ہے - بعض علماء نے مستحسن کہا ہے حتی کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے مطلقاً قبروں کو بوسہ دینا مباح کہا ہے - جبکہ بقصد تبرک ہو - اسی قول پر ایک گروہ محدثین نے اعتماد کیا ہے - منجملہ ان کے حافظ علامہ بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری اور مقری مالکی صاحب فتح المتعال - اور علامہ سمہودی شافعی ہیں - انکے مکروہ و مستحسن ہونے میں کوئی ضد و منافات نہیں ہے - کیونکہ بوسۂ قبور کا جواز تبرک کی نیت سے مقید ہے - اور اعمال کا تعلق نیت پر ہے - ہر آدمی کو اپنی نیت کے مطابق اجر ہوگا - مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے - اور اس سے قبل توسل و استمداد کے بیان دلائل اثبات میں سے دلیل پانزدہم میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر اپنی پیشانی کو رکھا تو مروان نے اعتراض کیا اسکے جواب میں فرمایا - جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم آت الحجرة - میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ہوں اسلئے پیشانی رکھدیا ہوں - حجرہ یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں - جو پیشانی نہ رکھوں اس حدیث سے بوسۂ قبر ثابت ہوا - اسیطرح دلیل شانزدہم میں ہے کہ حضرۃ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے یکمشت خاک پاک کو لیکر آنکھوں پر رکھا - اور گریاں و نالاں اشعار پڑھیں ماذا على من شم تربة احمد ان لا يشم مدى الزمان غواليا ✤ صبت علي مصائب لو انها ✤ صبت على الايام صرن لياليا ✤ - اس حدیث سے بھی خاکبوسی قبر شریف ثابت ہے - نیز دلیل ہفدہم میں مذکور ہے - کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب دیکھکر گھبرا کر مدینہ منورہ میں قبر شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر قبر شریف پر اپنا منہ ملنے لگے - صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے دیکھکر اعتراض نہیں کیا - تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین کے صفحہ (۳۸) میں ہے وقال الخطيب بعد ما ذكر عن بلال وابن عمر لا شك ان الاستغراق في المحبة يحمل على الاذن في ذالك والمقصود من ذالك كله الاحترام والتعظيم - خطیب نے بلالؓ و ابن عمر رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کرنیکے بعد کہا کہ بیشک محبت میں مستغرق ہونا ان کاموں کے اذن پر برانگیختہ کرتا ہے - ان سب کاموں سے مقصود احترام و تعظیم ہے - پھر اسکے بعد کہا کہ وعلى هذا يحمل قول المحب الطبري وابن ابي الصيف - یحمل

تقبیل القبر و مسہ علیہ عمل العلماء الصالحین ۔ طوالع الانوار ۔ اسی استغراق و غلبۂ محبت پر علامہ طبری و ابن ابی الصیف کا قول حمل کیا جائیگا ۔ (جو کہا) قبر کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے مس کرنا جائز ہے ۔ اسی پر علمائے صالحین کا عمل ہے ۔ طوالع الانوار ۔ جبکہ احادیث و اقوال ائمہ سے بوسۂ قبور مباح و مستحسن ٹھیرا تو بقول شخصے ؎ چہ خوش بودکہ برآید یک کرشمہ دو کار ۔) قبر پر صندل مالی سے دو کام حاصل ہوتے ہیں ۔ ایک تو تبرک دوسرا بزرگان دین کی قبروں کو بقصد تبرک ہاتھ سے ملکر بوسہ دینا ۔ پس صندل مالی جائز بلکہ قبر پر دور سے پھول ڈالنے سے بھی افضل ہے ۔ بوقت فاتحہ خوانی و تلاوۂ قرآن قبروں کے پاس عود و لوبان و عود بتی جلانا عظمت قرآن و خوشبوئی کے لئے جائز ہے ۔ اور قبر کے نزدیک تلاوت قرآن موجب انست اہل قبر ہے ۔ فتاوے عالمگیری جلد پنجم صفحہ (۱۳۲) میں الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور و قراءۃ القرآن فی المقابر میں ہے و لو مات رجل و اجلس و ادفن علی قبرہ من یقرء الا صح انہ لا یکرہ (ترجمہ) اگر کوئی مرجائے ۔ اور اسکے وارث نے اسکی قبر پر قرآن پڑھنے والیکو بٹھلائے تو صحیح تر قول یہی ہے کہ مکروہ نہیں ہے ۔ :۔ پس جبکہ قبر کے پاس تلاوت قران جائز ہے تو عظمت و بزرگی قرآن کے لئے عود و لوبان و اگر بتی و عود بتی کا جلانا جائز ہے ۔ کیونکہ خوشبوئی سے زندوں و مردوں کی ارواح کو راحت و لذت حاصل ہوتی ہے ۔ علامہ زرقانی نے امام مالک کے احوال میں لکھا ہے و لا یزال یبخر بالعود حتی ینفع من حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجلالا لہ فانہ کان یحب الرائحۃ الطیبۃ فجعل مجلس حدیثہ کمجلس حیاتہ صلے اللہ علیہ وسلم (ذوالفقار حیدریہ) ظاہر مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے فارغ ہونے تک عود جلایا جاتا تھا ۔ آنحضرت علیہ السلام کی عظمت و بزرگی کے لئے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خوشبوئی سے محبت رکھتے تھے ۔ آپکی حدیث کی مجلس کو مثل مجلس حیات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے بنایا ۔ اور قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا جائز ہے ۔ مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے ۔ جسکی ملا علی قاری رح نے مرقات میں حسب ذیل شرح لکھی عن القاسم بن ا بن ابی بکر بن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال دخلت علی عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت لہا یا اماہ اکشفی لی اصاحبی واراہما استاذنہ عن قبر النبی وفی نسخۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ ای ضجیعیہ وہما العمران القمران المنوران بحسب البدن و شمس الظہیرۃ فکشفت لی ای لاجلی اولی عن ثلثۃ قبور لا مشرفۃ ولا لاطئۃ مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء رواہ ابو داؤد و قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر کہا کہ اے اماں میرے لئے رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور آپ کے دو یار رفیق ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں سے پردہ و غلاف اٹھاوے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میرے لئے ان قبروں سے غلاف اٹھادیا تو وہ قبور شریفہ نہ بالکل بلند تھے۔ نہ زمین و میدان سرخ سے بالکل چسپیدہ و پست تھے۔ اسکو ابو داؤد رحمۃ نے روایت کیا ہے۔ ملا علی قاری نے اکثفی لی کی شرح میں اظہری وارفعی استارہ لکھا ہے۔ استار جمع ستر بمعنی پردہ و غلاف ہے۔ اس حدیث سے قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا صراحۃً ثابت ہوا۔ فقہا میں اگرچہ بعض نے مکروہ کہا ہے۔ مگر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار حاشیہ درمختار کی کتاب الخظر و الاباحۃ میں پرزور تحریر کی ہے کہ زائرین غافلین کو اہل قبور اولیا کا خوف و ادب حاصل ہونے کے لئے قبروں پر دستار و کپڑے و غلاف کا رکھنا جائز ہے تاکہ اہل قبور کی عظمت و تعظیم عام نظروں میں ثابت ہو۔ اور اولیاء کی حقارت نہ ہونے پائے۔ کرہ بعض الفقہاء وضع الستور و العمائم و الثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور اھ ولکن نحن نقول الآن اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتی لا یحتقر و اصاحب القبر و یجلب الخشوع و الادب للغافلین الزائرین فھو جائز لان الاعمال بالنیات و ان کان بدعۃ فھو کقولھم بعد طواف الوداع یرجع القھقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح سفر السعادت میں فرمایا ہے۔ (انداختن غلاف بر قبر شریف و افروختن چراغہا وغیرہا تکلفات کہ بر مزارہائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات اند انتہیٰ۔ از ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ۔ صفحہ (۱۳۲) فصل سلام و قیام و قدم بوسی اور اون کے متعلقات کے بیان میں۔ واضح ہو کہ بغیر السلام علیکم کہنے کے فقط سر پر ہاتھ رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ زبان سے لفظ سلام کہنا اور ہاتھ سے اشارہ کرنا۔ ہر دو کام کو جمع کرنا بہتر ہے۔ فصل الخطاب صفحہ (۱۷۱) میں ہے۔ لا یکفی فی السلام اشارۃ بالید و نحوہ ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرنا سلام میں کافی نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے عطا سے روایت کیا ہے کہ یکرہ السلام بالید و لا یکرہ بالرأس (ہاتھ کے اشارہ سے سلام مکروہ ہے۔ اور سر کے اشارہ سے مکروہ نہیں ہے) شرح المہذب میں کہا ہے کہ اما اذا جمع بین الاشارۃ واللفظ فحسن و سنۃ (ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا اور زبان سے بھی السلام علیکم کہنا ہر دو فعل بہتر و سنت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ترجمہ مشکوٰۃ مقدمہ سلام میں مرقوم ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ سلام اعظم شعائر اسلام سے ہے۔ ابتدائے اسلام میں مسلم و کافر میں سلام کی وجہ سے فرق معلوم ہوتا تھا۔ یہود کا سلام انگلیوں سے ہوتا ہے۔ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی کے اشارہ سے۔ اور مسلمانوں کا سلام لفظ السلام علیکم کہنے سے ادا ہوتا ہے۔ سلام کے وقت سر و گردن جھکانا۔ خمیدہ پشت ہونا اگرچہ مکروہ و خلاف سنت ہے۔ لیکن ترک انحنا سبب ایذاء

مسلمین و موجب خصومت و منازعت ہے۔ پس ترک انحنا و انثنا مسنون و ایذائی و مخالفت مسلمین حرام۔ پس جس سنت کے ادا کرنے میں ارتکاب حرام لازم آئے تو حسب قاعدۂ شریعت کل ما یجر الی الحرام حرام (ت) جو فعل حرام کیطرف پہنچانیوالا ہے وہ حرام ہے۔ اسلئے ترک انحنا حرام و انحنا ضروری ہے۔ اسیطرح مجالس میں داخل ہونے والے شخص کی تعظیم کیلئے کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔ مکروہ نہیں ہے۔ جامع الرموز من کتاب الکراھیۃ میں ہے۔ ان القیام لغیرہ لیس بمکروہ و انما المکروہ محبۃ القیام ممن یقام لہ۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے بیان آداب معاشرت کے رکن دوم اصل ہشتم میں فرمایا ہے۔ کہ حسن خلق و دل مردم شاد کردن در شرع محمود است و ہر قوے را عادتے باشد و با ایشاں مخالفت کردن در اخلاق ایشان بدخوئے بود۔ و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گفتہ خالق الناس باخلاقہم۔ باہر کسے زندگانی بر وفق عادت وخوئے او کن و چوں ایں قوم بایں موافقت شاد شوند و ازیں موافقت ناکردن متوحش شوند موافقت ایشاں سنت بود۔ و صحابہ از برائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برنخاستندے کہ وے از آنکار تغیر بود۔ اما چوں جائے عادت شد و از برنخاستن متوحش شوند۔ برخاستن برائے دل خوشی ایشاں اولی بود کہ عادت عرب دیگر است و عادت عجم دیگر۔ واللہ اعلم انتہی۔ بزرگوں کی دست بوسی و قدمبوسی سنت ہے۔ شرح سفر السعادت میں ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب عبد القیس کا وفد مدینہ میں آیا تو لوگ اپنی سواریوں سے اتر کر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک و قدم مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ ترجمۂ مشکات میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے لکھا ہے جب صاحب صحیح امام مسلم امام بخاری کے نزدیک آتے تھے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے تھے کہ مجھ کو چھوڑ دو تاکہ آپ کے دونوں قدم کو بوسہ دوں۔ انتہی۔ شرف الملۃ والدین احمد بن یحیی المنیری نے مکتوب صد و ہشتاد و یکم میں فرمایا ہے کہ مرید کو چاہئے کہ خود کو ہمیشہ ناقص اور اپنے پیر و مرشد کو کامل سمجھتا رہے۔ اگر پیر سے کوئی ایسا کام دیکھے جو اسکے حوصلہ سمجھ میں نہ آسکے تو ایسا سمجھے کہ یہ کام تو صحیح و درست ہے لیکن میں اس مطلب کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور مریدین جو اپنے پیر و مرشد کے قدم چومتے ہیں درست ہے۔ پیر و مرشد کی قدمبوسی صحابہ کی سنت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک صحابۂ کرام بہت بوسہ دیتے تھے۔ روی ان جماعۃ من الیھود اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألوا عن تسع آیات بینات فاجابھم بھا فقبلوا یدیہ و رجلیہ و صدقوا الحدیث۔ (ترجمہ) مروی ہے کہ ایک جماعت یہود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور نو آیات بینات یعنی موسی کے نو معجزات کا حال دریافت کیا تو آنحضرت علیہ السلام نے ان کو جواب دیا تو انہوں نے آنحضرت علیہ السلام کے دست مبارک و قدم مبارک کو بوسہ دیا۔ اگر دست بوسی یا قدمبوسی حرام و

ناجائز ہوتی تو آنحضرت علیہ السلام ضرور ان کو اس کام سے منع فرماتے تھے۔ وروی عن ذارع بن عامر انا قبلنا ید النبی و رجلہ (ترجمہ) زارع بن عامر نے کہا کہ ہم نے آنحضرت علیہ السلام کی دست بوسی و قدمبوسی کی۔ عن صہیب مولی العباس انہ قال رایت یقبل ید العباس و رجلہ انتھی۔ عباسؓ کے غلام صہیب نے کہا کہ حضرت عباس کی دست بوسی و قدمبوسی ہوتی ہوئی میں نے دیکھا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ دست بوسی و قدم بوسی جائز بلکہ سنت صحابہ ہے۔ اکثر لوگ قدم بوسی کے بارہ میں مشائخ و پیران طریقت پر اعتراض کرتے ہیں انکی احادیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے

(فصل عبد و رب و سید و مولیٰ کی تحقیق میں)

لفظ رب بمعنی مولی و پروردگار اللہ تعالےٰ کے لئے حقیقۃً موضوع و مستعمل ہے جو ربّ الارباب و ربّ العالمین ہے۔ اسی اعتبار سے غیر اللہ کو رب کہنے کی ممانعت حدیث صحیحین میں وارد ہے۔ لایقل العبد ربی و لیقل سیدی و مولای۔ لیکن غیر اللہ پر لفظ رب کا اطلاق مجازاً جائز و ثابت ہے۔ ربّ الدار۔ ربّ البیت۔ ربّ المال مستعمل ہے۔ سورۂ یوسف میں ہے:۔ اذکرنی عند ربک انہ ربی احسن مثوای۔ لفظ عبد بمعنی بندۂ مخلوق انسان بھی ہے۔ لھمّا قام عبد اللہ کہی بمعنی بندۂ مملوک مستعمل ہے۔ و انکحوا الایامیٰ منکم و الصالحین من عبادکم و اماءکم۔ اور کبھی لفظ عبد بطریق مجاز خادم و مطیع و فرماں بردار کے معنوں میں مستعمل ہے:۔ کما قال علیہ السلام التلمیذ عبد لا یعتق الا بالموت۔ شاگرد ایسا غلام ہے کہ جو بغیر موت کے آزاد نہیں ہوتا۔ اور حافظ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں ترجمہ لفظ اوّن (بط) میں بیان کیا ہے قال عمر رضی اللہ عنہ کنت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فکنت عبدہ و خادمہ (ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ پس میں آنحضرت علیہ السلام کا عبد و خادم تھا۔ قرآن و حدیث و محاورۂ سلف و خلف میں مجاز کا استعمال شائع و ذائع ہے جیسا کہ و اذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا۔ یذبح ابناءھم یمزع عضمھا لبا سرھما۔ یوما یجعل الولدان شیبا و اخرجت الارض اثقالھا۔ اور موحد و مومن کا قول انبت الربیع البقل جیسا کہ تلخیص و مختصر و مطول وغیرہا کتب معانی میں مذکور ہے۔ اور حدیث مشکوٰۃ میں لا یقولن احدکم عبدی و امتی اپنے غلام و کنیز کو میرا عبد اور میری امۃ کوئی شخص نہ کہے جو ممانعت ہے۔ اس سے بطور حقارت کسیکو عبد و امۃ کہنے کی ممانعت مراد ہے جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے حدیث مذکور کی شرح میں لکھا ہے کہ منع و نہی از اطلاق لفظ عبد و امۃ بر تقدیریست کہ بر وجہ تطاول و تحقیر و تصغیر باشد والا اطلاق لفظ عبد و امۃ در قرآن و حدیث آمدہ انتھیٰ۔ امام ربانی نے اپنے بعض مکاتیب میں خود کو اپنے شیخ خواجہ عبد الباقی کا بندہ لکھا ہے۔ اس سے بھی خادم و فرمانبردار مجازی معنی مراد ہے از فصل

الخطاب ۔ صفحہ (۹۷) جبکہ قرآن و حدیث میں مجاز کا استعمال ثابت و جائز ہے ۔ اور عبد بمعنی خادم و مطیع مستعمل ہوا ہے ۔ تو غیر اللہ کی طرف عبد کی نسبت بمعنی مجازی جائز ہے ۔ جیسا کہ تعبی عبد اللات و عبد اللہ ھبل ۔ اور من عبادکم و اماٰئکم قرآن شریف میں مذکور ہے ۔ اور قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ میں بھی عبادی بمعنی خادم و مطیع مضاف ہے طرف یائے متکلم کے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ یا عباد الرسول ۔ اے خدام و مطیعان محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا رحمت الٰہی سے مایوس و ناامید مت ہو ۔ یعنی گنہگار مسلمانوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہونا چاہئے ۔ یہی معنی و مفہوم صحیح و مطابق عقل و نقل ہے ۔ پس اس سے مسلمانوں کو عبد الرسول و عبد النبی و غلام رسول و غلام نبی و غلام محمد و غیرہ الفاظ سے خطاب و ندا کرنیکا خود خدا تعالیٰ نے آنحضرت علیہ السلام کو حکم فرمایا ہے کہ قل یا عبادی کہو اے میرے بندو یعنی اے میرے بندگان و مطیعان و خادمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔ پس عبد الرسول و عبد النبی و غلام نبی و غلام محمد نے نام رکھنا ہرگز شرک نہیں ہے ۔ جو ایمان و اسلام سے خارج کردے ۔ بلکہ بحکم خداوندی قل یا عبادی ۔ عباد الرسول و غلامان محمد کہلانے کے ہم مامور ہیں اگر یہ کہا جائے کہ یا عبادی میں عباد مضاف ہے طرف یائے متکلم کے جس سے اللہ مراد ہے ۔ یعنی یا عباد اللہ اے اللہ کے بندو ۔ اور یا عباد الرسول ہرگز مقصود و مراد نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر عباد اللہ مراد ہو تو اللہ کے بندوں میں مؤمن و مشرک ۔ کافر و مسلم سب داخل و شامل ہیں تو لا تقنطوا من رحمۃ اللہ خدا کی رحمت سے مایوس نہونیکی خوشخبری و بشارت میں کفار و مشرکین بھی شریک و شامل ہو جائینگے ۔ اور یہ خلاف عقل و نقل ہے اسلئے یا عباد سے یا عباد الرسول مراد لینا ضروری ہے ۔ مگر وہابیہ سے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے عبد الرسول و عبد النبی و عبد الحسین و غلام نبی و غلام رسول و غلام محمد و غلام حسین وغیر ہا نام رکھنے کو شرک اکبر اور غیر مغفور کہا ہے ۔ جسکو اسی گروہ کے ایک مولوی و عبید الزمان نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی جلد اول صفحہ (۳۷) میں صریحاً رد کیا ہے ۔ اور اسمٰعیل کو غالطی کہا ہے جیسا کہ لکھا ہے

و اخطأ من اصحابنا الشیخ اسماعیل الدھلوی حیث جعل اقسام الشرک کلھا غیر مغفورۃ و ادخل فیھا الشرک فی العادۃ ایضاً منھا التسمیۃ باسماء تنبئ عن عبودیۃ غیر اللہ کعبد الحسین و عبد النبی و امثالھما ۔ و امّا التسمیۃ بغلام علی او غلام حسین او غلام محی الدین او غلام محمد او غلام غوث ۔ و امثالھا ۔ فجائزۃ بلا کراھۃ بنص الحدیث و لکن لیقل غلامی و جاریتی و فتائی و فتاتی و من کرھھا من اصحابنا او جعل ھذہ التسمیۃ شرکا اکبر فقد اخطأ و اخبث الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن ۔ و لیعلم ان الشارع و لو نھی عن اطلاق العبودیۃ لغیر اللہ و لکن ثبت عنہ

فی احادیث متعددۃ انہ اضاف العبد الی المالک العرفی فلما اتہما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما آتہما ۔ اذ الشرک الاکبر لا یہمل عن النبی ولکن یبعد صدورہ عن مثل حواء ہذا وجہتہ ۔ (ترجمہ) ہمارے ساتھیوں میں سے شیخ اسمٰعیل دہلوی نے خطا و غلطی کی ہے کہ اُسنے شرک کے کل اقسام کو غیر مغفور گردانا ۔ شرک فی العادۃ کو بھی اس میں داخل کیا ہے ۔ از انجملہ غیر اللہ کی عبودیت ظاہر کرنیوالے عبدالحسین و عبدالنبی ۔ اور اُن کے مثل نام رکھنا بھی ہے ۔ اور غلام علی یا غلام حسین یا غلام محی الدین یا غلام محمد یا غلام غوث اور اُن کے مثل نام رکھنا نص حدیث (ولکن لیقل غلامی وجاریتی وفتای وفتاتی) سے بلا کراہت جائز ہے ۔ ہمارے ساتھیوں میں سے جس نے ان ناموں کو مکروہ سمجھا یا ایسے نام رکھنے کو شرک اکبر گردانا تو بیشک وہ خطا پر ہے ۔ اور اللہ کے پاس پیارے نام عبداللہ و عبدالرحمان ہیں ۔ اور جاننا چاہئے کہ شارع نے غیر اللہ کے لئے عبودیت کے اطلاق سے اگرچہ منع کیا ہے ۔ لیکن شارع سے متعدد احادیث میں ثابت ہے کہ شارع نے مالک عرفی کی طرف عبد کو مضاف کیا ہے ۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ غیر اللہ کی عبودیت سے خبر دینے والے ناموں سے نام رکھنا شرک اکبر نہیں ہے ۔ جبکہ عبودیت سے رقیت مملوکی و غلامی ۔ یا عبودیت عرفیہ یعنی خدمت مراد ہو اسپر دلالت کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا قول فلما آتہما صالحا تا آخر ۔ یعنی جبکہ آدم و حوا کو خدا تعالیٰ نے فرزند صالح عطا کیا تو ان دونوں نے خدا کے دیئے ہوئے فرزند میں خدا کا شریک ٹھہرایا ۔ یعنی عبدالحارث نام رکھا ۔ غیر خدا کیطرف عبد کو مضاف کیا ۔ یہ شرک اکبر نہیں ہے کیونکہ خدا کے نبی ۔ آدم سے اور اون کی زوجہ حوا سے شرک اکبر صادر ہونا بعید از عقل و نقل ہے ۔ پس علمائے وہابیہ کی کتابوں سے بھی عبد کو غیر اللہ کی طرف مضاف کرنا ۔ غلام رسول اور غلام نبی ۔ غلام حسین ۔ غلام احمد ۔ غلام محمد نام رکھنا بلا کراہت جائز ثابت ہوا ۔ فصل الخطاء ص ۲۵ میں ہے ۔ قاری در صحیح الازہر می نگارد ۔ اما ما اشتہر من التسمیۃ بعبد النبی فظاہر کفر الاداء اذا اراد بالعبد المملوک ۔ (ترجمہ) عبدالنبی نام رکھنا جو مشہور ہوا ہے بظاہر تو کفر ہے مگر جب عبد سے مملوک و غلام مراد ہو تو کفر و شرک نہیں ہے ۔ لفظ سید و مولیٰ کا اطلاق بھی غیر اللہ پر قرآن و حدیث سے ثابت اور جائز ہے ۔ یحییٰ علیہ السلام کے حق میں سیدا و حصورا کہا گیا ۔ سورہ یوسف میں ہے ۔ الفیا سیدہا لدی الباب ۔ (ای زوجہا وہو عزیز مصر) زلیخا کو شوہر عزیز مصر پر سید کا اطلاق کیا گیا ہے ۔ سورہ احزاب میں ہے انا اطعنا سادتنا و کبرائنا ۔ سادۃ جمع سید کی ہے ۔ مدینہ شریف میں ہے ۔ قوموا الی سیدکم ۔ مشکوٰۃ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ من سیدکم یا بنی سلمۃ قالوا الجد بن قیس الا ان فیہ بخلا قال وای داء ادوی من البخل ۔ سید کو بشر بن البراء بن معرور ۔ صحیح علی شرط مسلم

صحیح مسلم میں ہے۔ یا فاطمۃ اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء العالمین۔ بخاری میں مناقب بلال میں ہے۔ کہ عمر بن خطاب نے فرمایا ابوبکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی بلالا۔ ان ابنی ھذا سید۔ الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ انا سید ولد بنی آدم ولا علی سید العرب۔ انا سید ولد آدم یوم القیٰمۃ ولا فخر۔ اسیطرح لفظ مولیٰ کا اطلاق بھی غیر اللہ پر ثابت و جائز ہے۔ یوم لا یغنی مولیٰ عن مولیٰ شیئاً۔ الآخر۔ فان لم تعلموا اٰبائھم فاخوانکم فی الدین و موالیکم۔ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین۔ بخاری میں ہے من ترک دینا او ضیاعا فلیاتنی فانا مولاہ۔ بخاری میں ہے کہ زید بن ثابت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انت اخونا ومولانا۔ سمعنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔ پس جبکہ ان تمام دلائل سے غیر اللہ کو سید و مولیٰ کہنا ثابت ہوا تو ہمارے سرکار سید العالمین خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو سیدنا و مولانا کہنا بدرجۂ اولےٰ جائز ہے۔ پس شیخ الوہابیہ ابن عبد الوہاب نجدی نے جو اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد۔ کہنے کو منع کیا۔ اور کتاب دلائل الخیرات کو جلا دیا اور مصنف دلائل الخیرات کو اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد کہنے کی وجہ سے ان کو کافر کہا۔ جیسا کہ صلح الاخوان (صفحہ ۱۱۸) میں مرقوم ہے۔ (حتیٰ کفر صاحب دلائل الخیرات لکونہ یقول فیھا۔ اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد۔ فاحرقھا لذالک فانا للہ وانا الیہ راجعون)۔ محض گمراہی ہے اُس نے اور اُس کے گروہ وہابیہ نے مسلمانوں میں جو جو فتنے و فساد برپا کئے اور کئے جا رہے ہیں۔ روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ شہدائے صحابہ و اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابر و مشاہد مقدسہ و مآثر متبرکہ کو توڑ کر منہدم کر دیا ان بزرگوں کی ہتک حرمت کی۔ اب پھر اُسی کی ذریت سے ابن سعود اور اس کے اعوان و انصار نے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ و مآثر متبرکہ کو توڑ کر مسمار کر دیا۔ قبوں کو منہدم کر دیا۔ وہابیان نجد و ہند نے اُس کی تائید میں فتاوے جاری کئے۔ قبوں کے توڑنے اور منہدم کرنے کو واجب کہا۔ بنائے قبہ و گنبد کو حرام بتایا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ سلف میں سے کسی نے قبہ نہیں بنایا حمیت حق نے اس خادم العلوم کو اظہار حق پر آمادہ کیا۔ اور اللہ پاک نے کتاب برھان الدین کی تالیف کی توفیق عطا فرمائی:۔ جس میں بحوالہ عینی شرح بخاری جلد چہارم صفحہ (۱۹۴) و اصابہ۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر و عائشہ و محمد بن حنفیہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین صحابہ و تابعین نے قبروں پر قبہ و گنبد بنایا ہے۔ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبہ و گنبد بنانے کی تائید میں حضرت عمر رضہ کے قبہ و گنبد بنانے کو سنداً و استدلالاً پیش کیا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی حجرۂ عائشہؓ میں تدفین دلیل ساطع و برہان قاطع ہے اس امر پر کہ مسقف و سایہ دار حجرہ و چار دیواری میں تدفین جائز افضل و مستحسن ہے بلکہ سنت خلفائے راشدین و صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ہے منکرین و مانعین کے پاس ایک دلیل بھی نہیں ہے جس سے قبر و قبہ کو توڑنا واجب ہو سکے۔ جابرؓ کی روایت کا جواب کما حقہ اس کتاب میں مرقوم ہے:۔ ابو الہیاج اسدی کی روایت قابل استدلال نہیں ہے: جسکی کسیقدر تحقیق سابقاً (۶ تا ۸) میں مذکور ہوئی۔ مزید براں یہ کہ اس حدیث کی سند میں حبیب بن ثابت راوی ہے۔ جو ابو وائل سے بلفظ (عن) روایت کرتا ہے حبیب بن ثابت مذکور مُدَلِّس ہے اور مُدَلِّس کی معنعن حدیث محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں ہوتی۔ اسلئے یہ حدیث قابل حجت و سند نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر طبقات المُدَلِّسین کے صفحہ (۱۲) میں فرماتے ہیں۔ حبیب ابن ابی ثابت الکوفی تابعی مشہور یکثر التدلیس وصفه بذلك ابن خزیمة و الدارقطنی وغیرهما و نقل ابو بکر بن عیاش عن الاعمش عنه انه کان یقول لو ان رجلا حدثنی عنك ما بالیت ان رویته عنك یعنی واسقطته من الوسط۔ (ترجمہ:۔) حبیب بن ابی ثابت کوفی مشہور تابعی ہیں۔ تدلیس بہت کرتے ہیں۔ ابن خزیمہ و دارقطنی وغیرہما نے تدلیس سے اس کو موصوف کیا ہے۔ ابو بکر بن عیاش نے اعمش سے نقل کیا ہے اعمش نے حبیب سے روایت کیا ہے کہ حبیب کہتے تھے کہ اگر کوئی آدمی مجھ کو مجھ سے یعنی (اعمش سے) حدیث روایت کرے تو اس راوی کو درمیان سے ساقط کر کے اس حدیث کو میں مجھ سے روایت کرنے میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حبیب مدلس ہے۔ اپنے مُدَلِّس ہونے کا حبیب نے خود اقرار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں فرمایا ہے کہ قال ابن حبان فی الثقات کان مُدَلِّسًا پھر اسکے آگے لکھا ہے قال ابن خزیمة فی صحیحه کان مُدَلِّسًا۔ ابن حبان نے ثقات میں ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ حبیب مدلس تھا۔ نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ قال ابن جعفر النحاس کان یقول اذا حدثنی رجل عنك بحدیث ثم حدثت به عنك کنت صادقا ابن جعفر نے کہا کہ حبیب کہتا تھا کہ کوئی شخص مجھ کو مجھ سے کوئی حدیث روایت کرے پھر میں اسکو ساقط کر کے تجھ سے روایت کروں تو میں صادق ہونگا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ حبیب خود اپنے مدلس ہونیکا اقرار کیا ہے۔ اور اصول حدیث میں مصرح ہے کہ مدلس کی معنعن حجت نہیں قاله النووی فی شرح صحیح مسلم وغیره وغیره۔ پس حدیث ذیل (عن ابی الهیاج الاسدی قال قال لی علی الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته) کو سند و حجت گردانکر وہابیان ہند و نجد کا قبوں کو گرانے کو واجب و فرض و اتباع رسول سمجھنا بالکل لغو و باطل ہے اسلئے کہ

یہ حدیث اصول حدیث کے اعتبار سے قابل حجت و سند نہیں ہے۔ علاوہ اسکے اس حدیث کے لفظ الا سویتہ کا مطلب یہ ہے کہ قبر کو زمین کے برابر کر دے۔ زمین کے برابر کر دینا حدیث رفع شبر و احادیث تسنیم و حدیث اُعلِّمُ بھا قبر اخی کے خلاف ہے۔ پس وہابیہ پر لازم ہے کہ پہلے یہ ثابت کریں کہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں مسلمان قبروں پر قبے بنایا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبوں کے گرانے کیلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ودون خرط القتاد۔ ابوالہیاج اسدی کی روایت میں قبور مشرکین کو گرا دینا مقصود ہے کیونکہ اسلام میں مشرکین کی کچھ عزت نہیں۔ علامہ ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے الجوہر النقی جز اوّل کے صفحہ (۴۶۵) میں فرمایا ہے۔ قلت الظاھر ان المراد قبور المشرکین بقرینۃ عطف التمثال علیھا وکانوا یجعلون علیھا الانصاب۔ والا بنیۃ فاراد علیہ السلام ازالۃ آثار الشرک۔ یعنی حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ظاہری ہے۔ کہ قبور مشرکین کا توڑنا و گرانا مراد ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ تمثال (تصویر) کا عطف قبر پر ڈالا گیا ہے۔ مشرکین قبروں پر بت اور بتائیں بنایا کرتے تھے تو آنحضرت علیہ السلام نے شرک کے آثار مٹانے کے لئے قبور مشرکین کے تسویہ کا حکم فرمایا۔ پس اگر اس حدیث سے قبور مشرکین مراد ہیں تو ہمارے مدعا کے مضر نہیں بلکہ ہمیں کفایت کرتی ہیں کہ قبور مشرکین کا تسویہ مراد (لینا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو اس نے ارض حبش میں دیکھا تھا جس میں تصویریں دیکھیں اسکا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اولئک قوم اذا مات فیھم العبد الصالح او الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ۔ (ترجمہ) یہ ایک قوم ہے جب ان میں بندہ صالح یا مرد صالح فوت ہوجاتا ہے تو اوسکی قبر پر مسجد بناتے ہیں اور اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک شرالخلائق ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین قبروں پر مسجدیں اور تصویریں بناتے تھے۔ اسلئے ان ہی کی قبریں گرانے اور تصویریں مٹانیکا آنحضرت علیہ السلام نے حکم دیا۔ کیونکہ قبور مشرکین کی اسلام میں کوئی عزت نہیں۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے واسطے قبور مشرکین کے اکھیڑنے کا حکم دیا۔ (بخاری) حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد دوم صفحہ (۲۶۰) میں فرمایا ہے اما الکفرۃ فانہ لا حرج فی نبش قبورھم اذا لا حرج فی اھانتھم کافروں کی قبریں اکھیڑنے اور انکی اہانت میں کوئی حرج نہیں۔ کلام تو اہل اسلام خصوصاً صحابائے کرام و اولیائے عظام کے قبور شریفہ کے گرانے میں ہے۔ کہ اس میں تو ہین قبور اہل اسلام ہے جو بالاتفاق ممنوع و حرام ہے۔ علاوہ ازیں ابوالہیاج کی حدیث کا مطلب خود محدثین نے یہی بیان کیا ہے کہ اس سے قبور مشرکین کو مٹانا مراد ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی

نے باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیۃ میں فرمایا ہے۔ دون شیرھم من الانبیاء واتباعھم لما فی ذالک من الاھانۃ لھم بخلاف المشرکین فانہ لا حرمۃ لھم:۔ ایام جاہلیت کے مشرکین کی قبروں کو مٹانے کے بیان میں) انبیاء علیہم السلام اور اُن کے متبعین مستثنیٰ ہیں۔ (یعنی آپ نے انبیاء علیہم السلام اور یہود و نصاریٰ سے جو انبیاء کے متبعین ہیں۔ اُن کی قبروں کے مٹانیکا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ اس (قبر مٹا دینے) میں اُن انبیاء اور اُنکی پیروی کرنیوالوں کی اہانت ہے۔ برخلاف مشرکین کے کہ اُن کے لئے کوئی احترام نہیں ہے۔ قبور مسلمین کے احترام کی حدیث عن عمر و بن حزم قال مر انی النبی صلی اللہ علیہ و سلم متکئا علی قبر فقال لا توذ صاحب القبر۔ رواہ احمد۔ (ترجمہ) عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ مجھکو قبر پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا دیکھکر آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب قبر کو ایذا مت دے۔ پس جبکہ قبر پر ٹیک لگا کر بیٹھنا اہل قبر مسلمان کو اذیت دینا ہے تو مسلمانوں کی قبروں کو توڑ کر مٹا دینے۔ اور زمین کے برابر کر دینے کو آنحضرت علیہ السلام کس طرح گوارا فرماتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو تسویہ قبور مسلمین کا کس طرح حکم دیتے۔ یہ حکم تو جیسا کہ اوپر ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا گیا۔ صرف قبور مشرکین کے لئے مخصوص و منحصر تھا۔ اور اس لئے تھا کہ اُن کی اونچی اونچی قبریں۔ (جن سے رفعت شان مشرکین معلوم ہوتی تھی۔ جیسا کہ مجمع البحار میں لفظ شرف کی تحقیق میں مرقوم ہے۔ الذی بنی علیہ بالجصاۃ حتی ارتفع۔ مشرکین جاہلیت پتھر سے قبر بناتے تھے۔ یہانتک کہ وہ قبر بلند ہو جاتی تھی۔) مقدس سرزمین اسلام سے نیست و نابود کر دی جائیں۔ اور۔ مشرکین کی رفعت و منزلت کے ہر نشان کو مٹا دیا جائے یہ مقصود نہ تھا کہ مسلمانوں کی قبروں کو بھی زمین کے برابر کر دیا جائے۔ ورنہ تسنیم قبور کا حکم نہ ہوتا۔ اور حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کو خود آنحضرت علیہ السلام نے پتھر اُٹھا لاکر مضبوط و مستحکم بلند تعمیر فرما کر ارشاد فرمایا کہ اُعلم بھا قبر اخی تا آخر۔ اور یہ قبر اتنی بلند تھی کہ خارجہ بن زید نے فرمایا کہ ہم میں بہادر وہ شخص سمجھا جاتا جو عثمان بن مظعون کی قبر سے پھاند جاتا۔ جیسا کہ بخاری[1] میں مذکور ہے۔ پس نفس بناء علی القبور ممنوع نہیں ہے بلکہ رفعت بنائے قبور مشرکین ممنوع ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے انہدام و تسویہ قبور مشرکین مقصود و منصوص ہے۔ اور قبروں و قبوں کو توڑنا باعث ایذاء اموات مسلمین ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا انزل من القبر لا توذ صاحب القبر او لا یوذیک۔ (قبر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا

---

[1] بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲۔ قال خارجۃ بن زید رایتنی و نحن شبان فی زمن عثمان و ان اشدنا وثبۃ الذی یثب قبر عثمان بن مظعون حتی یجاوزہ:۔

نہ وہ جانتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا باعث ایذا قبر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے قبر پہ پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ (سعید بن منصور) جسطرح زندہ کی ایذا رسانی کو میں برا سمجھتا ہوں اسیطرح مردہ کی ایذا رسانی کو بھی میں برا سمجھتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر پہ پاؤں رکھنا بھی باعث ایذا رسانی اہل قبر ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی۔ (جس چیز سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے۔ اس سے مردے بھی اذیت پاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے المیت یوذیہ فی قبرہ ما یوذیہ فی بیتہ۔ (جس چیز سے آدمی کو گھر میں ایذا ہوتی ہے۔ قبر میں بھی میت کو اس سے اذیت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قبروں پر بیٹھنا۔ پاؤں رکھنا۔ قبوں کا گرانا۔ مزارات کا کھودنا۔ ان سب امور میں یقیناً اہل قبور کی توہین۔ و ایذا رسانی ہے۔ جو کسی مذہب حق میں جائز نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قبہ و گنبد ہونے سے قبر پرستی ہوتی ہے۔ اسلئے قبروں اور قبوں کو توڑ دینا واجب ہے۔ تاکہ قبر پرستی موقوف ہو جائے۔ تو اب کہا جاتا ہے کہ مسلمان ہرگز بت پرستی و قبر پرستی نہیں کریگا۔ قبر پر فاتحہ پڑھنے و ثواب پہونچانے کا نام قبر پرستی رکھنا بالکل تشدد او حق سے بعید ہے۔ اہل قبور سے فیض حاصل کرنا اور توسل و استمداد جائز ہونے میں کسی اہل حق کو انکار نہیں ہے۔ یہ صرف شیخ الوھابیہ کے اباطیل و لغویات ہیں جو ادنیٰ ادنیٰ کام کی وجہ سے مسلمانوں کو مشرک و کافر بنا دیا۔ مولوی وحید الزماں صاحب نے ہدیۃ المہدی جلد اول صفحہ (۲۸) میں لکھا ہے منہا انہ قال اذا شرع الناس فی تقبیل قبر من قبور الانبیاء و الصلحاء او مسہ او الطواف حولہ فحکمہ حکم الوثن یجب ہدمہ و حفرہ و احراقہ و تمسک بظاہر قولہ اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد قلنا ان قبور الانبیاء و الصلحاء قد ابقی الشارع تعظیمہا فی دیننا فلا یجوز تحقیرہا و اہانتہا و انما یجب منع الناس و زجرہم عن ہذہ الامور و ہذا بعینہ کما لو شرع العوام فی عبادۃ الکعبۃ او الحجر الاسود او الصفا او المروۃ فہل یجوز حفرہا و کسرہا و اہانتہا عند ہذا القائل و معنی الحدیث الدعاء بان لا یجعل اللہ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم کالوثن و الصنم بحیث یعبدہ الناس لا انہ یصیر وثنا یعبادتہم لہ و این ہذا من ذاک و کیف یتفوہ المومن بان قبر النبی یکون رجسا مع ان من الوثن ما ہو رجس۔ قال اللہ تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان و اجتنبوا قول الزور۔ و قطع عمر رضی اللہ عنہ شجرۃ الرضوان محمول علی انہم لم یعرفوہا بالقطع و کانوا یاتونہا فخاف عمر ان یوقعہم فی الغلط۔ او لانہ لم تعمل تعظیم الشجرۃ فی دیننا۔ و کذلک حدیث ابی الہیاج الاسدی

محمول علی قبور المشرکین لان قبور المومنین ما کانت مشرفۃ فی عھد النبی ولا فی عھد علیؓ۔ اما حفر المشاھد الشرکیۃ و احراقھا و کسرھا غیر قبور المؤمنین والمساجد والشعائر المعظمۃ فمتفق علیہ لا یخالف فیہ مسلم وتحریق مسجد الضرار وقع بالوحی الالٰھی والحکم الخاص فلا یقاس علیہ غیرہ وقد قال اللہ تعالٰی ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ والکعبۃ من حرمات اللہ فالمومن بالطریق الاولی من حرماتہ قال النبی المومن اعظم حرمۃ منک (الی قولہ) وانما کلامنا فی التقبیل والمس۔ والطواف حول القبور اذ ھذہ الامور لیست بشرک اکبر۔ بل کرھھا بعض العلماء وجوزھا بعضھم وان کانت الکراھۃ راجحۃ

شیخ الوہابیہ کے تشددات سے یہ بھی ہے کہ اُسنے کہا کہ انبیاء وصلحا کی قبروں کو جب لوگ بوسہ دینے لگیں اور مس کریں اور قبر کے اطراف طواف کریں تو اس قبر کا حکم بت کا حکم ہے۔ اس قبر کو گرادینا اور کھودنا۔ اور اس کی اہانت وتوہین وتذلیل کرنا واجب ہے۔ شیخ نجدی نے ظاہر قول۔ (اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔) سے تمسک کیا ہے۔ ہم (یعنی وحید الزمان) کہینگے کہ انبیاء وصلحا کی قبروں کی تعظیم وعظمت کو ہمارے دین اسلام میں شارع نے باقی رکھا ہے۔ قبروں کی تحقیر واہانت ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن لوگوں کو ان کاموں سے منع کرنا چاہئے اسکی بعینہٖ یہی مثال ہے کہ اگر عوام کعبہ کی عبادت وپرستش کرنے یا حجر اسود وصفا ومروہ کی عبادت وپرستش کرنے لگیں تو کیا کعبۃ اللہ وحجر اسود وصفا ومروہ کو منہدم کرنا گرادینا توڑنا انکی اہانت وتذلیل کرنا اس شیخ الوھابیہ کے پاس واجب وجائز ہوگا نہیں اور حدیث کا معنی صرف دعا ہے اس امر کی کہ قبر شریف نبوی کو اللہ تعالٰی مثل وثن وصنم نہ گردانے جسکی لوگ پرستش کریں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ کی پرستش کیوجہ سے قبر شریف درحقیقت مثل وثن وصنم ہوجائیگی۔ یہ کجا وہ کجا۔۔ (اس حدیث سے اس مدعا کو کیا تعلق۔) مومن اپنے منہ سے کسطرح کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف رجس ونجس وپلید ہوگی۔ باوجود اسکے کہ بعض وثن رجس ونجس وپلید ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے (فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔) حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شجرۃ الرضوان کو کاٹنا اس بات پر محمول ہے کہ صحابہ نے کاٹنے کو نہیں پہچانا۔ اور اس درخت کے پاس آتے تھے اللہ نے انکو غلطی میں واقع ہونے سے بچالیا۔ یہ بات ہے کہ ہمارے دین میں درخت کی تعظیم ثابت نہیں ہے۔ اور اسیطرح ابو الہیاج اسدی کی حدیث قبور مشرکین پر محمول ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کی قبریں بلند نہ تھیں۔ (پس اس حدیث سے مسلمانوں کی قبروں کو توڑنا مراد نہیں ہے۔) لیکن مشاہد ومقامات وقبور مشرکین کا کھودنا اور جلانا اور توڑنا سوائے قبور مؤمنین ومساجد وشعائر معظمہ

کے متفق علیہ ہے۔ جسکا کوئی مسلمان مخالف نہیں ہے۔ اور مسجد ضرار کا جلانا وحی الٰہی و حکم خاص سے متعلق ہے جس پر اسکے غیر کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا کی دی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے گا اس کیلئے اس کے رب کے پاس خیر و بہتری ہوگی اور کعبہ حرمات اللہ یعنی اللہ کی عزت دی ہوئی چیزوں میں سے ہے۔ بندۂ مومن مسلمان بطریق اولیٰ خدا کی عزت دی ہوئی چیزوں میں سے ہے۔ نبی علیہ السلام نے کعبہ سے خطاب فرمایا کہ اے کعبہ مسلمان کی عزت تجھ سے بہت بڑی ہے تا آخر حدیث بیشک ہمارا کلام تو قبروں کو بوسہ دینے اور مس کرنے اور چھونے اور قبروں کے اطراف طواف کرنے کے بارہ میں ہے۔ اسلئے کہ یہ امور (یعنی قبروں کو بوسہ دینا اور اون کو چھونا اور قبروں کے اطراف طواف کرنا شرک اکبر نہیں ہے۔ (جو اسلام سے خارج کردے۔) بلکہ بعض علماء نے مکروہ کہا ہے۔ اور بعض علماء نے جائز کہا ہے۔ اگرچہ کراہت راجح ہے۔ فائدہ سابقاً حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر پیشانی کو رکھنا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبر شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر منہ ملنا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا قبر شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناک پاک کو آنکھوں پر رکھنا احادیث صحیحہ سے ثابت کردیا گیا ہے تو پھر کس طرح کراہت راجح ہوگی۔ کیا یہ جلیل القدر صحابہ فعل مکروہ کے مرتکب تھے۔ نعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد۔ جس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی تھی۔ وہ درخت خود صحابہؓ پر مخفی ہوگیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رجعنا من العام المقبل فما اجتمع منا اثنان علی الشجرۃ التی بایعنا تحتھا کانت رحمۃ من اللہ (ترجمہ) انہوں نے کہا کہ ہم آئندہ سال اس جگہ آئے جہاں بیعت الرضوان ہوئی تھی۔ ہم میں سے دو آدمی بھی اس درخت پر متفق نہ ہوئے۔ جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی۔ یعنی اس شجرۃ الرضوان کا صحیح پتہ کسی کو یاد نہ رہا۔ وہ درخت یا اوسکا اخفا خدائے تعالیٰ کی رحمت تھا۔ اسیطرح سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ لقد رایت الشجرۃ ثم اتیتھا بعد فلم اعرفھا دوسری روایت میں ہے۔ نسیناھا فلم نقدر علیھا۔ (میں نے وہ درخت دیکھا پھر میں آیا تو میں پہچان نہ سکا کہ کونسا درخت ہے۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم یعلموھا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو تو اس درخت کا علم نہیں۔) پس جبکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس درخت کا پتہ نہ رہا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کاٹا تو کس درخت کو کاٹا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا شجرۃ الرضوان کو کاٹنا صحیح نہیں ہے :۔ مولوی

وحید الزماں صاحب کی عبارت نقل کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ابو الہیاج اسدی کی روایت سے مسلمانوں کی قبروں کو توڑنے پر استدلال کرنیکو غلط کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث سے مشرکین کی قبروں کا توڑنا مراد ہے۔ اور مسلمانوں کی قبروں کو توڑنے سے مسلمان موتی کی توہین وتحقیر لازم آتی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ انبیاء وصلحا کی قبروں کی تعظیم وعظمت کو شارع نے باقی رکھا ہے۔ اگر کوئی قبور صالحین کی پرستش کرے تب بھی ان قبور کو توڑنا حرام ہے بلکہ قبر پرستی سے منع کرنا چاہیے۔ اور قبر کی پرستش سے وہ قبر صنم ووثن وبت نہیں ہو سکتی۔ ورنہ اگر کوئی شخص کعبہ وحجر اسود کی پرستش کرے تو کعبہ کو توڑنا بھی واجب ہوگا۔ جو بالکل باطل ہے پس مولوی صاحب مذکور نے اپنی گروہ کو رد کر دیا ہے۔ فاعتبروا۔ (قبروں پر قبہ بنانے پر مزید دلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ)۔

(۱) قال ابن القصار۔ البناء علی القبر وفوقه انما یکرہ فی مقابر المسلمین للتضیق علیهم واما فی ملك الرجل فجائز۔ (ترجمہ) ابن قصار علامہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے وقف عام قبرستان میں مسلمانوں پر جگہ کی تنگی کی وجہ سے قبروں پر تعمیر مکروہ ہے۔ لیکن اپنی مملوکہ زمین میں قبہ وگنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔

(۲) افتی ابن الرشد ان کان البناء فی ملك الرجل فحکمه حکم بناء الدور۔ (ترجمہ) قدمائے اکابرین سے مشہور علامہ ابن رشد نے یہ فتوے دیا ہے کہ اپنی مملوکہ زمین میں قبروں پر قبہ وگنبد وچار دیواری وغیرہ وغیرہ حسب خواہش بنانا جائز ہے۔ جسطرح کہ حسب خواہش گھر بنانا جائز ہے (اکمال شرح مسلم)۔

(۳) ابن حجر عسقلانی نے حدیث قال عثمان ابن حکم اخذ بیدی (الی آخرہ) کے تحت میں علامہ ابن رشد کا ارشاد نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے ھی ان ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلا لحی لا لاظلال المیت فقد جاز کما یجوز القعود لغرض صحیح۔ (ترجمہ) خیمہ نصب کرنا اگر غرض صحیح مثلاً زندوں کو دھوپ سے بچنے کے لئے ہو میت کو سایہ کرنے کے لئے تو بیشک جائز ہے جیسا کہ غرض صحیح کے لئے بیٹھنا جائز ہے۔ خیمہ وقبہ وگنبد وغیرہ عمارت سب ایک ہیں۔ بنائے قبہ وگنبد وغیرہ میں زینت پائی جانے کے سبب سے ممنوع قرار دیا تو خیمہ نصب کرنے میں بھی زینت وآرائش پائی جاتی ہے۔ یہ خیمہ بھی ممنوع ہونا چاہئے اگر غرض صحیح کے لئے خیمہ نصب کرنا جائز ہے تو بنائے قبہ وگنبد وعمارت بھی جائز ہے۔

(۴) اکابر متقدمین سے بڑے مشہور علامہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کشف السر عن اصحاب القبور میں فرمایا ہے۔ ان البدعة الحسنة المتفق علیها المقصود بها التوسع تستمی سنة فبناء القباب علی قبور الاولیاء والصلحاء وضع الستور والعمائم والثیاب امر جائز من تعظیمهم فی اعین العامة۔ (ترجمہ) جو بدعت حسنہ کہ مقصد

شریعت کے موافق ہو وہ سنت ہے۔ پس اولیاء و صلحا کی قبروں پر قبے بنانا و غلاف ڈالنا۔ اور عمامے اور کپڑے رکھنا۔ عام نظروں میں اُن اولیاء و صلحا کی عظمت و تعظیم ثابت کرنے کے لئے جائز ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی صاحب نے تفسیر روح البیان جلد چہارم صفحہ (۴۲) میں فرمایا۔ وَفِی کشف النور لابن النابلسی اما قول بعض المغرورین باننا نخاف علی العوام اذا اعتقدوا اولیاء من الاولیاء وعظموا قبرہ والتمسوا البرکۃ والمعونۃ منہ ان یدرکھم اعتقاد ان الاولیاء یؤثرون فی الوجود مع اللہ فیکفرون ویشرکون باللہ تعالیٰ فنمنعھم عن ذلک وتھدم قبور الاولیاء ونرفع البنایات الموضوعۃ علیھا ونزیل الستور عنھا ونجعل الاھانۃ للاولیاء ظاھرا حتی تعلم العوام الجاھلون ان ھؤلاء الاولیاء لو کانوا مؤثرین فی الوجود مع اللہ تعالیٰ لدفعوا عن انفسھم ھذہ الاھانۃ التی نفعلھا معھم فاعلم ان ھذا الصنیع کفر صراح ماخوذ من قول فرعون علی ما حکاہ اللہ تعالیٰ لنا فی کتابہ القدیم وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ۔ ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد۔ (ترجمہ) علامہ عبدالغنی ابن نابلسی رحمہ اللہ نے کشف النور میں فرمایا ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ ہم عوام پر ڈرتے ہیں کہ جبکہ وہ کسی ایک ولی کے معتقد ہو جائینگے۔ اور اسکی قبر کی عظمت و تعظیم کرینگے۔ اور اس سے برکت و مدد حاصل کرینگے تو ان میں یہ اعتقاد پیدا ہوگا کہ اولیاء اللہ خدا تعالیٰ کے ساتھ وجود میں شرکت تاثیر رکھتے ہیں تو (اس اعتقاد کے سبب) کافر و مشرک ہو جائینگے اس لئے ہم اُن کو اس سے منع کرتے ہیں۔ اور اولیا کی قبروں کو گرا دیتے اور توڑتے ہیں۔ ان قبروں پر بنائی ہوئی عمارتوں و قبوں کو برخاست کر دیتے ہیں۔ اور ان کے غلاف دُور کر دیتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی ظاہراً اہانت کرتے ہیں۔ تاکہ عوام لوگ سمجھ لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ مؤثر و قادر ہوتے تو اپنے نفسوں سے اس اہانت کو (جو ہم اُن کے ساتھ کر رہے ہیں۔) دفع کرتے۔ پس جان تو کہ یہ کام صریح کفر ہے۔ اور فرعون کے قول سے ماخوذ ہے۔ جو فرعون نے کہا تھا۔ کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں۔ موسیٰ اپنے رب کو اپنی مدد کے لئے بلائے پکارے میں ڈرتا ہوں کہ وہ موسیٰ تمہیں بدل دیگا۔ یا زمین میں فساد برپا کریگا۔" پس قبے گرانے والے بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ ہم قبے گراتے ہیں۔ اگر ان اہل قبور میں کچھ طاقت ہے تو ہم کو روک دیں یہ نہیں جانتے کہ اولیاء اللہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) بغیر رضائے الٰہی کچھ نہیں کرتے ہیں۔ خود غیرتِ الٰہی ایسے لوگوں کو پکڑ لیتی ہے۔ ان بطش ربک لشدید

تشدید۔ خلاصہ یہ کہ قبر پر سقف قبہ و گنبد بنانے کی حرمت اور ممانعت پر نہ کوئی آیت قرآنی ہے۔ اور نہ کوئی حدیث۔ جابرؓ کی روایت اَنْ یُبْنیٰ علیہ کا مطلب صرف یہی ہے کہ نفس قبر پر یہود و نصاریٰ کی قبروں کی ہیئت و شکل و وضع سے بلند لاٹ کی طرح تعمیر ممنوع ہے۔ اور ایسی ہی قبروں کو زمین کے برابر کر دینے کا ابوالہیاج اسیدی رحمہ اللہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ۔ جابرؓ کی روایت۔ اور ابوالہیاج اسدی کی روایت ہر دو روایتوں کا ایک ہی مطلب و مقصد ہے۔ لیکن قبر سے منفصل و علیحدہ قبر کے اوپر چھت و سقف و قبہ و گنبد بنانے۔ اور قبر کے اردگرد اطراف۔ چار دیواری و چوکھنڈی و حجرہ بنانے کی حرمت و ممانعت کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی حدیث قبر پر سقف و قبہ بنانے کی حرمت اور ممانعت کے بارہ میں ہوتی۔ یا روایت جابرؓ کا مفہوم و مدعا حرمت و ممانعت بنائے سقف و قبہ علی القبور ہوتا تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) چاروں خلفائے راشدین و جمہور صحابہ حدیث و فرمان نبوی (صلعم) کی خلاف ورزی ہو عدول حکمی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سقف و قبہ والے حجرۂ عائشہ میں ہرگز ہرگز دفن نہ کرتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سقف و قبہ دار حجرۂ عائشہؓ میں مدفون اور آسودہ ہونا ہی ایک ایسی دلیل قوی ہے کہ اس کے بعد مخالفین بناء کی زبانیں بند ہو جانی چاہئیں۔ کیونکہ جمہور صحابہ (علیہم السلام) کے اجماع اور اتفاق سے سقف و قبہ دار حجرۂ عائشہؓ میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری آرامگاہ و مرقد مقدس بنایا گیا۔ جو اسلام کا سب سے بڑا اور سب سے اولین قبۂ قبۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے ؎ دل و جانم فدائے نامش باد + بناء خواہ حجرہ کی شکل میں ہو۔ یا عالیشان مقبرہ کی صورت میں ہو۔ پہلے سے تیار شدہ مکان ہو۔ یا دفن میت کے بعد تعمیر کیا جائے۔ سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا مدفن اُن کی وفات کا مقام ہونا ضروری ہے اسلئے حجرۂ عائشہؓ میں جو مقام قبض روح شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کا مدفن و مرقد مقدس قرار دیا گیا۔ یہ انبیاء (علیہم السلام) کی خصوصیت ہے اگر حجرۂ عائشہؓ میں آنحضرت علیہ السلام کی وفات نہ ہوتی تو قبہ دار مسقف حجرہ میں تدفین کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسکا جواب یہ ہے کہ مقام قبض روح شریف نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حجرۂ عائشہؓ کی زمین کا ایک ٹکڑا تھا۔ چھت اور دیواروں کو صحابہؓ نے کس لئے باقی رکھا۔ اگر انبیاء (علیہم السلام

والسلام) کی خصوصیت تھی تو حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحابہؓ نے قبۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں کس لئے دفن کیا۔ کیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ یا صحابہؓ نے عمداً خدا و رسول کے حکم کی خلاف ورزی و عدول حکمی کی۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی از سر نو تعمیر و تجدید کی۔ کیا انہیں بھی بدعتی کہا جائیگا۔ حالانکہ وہ جلیل القدر تابعی اولی الامر سے ہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد ایسا افضل اعلیٰ متقی و دیندار پیدا نہ ہوا۔ پس قبۃ النبیؐ کے ہوتے ہوئے کسی اہل حق مسلمان کو جواز بناء قبہ و گنبد کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔ قبوں کا بنانا پانچویں صدی کی بدعت ضلالۃ نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ و سنت خلفائے راشدین و اجماع صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی پیروی ہے۔ خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرمائے۔ اور اس کتاب کو مقبول خاص و عام فرما کر مؤلف کی نجات و مغفرت کا وسیلہ جمیلہ گردانے۔ آمین۔

الف ھذا الکتاب الفقیر الی اللہ الغنی ابو الفضل السید محمد مخدوم الحسینی المشہور بخواجہ پیر حسینی القادری اللطیفی اللاہوری۔

اللھم اغفر لمؤلف ھذا الکتاب ولآبائہ وامھاتہ ولاسلافہ ولاخلافہ واھلبیتہ ومشائخہ واصحابہ واحبابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

تم ھذا الکتاب بفضل اللہ الوھاب :-

قطعۂ تاریخ طبع کتاب برھان الدین از مؤلف لکمترین غفر اللہ لہ ولاسلافہ ولاخلافہ اجمعین

شد مکمل کتاب خیر الرشد — شکر انعام منعم منعام

۱۳ ۴۵

طبع برہان دین بفضل اللہ — ختم شد بشنو از سر الہام

۱۳ ۴۴

۵

آ

ذکر شریف سید المشایخ والسادات سند السعادات زبدۃ الکاملین عمدۃ العارفین مراد المریدین مرشد السالکین خواجہ خواجگان حضرت سید خواجہ برہان الدین حسینی قادری چشتی نظامی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس

واضح ہو کہ شجرۂ انساب خاندانی و کتاب شرف الانساب میں پیر و مرشد ممدوح برہان الدین ولیا کا نسب پدری فی تبار حسنی ذیل مرقوم ہے نسب پدری حضرت سید السادات خواجہ برہان الدین حسینی قدس سرہ بن سید السادات خواجہ شمس الدین حسینی ابن سید السادات میران شاہ حسینی ابن سید السادات حضرت بابا شاہ حسینی ابن سید السادات حضرت شاہ ظہیر الدین حسینی ابن سید بدر الدین حسینی ابن سید احمد اللہ حسینی ابن سید محمد حسینی ابن سید شاہ ولایت حسینی ابن سید شاہ علی حسینی ابن سید محمد حسینی ابن سید مصطفےٰ حسینی ابن سید محمد اکبر حسینی ابن سید رضا حسینی ابن سید جعفر حسینی ابن سید عبد اللہ حسینی ابن سید اصغر حسینی ابن سید حسین حسینی ابن سید علی حسینی ابن سید محمد حسینی ابن سید اسماعیل الاعرج الحسینی الجعفری ابن سیدنا حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیدنا امام محمد الباقر ابن سیدنا ابو محمد علی المشہور بسیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیدنا سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام ابن سیدنا امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور نسب مادری حضرت خواجہ برہان الدین حسینی قدس سرہ ابن سیدہ بی صاحبہ بی قدس سرہا بنت حضرت سید شاہ حسین رضوی نقاری ابن سید شاہ طاہر ثانی رضوی ابن سید احمد اللہ رضوی ابن سید شاہ طاہر بغدادی رضوی ابن سید حاجی سید شاہ حیدر بغدادی رضوی ابن حاج الحرمین سید عبد اللہ رضوی ابن سید شاہ رضوی ابن سید جعفر رضوی ابن سید عبد الکریم رضوی ابن سید عبد الوہاب رضوی ابن سید عبد الرحیم رضوی یمنی ابن سید حسین حسینی رضوی بغدادی ابن سید محمد صوفی رضوی ابن سید نصری حسینی صوفی رضوی ابن سید ابراہیم رضوی ابن سید اسماعیل حسینی رضوی ابن سید جعفر رضوی ابن سید ابو القاسم رضوی ابن سید عبد اللہ حسینی رضوی ابن سید ابو الحسن رضوی ابن سیدنا موسیٰ المبرقع ابن سیدنا امام محمد تقی ابن سیدنا امام علی موسیٰ الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیدنا امام موسیٰ الکاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیدنا امام جعفر الصادق ابن سیدنا امام محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیدنا ابو محمد علی الاوسط المعروف بسیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیدنا سبط رسول الثقلین امام حسین ابن سیدنا امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت خواجہ برہان الدین اولیا کو خرقۂ خلافت طریقۂ قادریہ و چشتیہ نظامیہ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ شمس الدین حسینی قادری چشتی نظامی سے حاصل ہے چنانچہ ہر دو طریقہ کے پیران نامدار و مرشدان کامگار کے شجرہ ہائے منظومہ متضمن جو بار ی و نعت رسول بر سبیل وحدت الوجود اس تبار کے صدہا مہر مزین ہے حضرت پیر و مرشد ممدوح افضل المتوکلین ذاکر شاکر قانع و صابر عارف یگانۂ زمانہ تھے توحید حقیقی و ایمان تحقیقی کی تعلیم و تفہیم میں سرمۂ آفاق تھے یہ کلمہ ہر زمانہ اور ہر سمع اللہ کے سر رہا ہمارا بابک مشہور رہے ۵ بسم اللہ میں الحمد الحمد میں مصحف سب ۵ بسم اللہ کے ب نقطہ میں سب مطلب ۵ لاہوت سے ناسوت کی ابتدا اور ناسوت سے لاہوت تک انتہا اور سیر عروجی و نزولی اور مبدا المبادی کی تحقیق و تدقیق سے طالبان طریق کو مستفیض و واصل الی اللہ فرماتے تھے آپ سے بہت سی فیض یافتہ حضرات ہیں چند قابل ذکر خلفا یہ ہیں (۱) اول سید خواجہ امین الدین حسینی عرف معصوم پیر حسینی قادری چشتی نظامی برادر خورد حضرت برہان الاولیا جنکا مزار مقدس ادونی میں ہے خلیفۂ دوم حضرت خواجہ شمس الدین حسینی عرف سید صاحب پیر حسینی قادری چشتی فرزند حضرت برہان الاولیا ممدوح خلیفۂ سوم سید عنایت اللہ حسینی بخاری نبیرۂ سادات ہنابا د و خلیفۂ چہارم حکیم خواجہ احمد اللہ شاہ قادری چشتی نظامی خلیفۂ پنجم حضرت سید اکبر حسینی نبیرۂ حضرت سید دین اللہ حسینی مدفون پہاڑ پر محل قریب بڑے خان گڈور ضلع کرنول جنکے نواسہ خواجہ اکبر حسینی اسوقت سجادہ درگاہ حضرت خواجہ من اللہ حسینی از اولاد بندہ نواز گلبرگی رحمۃ اللہ علیہ فالحال کا واضح ہو کہ حضرت سید خواجہ امین الدین حسینی مدفون پہاڑ پر محل قریب بڑے خان گڈور کو بھی خلافت قادریہ چشتیہ و نظامیہ حضرت سید خواجہ برہان الدین قدس سرہ کے بعد از حضرت سید خواجہ میران شاہ حسینی قادری چشتی نظامی قدس سرہ السامی حاصل ہے حضرت برہان الاولیا خانہ نشین عزلت گزین تھے نماز پنجگانہ کے علاوہ

نماز جمعہ و عیدین بھی پنجمکانی آستان عالیہ میں ہی ادا فرماتے تھے چنانچہ اس زمانہ کا منبر جو بی و مصلی مقدس تا ہنوز موجود ہے اور نماز عیدین تو اب تک بھی اسی مکان مقدس میں آپکے سجادہ نشین اولاد و احفاد ادا کرتے ہیں کہ قول شریف کے بادشاہ ان وقت پنجاب زمانہ میں جاگیر و یومیہ معاش نذر گزرانتے رہے مگر حضرت خواجہ پیر برہان الاولیاء نے ہرگز قبول نہیں فرمایا تھا جب نواب غلام رسول خان بہادر نے انقلاب ریاست کے وقت یومیہ حضرت برہان الاولیاء کے نام جاری فرمایا تھا جسکو بمشرح تحقیقات انعامات و عطیات جمع شدہ رقم یومیہ حضرت برہان الاولیاء کے پاس پیش کرکے رسید طلب کی تو حضرت ممدوح نے یہ ارشاد فرما کر رقم کو واپس فرمادیا کہ جو یومیہ پیر برہان الاولیاء لگوا سکو سو رقم یومیہ ادا کرو یہ تو فقیر پیر برہان الدین سے خود نواب صاحب کے عہد حکومت میں یومیہ جاگیر کو قبول نہیں کیا تو اب انگریزی حکومت میں کیونکر قبول کریگا۔ مشرصاحب مزید اصرار پر بھی مزید انکار فرماتے رہے جس سے وہ یومیہ مسدود ہوگیا۔

پنجگی جنگلی و بے طمعی کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ نواب منور خان بہادر والی کرنول شریف کے عہد حکومت میں کسی جرم کی سزا میں حاجی عرب کو ہاتھی پر بٹھا کر بانکو باندھکر ہاتھی کو شہر میں گشت کروایا گیا تھا اور یہ سرکاری اعلان حکم مشتہر ہوا تھا کہ ہاتھی کو کوئی راستہ میں نہ روکے نہ ان مجرمین کو پانی پلائے جو عدول فرمان شاہی کریگا وہ مستحق سزائی وار ہوگا۔ یا خارج البلد کردیا جائیگا اس سخت فرمان شاہی سے گھبرا کر کسی کی جرأت نہوئی کہ وہ پیاسے مجرمین کو باوجود العطش العطش کہنے کے پانی پلاسکے لیکن جب ہاتھی مقدس حضرت برہان الدین حسینی کے آستانہ عالیہ پر گزرا تو آپنے فیلبان سے فرمایا کہ ہاتھی کو ٹھہرا کر روکدے فیلبان نے عرض کیا کہ حاکم کا حکم نہیں ہے کہ ہاتھی کو روکا جائے نہ ان مجرمین کو پانی پلایا جائے پیر و مرشد ممدوح نے فرمایا کہ تیرے حاکم کا حکم ہو تو کیا میرے حاکم کا حکم نہیں ہے کہ یا سو مجرمین کو پانی پلایا جائے ہاتھی کو روکدے میں پانی پلاؤنگا آئندہ جو کچھ ہی ہو مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے پس ہاتھی کو روکدیا اور ان سو مجرمین کو پانی پلایا اور بحکم پائے گدا لنگد نیت ملک خدا تنگ نیت کرنول شریف سے ہجرت کرنے پر مستعد ہوئے جب نواب صاحب نے کرنول کو حضرت ممدوح کے ارادہ ہجرت کرنیکی کیفیت معلوم ہوئی تو فوراً حاضر ہوکر عرض کیا کہ اس میرے حکم سے پیر و مرشد قبلہ مستثنیٰ ہیں جو کچھ حضرت نے عمل فرمایا بجا و درست ہے حضرت قبلہ یہاں سے ہجرت کا قصد نہ فرمائیں نواب صاحب کے اصرار پر پیر و مرشد ممدوح نے ہجرت کا قصد ترک کرکے کرنول ہی میں قیام فرمایا حال یہ کہ ذات عالی عجب نرالی شان لاابالی تھی بے طمع ہونیکی وجہ سے نہ امیر کی پرواہ تھی نہ رئیس کا کچھ خوف کبھی بیس کرنول کے دریا میں تشریف فرما ہوئے بیٹھے فقیر علی باب الامیر نہیں رہتے بلکہ نحن للفقیر فی ذکر المولی القدیر رہتے زندگی بھی میں اپنی قبر تیار کرادی اور اکثر تلاوت قرآن و اذکار و اوراد سے معمور رہتے تھے سنہ ۱۱۲۱ھ آپکا وصال ہوا ساحل نہر سندری رگھڈ زیرہ پور میں مرتد مقدس زیارتگاہ خلق اللہ ہے مکمل خاکہ کا نسب نامہ کی سطر پر ہے کہ ابوالفضل سید محمد مخدوم الحسینی عرف خواجہ پیر حسینی بن مولانا السید شاہ محمد عبدالقادر محی الدین حسینی قادری بن مولانا سید خواجہ شمس الدین حسینی عرف سید صاحب پیر صاحب تادری بن مولانا و مرشدنا سید خواجہ برہان الدین حسینی قادری قدس سرہ اسکے بعد سے حضرت امام حسین و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی اسماء مبارکہ ہیں جو حضرت برہان الاولیاء کے نسب پدری میں مذکور ہیں۔

نسب مادری مع خاکہ کا یہ خاکہ ابوالفضل سید محمد مخدوم حسینی عرف خواجہ پیر حسینی بن سیدہ سکینہ بی بی عرف احمد بی بی غفر اللہ لہا بنت سید شاہ صاحب پیر صاحب قادری بن سید شاہ محی الدین قادری بن سید شاہ عبداللطیف مخدوم عرف سید شاہ میاں صاحب ثانی قادری بن سید شاہ محی الدین قادری بن سید پیر میاں صاحب قادری بن سید عبداللہ شیدی سہیل الشہید بن سید الاولیاء سید شاہ عبداللطیف الابانی الحموی البغدادی ثم الکرنولی قدس سرہ بن سید شاہ طاہر حموی بن سید شاہ زاہد حموی بن سید شاہ کمال الدین عارف حموی بن سید ہاشم حموی بن محمد حموی بن سید شہاب الدین احمد حموی بن سید بدرالدین حسن قادری بن سید علاؤالدین علی قادری بن سید شمس الدین محمد قادری بن سید سیف الدین ابوبکر یحییٰ قادری بن سید طیفور ابوالسعود احمد عرف شہاب الدین احمد قادری بن ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بن سید عماد الدین قاضی ابوصالح نصر قادری بن سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قادری بن شیخ المشائخ و سید السادات سیدی و مرشدی و مولائی غوث صمدانی محبوب سبحانی ابومحمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی الحنی الحسینی قدسنا اللہ بسرہ الاقدس النورانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اللھم اغفر لھم و ارحمھم و اغفر لنا و ارحمنا معھم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

تم الکتاب سنہ ۱۳۴۵ھ

تنزلات ستہ

مصنفہ

حضرت ملک العلما بحر العلوم مولنا عبد العلی قدس اللہ سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان الذی تنزہ عن کل نقص وتقید وتقدس عن کل ما یتوہم فی الکائنات من تجدد فہو المحمود فی کل مظہر وہو المعبود فی کل معبد ونشہد ان لا الہ الا ہو وان محمدا مظہرہ الاتم رسولہ وعبدہ صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ واہل بیتہ واصحابہ اجمعین - اما بعد فیقول الفقیر الی اللہ الرحمن الرحیم عبد العلی ابن الواقف علی اسرار اللہ نظام الدین محمد الانصاری انی کنت صنفت رسالۃ عربیۃ فیما علیہ الصوفیۃ الکرام والاولیاء العظام من مسئلۃ وحدۃ الوجود وشہود الحق فی کل موجود مع بیان التنزلات الستۃ التی للذات فیہا ظہور وللعباد المصطفین فیہا اللحق شہود وثم امرنی بان احرر رسالۃ فارسیۃ فی تبیان تلک المسئلۃ من امہ مطاع والمخالفۃ عنہ لا یستطاع الذی اقرع فی قالب السخا والنوال والبس من الجود حلیۃ الکمال واعطاہ اللہ تعالی الخلق الکریم وجعلہ مورد عنایات الرحیم الامیر ابن الامیر النواب والاجاد محمد علی خان انور الدین خان بہادر عاملہ اللہ تعالی بالاحسان فامتثلت الامر وجہت عنان التحریر الیہا وفصختہا بالاحستام - اللہم اجعلہا تبصرۃ لکل طالب مبتد وتذکرۃ لکل منتہ فہا انا اشرع - بدانکہ ذات واجب سبحانہ تعالی عبارت است از وجود ووجود عین حقیقت وے است سبحانہ مراد ہیت از وجود مصدریکہ مفہوم بودن است چیزے معنی اتراعی است تعالی اللہ تعالی عن ان یکون ہذا المعنی عینہ بلکہ وجود عبارت است از متحقق بمصداق وجود مصدری است وبنفس ذات خود کافی است در موجودیت - پس ذات حق سبحانہ نفس وجود است ودر مرتبہ ذات خود بسی است از شوب کثرت وماسوای وے کہ معبر است بعالم شیونات وتعینات مظاہر اوست سبحانہ وتعالی و او سبحانہ علی الفراست دریں شیونات وساری است دراں نہ سریان حلولی ونہ سریان اتحادی ومثال این سریان سریان وجود است در اعداد کہ اعداد عبارت است از وحدات بلا زیادت این عین واحد ظاہر

است در کثرت و این کثرت نمی ذاتها وجود ندارد و این کثرت موجود ظاہر است بوجود ذات وے سبحانہ کہ عین وجود است بلکہ وجود وے سبحانہ ظاہر است دریں کثرت۔ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن سبحان اللہ تعالیٰ شیر کون۔ پس ذات واجب سبحانہ وجود مطلق است از ہر قیود حتی کہ از قید اطلاق نیز مطلق است و در مرتبہ ذات خود نیست کلی و نہ جزوی و نہ واحد بوحدت زائدہ و نہ کثیر و نہ ہیچ و صفے زاید از اوصاف و او سبحانہ منزہ و مقدس است از تقیدات و در مرتبہ ذات خود واحد است یعنی آنکہ نیست شریک وے اصلا و اوست سبحانہ و تعالیٰ واجب الوجود نہ ذات خود و عالم عبارتست از تعینات و شیونات ایں ذات کہ وجود مطلق است پس او سبحانہ حق منزہ است در حد ذات خود و اوست مشبہ در مظاہر کونیہ و ذات حق سبحانہ و تعالیٰ را دو کمال اند۔ یکے کمال ذاتی کہ او سبحانہ تعالیٰ کامل است بذات خود واجب الوجود است بذات خود بلکہ عین وجود است و حاضر است بذات خود نزد ذات خود غنی است دریں کمال از عالم کہ عبارت است از ماسوائے او از تعینات۔ و کمال دیگر کمال اسمائی۔ کہ عبارت است از متصف شدن ذات بصفات ذات و بصفات افعال و بصفات فعلیہ و انفعالیہ و موسوم بودن باسما و اسم عبارتست از ذات مقیدہ بصفتے و اتصاف بایں صفات ممکن نیست مگر بعد ثبوت اعیان چہ علم بے معلوم متصور نیست و نہ قدرت بے مقدور و نہ خلق بے مخلوق و ہم بریں قیاس و اعیان ہم ثبوت علمی یافتند پیش از وجود عینی۔ پس علم بآں اعیان متعلق شد پس ایں معلومات حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ را عالم گردانیدند چہ علم تابع معلوم است و ایں اعیان چوں باستعدادات خود تقرر یافتند علم بآنہا متعلق شد۔ بوجہے کہ بودند و ہمچنیں ایں اعیان مقدور و مراد شدند۔ و قدرت و ارادت بآنہا تعلق گرفت۔ پس حق را تعالیٰ در وے مریدگردانیدند و بریں قیاس صفات دیگر پس در کمال اسمائی غنا ازیں اعیان نیست و اما اسمائے حسنی خواہ تنزیہیہ اند یا تشبیہیہ پس ظہور آں بوجہے کہ احکام آں ظاہر میشود بے مجالی و مظاہر ممکن نیست پس ظہور آں اسما بہ احکام موقوف بر وجود مظاہر است در خارج پس کمال اسمائی متصور نیست مگر بوجود عالم پس حق تعالیٰ اعیان عالم را موجود ساخت و مظہر اسمائے خود گردانید تا اسماء و احکام اسما ظہور یابد و کمال اسما بر وجہ کمال حاصل شود پس در ظہور اسما غنا نیست از وجود خارجی عالم و نیست غنا الا در مرتبہ کمال ذاتی چنانچہ حافظ شیراز می فرماید **شعر** پرتو معشوق گر افتاد بر عاشق چہ سود ✦ ما بود محتاج بودیم او بما مشتاق بود ✦ و شاہد است بآنچہ گفتہ شد ایں حدیث قدسی کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اللہ تعالیٰ میفرماید کہ بودم من گنج مخفی در غیب پس دوست داشتم کہ معروف شوم و ظاہر گردم پس پیدا کردم خلق را تا مظاہر من و اسما من شوند و ایں حدیث اگرچہ محدثان بضعف او تصریح کنند لیکن صحیح است نزد اہل کشف کہ صحیح کردند از جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم از آنچہ گفتیم ظاہر شد کہ حقیقت واجب سبحانہ وجود مطلق است و حقیقت حقائق ممکنات شیونات و تعینات اوست پس واجب ممکن نمی تواند شد و ممکن واجب نمی تواند شد و مطلق را وجوب لازم است و متعین را امکان و محال است کہ مطلق عین متعین گردد۔ بوجہے کہ اصلا تغایر نماند۔ اطلاق مطلق باطل شود و نیز محال است کہ متعین عین مطلق گردد۔ بہ بطلان تغایر زیرا کہ تعین انہ متعین باطل و

زائل نمیشود اصلا در واقع اگرچہ زائل میشود و در شہود چنانکہ سالک چون در مرتبۂ فنا فی اللہ رسد۔ تعین مشہود وے نمی باشد و او غافل از تعین خود میشود و اما در واقع تعین مرتفع نمیشود۔ و نیز ظاہر شد کہ حق سبحانہ در کمال اسماء غنی از عالم نیست اگرچہ در مرتبۂ کمال ذاتی خود مستغنی است و نیز ظاہر شد۔ کہ او سبحانہ حق منزہ است در مرتبۂ ذات و او ست سبحانہ مشبہ در مظاہر پس او ست جامع میان تشبیہ و تنزیہ۔ و نیست منزہ محض بوجہے کہ قابل اوصاف تشبیہ نباشد۔ اصلا چنانچہ اشعریہ میگویند چہ تنزیہ بایں وجہ تقیید است و نیست مشبہ محض چنانکہ مجسمہ میگویند چہ ایں تشبیہ تحدید است و اللہ تعالیٰ منزہ است از ہر تقید و تحدید۔ و او سبحانہ مشبہ است در عین تنزیہ کہ او ست با تنزیہ خود در مظاہر۔ و منزہ است در عین تشبیہ چہ اعیان ہالک اند و او ست موجود۔ پس مشبہ بہ چیز باشد و در قرآن شریف نصوص او الہ بر تشبیہ کثیر اند از نصوص و الہ بر تنزیہ و اشعریہ دریں نصوص کمر بر تاویل بستہ اند و نص تنزیہ را بر آں قرینہ گردانیدہ اند۔ شیخ اکبر شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ فرمودہ اند کہ مثل ایشان مثل کسے است کہ ایمان آرد ببعض و کفر کند ببعض۔ نیز میگویند کہ عقل اتصاف او سبحانہ با وصاف تشبیہ محال میداند۔ پس عقل قرینہ است بر تاویل نصوص تشبیہ۔ و شیخ اکبر میفرماید کہ عقل حکم میکند بہ ثبوت رسالت رسل و صدق ایشان در اخبار بسبب دلالت معجزہ رسل کرام خبر دادہ اند بہ ثبوت صفات تشبیہ۔ پس می باید کہ ایں اخبارات نیز صادق باشد۔ پس ثبوت تشبیہ لازم می آمد بہ عقل پس باز ابا آوردن از احکام نصوص تشبیہ از غلاط عقل است پس اعتماد بر آں عقل نشاید و شیخ اکبر قدس سرہ میفرماید در بیان تشبیہ و تنزیہ ؎

فَاِنْ قُلْتَ بِالتَّنْزِیْہِ کُنْتَ مُقَیِّدًا ✤ وَاِنْ قُلْتَ بِالتَّشْبِیْہِ کُنْتَ مُحَدِّدًا

یعنی پس اگر تو گوئی تنزیہ فقط شوی قید کنندہ مر اللہ را در غیب یعنی منکر ظہور وے میشوی باوجود آنکہ اللہ تعالیٰ خود را او صف کردہ است بہ بودن وے ظاہر اگر تو گوئی بہ تشبیہ چنانچہ مجسمہ گویند اللہ تعالیٰ مجسم و مشبہ است پس میشوی حد کنندہ اللہ تعالیٰ را باوجودیکہ اللہ تعالیٰ حد ندارد باز میفرماید۔ شعر

وَاِنْ قُلْتَ بِالْاَمْرَیْنِ کُنْتَ مُسَدِّدًا ✤ وَکُنْتَ اِمَامًا فِی الْمَعَارِفِ سَیِّدًا

یعنی اگر قائل شوی ہر دو از تنزیہ و تشبیہ یعنی بودن حقجانہ منزہ در عین تشبیہ و مشبہ در عین تنزیہ شوی مسدد در معرفت الٰہی و شوی تو امام و سردار در معارف الٰہیہ۔ باز می فرماید۔ شعر

وَمَنْ قَالَ بِالْاِفْرَادِ کَانَ مُشْرِکًا ✤ وَمَنْ قَالَ بِالْاِشْفَاعِ کَانَ مُوَحِّدًا

یعنی پس ہر کہ بگوید باشفاع یعنی شفاع بودن وجود یعنی وجودات متعددہ و مبائن اند حق را و وجود علیحدہ۔ و ممکن را وجود علیحدہ۔ پس او مشرک است و شریک اللہ تعالیٰ را گردانید و ایں شرک خفی است۔ و کسیکہ بگوید بوا حد بودن و فرد بودن وجود کہ وجود نفس ذات حق است و واحد است و کثرت مظاہر او منافی وحدت نیست۔ پس ہست آں شخص موحد۔ باز می فرماید شعر

فایاک والتشبیہ ان کنت ثانیا ✻ و ایاک والتنزیہ ان کنت مفردا

لفظ ثانی یا صیغہ اسم فاعل است بمعنی ثنا کنندہ و یا بمعنی دویی یعنی باز دار نفس خود را از تشبیہ مفرد اگر ہستی تو ثنا کنندۂ حق را و یا اگر ہستی تو دوم کنندہ حق در وجود یعنی قایل تشبیہ باش طریق مستقیم کہ خود را یک موجود دانی و حق را موجود دوم مباین از خود و مشبہ بلکہ باید کہ قایل تشبیہ شوی در مظاہر مشبہ و باز داری نفس خود را از تنزیہ اگر باشی تو مفرد یعنی جدا کنندہ مر تنزیہ را از تشبیہ و بالجملہ باید کہ قایل شوی بہ تشبیہ در عین تنزیہ و بہ تنزیہ در عین تشبیہ ۔ باز میفرماید ۔ **شعر**

فانت ہویل است ہو وتراہ فی ✻ عین الامور مسترحا و مقیدا

یعنی پس نیستی تو عین آن حق چہ حق وجود مطلق است و تو مقید و متعین ہستی چگونہ عین مطلق باشی بلکہ تو عین حق ہستی بحسب حقیقت کہ حق متعین شدہ است در تو و می بینی حق را در عین موجودات مسرح خلاص از قید تعین و مقید بقید تعین یعنی ظاہر در عین تعین فلا موجود و لا الہ الا اللہ :۔

و مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ میفرماید ۔ **شعر** نا مصور یا مصور گفتنت ✻ باطل آمد نے زصورت رستنت ✻ نا مصور یا مصور پیش او ست ✻ کو ہمہ مغز است بیروں شد ز پوست ✻

یعنی اللہ تعالی را نا مصور و بے صورت گفتن تو یعنی منزہ گفتن تو باطل آمد و ہمچنیں مصور و ذی صورت گفتن تو باطل آمد بے خلاص شدن از صورت و نیست این گفتن تو از صورت خلاص شدن یعنی تنزیہ مجرد قول باطل است کہ این تنزیہ نیست حقیقۃً بلکہ تشبیہ بمجرد است و تقید است بہ بودن وے بر صورت و تعین مجرد از امکان باین اجسام را در وجود ہمچنیں تشبیہ مجرد و قول باطل است کہ تقید وجود است در تعین اجسام ۔ نا مصور یا مصور یعنی منزہ و مشبہ گفتن پیش آنکس است کہ ہمہ مغز است بیروں شدہ است از پوست یعنی فانی فی اللہ گشتہ و باقی شدہ بہ بقائے حق و حقیقت امور بر وے مکشوف گشتہ کہ ✻ تنزیہ میگوید در عین تشبیہ و تشبیہ در عین تنزیہ چنانچہ در ابیات سابقہ فرمودہ اند

ہ از تو اے بے نقش با چندیں صور ✻ ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر ✻ و منکراں از متکلم و فلاسفہ گاہے ابطال آں باین وجہ میکنند کہ انچہ گفتہ شدہ است مخالف عقل است بدیہۃً عقل حکم می کند باستحالۂ ظہور واحد در کثیر پس وحدت وجود راست نمیشود ۔ **جواب** آنست کہ عقل متوسط کہ مرتاض بکسب علوم باستدلالات عقلیہ است وحدۃ وجود و ظہور واحد را در کثیر محال میداند لیکن حکم این عقل اعتبار ندارد و استدلالات عقل خالی از اغالیط نیست ہ پائے استدلالیان چوبیں بود ✻ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود ✻ و اگر عقل حقیقت واقعی ہمہ امور را از استدلال خود یافتے حاجت بفرستادن رسل و انبیا نشدے ۔ و چوں حاجت بعثت رسل و انبیا شد معلوم شد کہ عقل استدلالی قاصر است از درک اسرار الہیہ پس حکم عقل استدلالی لایق تعویل و اعتماد نیست و این حکم بدیہۃ مذکورہ حکم عقل نیست بلکہ حکم وہم از غلبۂ اضلال شیطان است کہ او حکم باطل را بدیہی می نماید ۔ لہذا عقل استدلالی مشوش است در این حکم گاہے ببطلان ظہور واحد در کثیر حکم میکند و گاہے بہ تجویز آں

میکند - یعنی ببین کہ این عقل حکم میکند بوجود ماہیتہ واحدہ کہ آنرا کلی طبیعی می نامند - در اشخاص کثیرہ پس کجا ماند بدیہتہ استحالۂ ظہور واحد در کثیر - و اما عقل کامل کہ منوّر بنور الٰہی است و تابع رسل کرام است و ایمان بانچہ اخبار کردند رسل آوردہ است بے تاویل و علوم را از مشکوٰۃ رسل و انبیاء الکشف الصحیح معاصد بکتاب و سنت میگیرد و این عقل واجب الاتباع است و این عقل ظہور واحد را در کثیر محال نمیداند بلکہ او مشاہدۂ این ظہور میکند و این را ثابت و واقع میداند - و منکران از متکلمین خاصتہً میگوینده - در ابطال کہ وحدت وجود و ظہور حق در کثرت ممکنات کہ مخالف شریعت غرّا است و شریعت حکم بہ بطلان آں میکند وجوابش آنست کہ شریعت آں نیست کہ متکلمان از آرائے خود استمزاج کردہ اند اگر مخالف این آرا باشد نیس ضرر نمیدارد بلکہ شریعت آنست کہ اللہ تعالیٰ خبر دادہ است بر لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آں کتاب و سنت است و این وحدت وجود و ظہور واحد در کثیر مخالف کتاب و سنت نیست و نہ مخالف - مگر تاویلات متکلمان را کہ مر کتاب و سنت را راست و سنیدالطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ فرمودہ اند کہ علمنا ہذا مقید بالکتاب والسنتہ - یعنی علم ما کہ قوم صوفیہ ایم چیزیں کہ از کشف حاصل است مقید است بکتاب و سنت و کتاب و سنت موید اوست و تائید کتاب و سنت ظاہر است از انجملہ کلمۂ توحید است - لا الٰہ الا اللہ چہ معنی مقبول بلا تاویل آنست کہ ہیچ الٰہی موجود نیست مگر اللہ پس ازاں لازم است کہ ہر چیز کہ آلہ ظاہر است عین اللہ است و آلہ عبارتست از معبود و معبود در لغت عبارتست از انکہ پیش وے کسے متذلل شود و پست موجودے کہ پیش وے موجود آخر متذلل نیست پس لازم آمد کہ ہر موجود عین اللہ باشد بحسب حقیقتہ پس معبود در ہر آلہ در حقیقت اللہ است کہ در وے ظاہر است اگرچہ عابد از راہ حماقت نداند و متکلمان در کلمۂ توحید تاویل میکنند باین وجہ کہ نیست آلہ حق کہ شرع اجازت دادہ باشد بعبادت آں موجود مگر اللہ پس اگر آلہ باطل کہ شرع اجازت بعبادت آں نداده باشد موجود باشد مضایقہ ندارد و نہ فہمیدند کہ این تاویل بعید محض است عبارت بیواں دلالت ندارد و خصوص در ربط و خطاب و نیز چوں سید عالم صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و آلہ و اصحابہ فرمودند از کفار قریش کہ یک کلمہ است کہ اگر شما ایں بصدق بگوئید مالک عرب و عجم میشوید - پس ابو جہل گفت آیا کلمۂ واحدہ است حضرت فرمودند صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بلے کلمۂ واحدہ است پس ابو جہل و دیگر حاضران از کفار قریش گفتند کلمۂ واحدہ را قبول میکنیم بلکہ ادہ کلمہ را پیش حضرت سید عالم فرمودند بگوئید لا الٰہ الا اللہ - پس کفار مذکورین متنفر شدند و در تعجب ماندند و گفتند کہ کیف یسع الخلق الٰہ واحدٌ یعنی چگونہ وسعت خواہد کرد خلق را یک آلہ کہ خلق کثیر است و آلہ واحد و واحد وسعت نمی کند کہ تعیّنات کثیرہ در وے حاصل شود و نیز گفتند اجعل الالہۃ الٰہا واحدًا ان ہذا لشیءٌ عجاب یعنی آیا گردانیدہ است محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آلہ کثیر را آلہ واحد و این شیٔ عجیب است و بعض ازاں کافراں گفتند ما سمعنا بہذا فی الملۃ الآخرۃ - یعنی نہ شنیدیم مایاں اینکہ آلہۂ کثیرہ آلہ واحد باشد در ملت دیگر - پس باید کہ بنگرید درین قصہ العین انصاف کہ مخاطبان از کلمۂ توحید نہمیدند کہ آلہۂ کثیرہ

عین اللہ اند و در تعجب ماندند و اگر در فہم ایشاں می آمد کہ آلہہ حق عین آلہہ است نہ آلہہ باطل پس تعجب چگونہ از آنہا صادر میشد۔ و مخاطبان اہل لسان بودند ہر چہ فہمید ند معنی لفظ ہموں بود و حضرت سید عالم انکار آں نہم نہ فرمودند۔ و نہ فرمودند کہ مراد از کلمہ آلہہ حق است و ازیں جعل آلہہ کثیرہ آلہہ واحد لازم نمی آید پس معلوم شد کہ معنی کلمہ توحید نفی جنس آلہہ است مگر اللہ تعالیٰ و نیز بروز قیامت وقتیکہ کافراں خواہند گفت بتاں را و غیرہ معبود ہائے خود را آلہہ مایاں ایہا را آلہہ من دون اللہ اندمی پرستیدیم آں معبودواں خواہند گفت ایشاں کاذب اند دریں قول۔ پس حکم بکذب ایشاں نیست۔ مگر بجہت آنکہ ایں عبادت و پرستیدن در حقیقت عبادت حق بود کہ در محلی بتعینی ظاہر بود۔ و عبادت ایں متعین نبود پس قول ایں کافراں کہ مایاں ایں تعینات را کہ سوائے اللہ اندمی پرستیدیم کذب و بہتان است وز انجا کہ گفتہ شد معلوم شد کہ ظہور حق واحد در تعینات و مظاہر کثیرہ عین شریعت است۔ حاشا کہ مخالف شریعت باشد و رسل صلوات اللہ علیہم از نوحؑ و شعیبؑ و صالحؑ و ہودؑ ہمہ دعوت نکردند مگر بسوئے اللہ کہ ظاہر در مظہر است چنانکہ اللہ تعالیٰ حکایت میفرماید کہ ایں رسل بقومہائے خود گفتہ اند۔ ان اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ۔ یعنی عبادت کنید اللہ را نیست الٰہی مرشما را غیر وے یعنی ہر الٰہی کہ شما بالوہیت آں گمان می کنید عین ذات وے است و ہموں معبود است در ہر مجلی و در ہر تعین۔ پس ایں تعینات را بگذارید و عبادت آنکس بکنید کہ ظاہر است دریں تعینات و آں اللہ است و عبادت مظہر بگذارید و ایں آیت نص است کہ ہیچ الٰہی غیر وے نیست و متکلماں برتاویل خود کمر بستند کہ مراد از آلہہ آلہہ حق است کہ بشرع عبادت آں ممنوع نیست و نہ فہمیدند کہ لازم می آید کہ ہمہ رسل صلوات اللہ علیہم در اول دعوات خطاب بکلام مأول بکنند و ہیچ یکے از ایشاں بکلام صریح در مطلب نہ فرمایند و ایں را جائز نمی دارد مگر مفقود العقل و ایں ظاہر است ولیکن عن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔ و نیز اللہ تعالیٰ فرمود۔ ہو اللہ فی السموات و الارض۔ یعنی ہموں اللہ در آسمانہا و زمین است و ایں آیت نص است در آنکہ اللہ تعالیٰ ظاہر است در سموات و الارض ای در ہر مظہر و متکلماں رخش تاویل میراندمی گویند کہ لفظ اللہ در آیۃ بمعنی معبود است یعنی اوست عبادت کردہ شدہ در سموات و الارض و نہ فہمیدند کہ لفظ اللہ علم ذات واجب الوجود است و اطلاق در غیر معنی وے روانیست و باوجود ایں چونکہ معنی آں شد کہ اوست معبود در سماوات و ارض۔ پس لازم آمد کہ ہر چہ معبود است در سموات و ارض عین اللہ باشد و ایں مؤید مطلوب ماست مگر آنکہ باز معبود را مقید بعبادت شرعیہ بکنند پس دریں صورت کلام الٰہی از جملہ الغاز میگردد۔ و نیز اللہ تعالیٰ میفرماید ہو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ یعنی آں اللہ آنکس است کہ در آسمان الٰہ است و در ارض الٰہ است و ایں آیۃ نص است در آنکہ اللہ تعالیٰ عین ہر الٰہی است کہ در آسمان و زمین اند و متکلمان در تاویل خود کمر بستہ اند التفات باں نباید کرد و نیز اللہ تعالیٰ میفرماید ان الذین یبایعونک تحت الشجرۃ انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم یعنی

کسانیکہ بیعت تو کردہ اند بیعت نکردند مگر اللہ را پس معلوم شد کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین اللہ بود۔ وصحابہ در وقت این بیعت مشاہد اللہ بودند در رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ مظہر وے است باز تاکید فرمود اللہ این معنی را و فرمود کہ دست اللہ بر دست صحابہ و مبایعین است وآنجا نبود مگر دست رسول سید عالم بر دست آں مبایعین پس معلوم شد کہ رسول عین اللہ بود در مشاہدۂ صحابہ مبایعین پس دست رسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دست اللہ است دریں مشاہدہ وآیات واحادیث بسیار مؤید این معنی است کہ حق ظاہر است دریں مظاہر ممکنہ لیکن ذکر آں موجب سوئے تطویل بود لہذا ترک کردہ شد۔ **سوال**۔ اگر کسے گوید چوں این محسوسات مرئی وغیر آں از موجودات مظاہر ومجالی حق اند و باحق اتحاد دارند پس عبادت اینہا مذموم وممنوع نباشد کہ این عبادت عین عبادت حق است پس میگوئیم در **جواب** کہ عبادت این مجالی ومظاہر بر دو گونہ است یکے عبادت آں متعین بما انہ متعین است۔ پس این عبادت شرک است وظلم عظیم است وانبیاء ورسل بر اے آں مبعوث اند کہ ازیں شرک باز دارند وعابد این متعین خواہ این متعین را باین حقیقت از اللہ تعالیٰ داند از جہل خود یا شیونات وے بداند لیکن در نیت وے عبادت آں متعین خاص باشد وخواہ این متعین را الٰہ حقیقی داند وخواہ مقرب بسوئے الٰہ حقیقی داند بہمہ حال مشرک است وظالم است بظلم عظیم ومخلد در نار است وہرگز ہیں شرک آمرزیدہ نخواہد شد و دیگر وجہ عبادت آنست کہ عبادت کند اللہ را کہ ظاہر است دریں مجالی چنانچہ سجدہ کند بسوئے این متعینات لیکن مقصود و منوی وے سجدۂ اللہ ظاہر باشد بسجدۂ مظہر ممکن پس این مظاہر قبلہ عبادت وے تعالیٰ شدند۔ پس باید دید کہ اگر شرع شریف قبلہ ساختن آں مجالی را تجویز کردہ چوں کعبہ پس عبادت بایں وجہ رواست بلکہ واجب واگر شرع اجازت ندادہ است چوں صنم وغیر آں پس عبادت بایں وجہ حرام است ومبعد از حق ومشاہدۂ حق وسر دراں آں است کہ اگرچہ ظاہر حق واحد است دریں مجالی لیکن در ہر مجلی تعینے است کہ در مجلی دیگر نیست وہر تعین خواص لازمہ وعارضۂ دارد پس از لوازم بعضے تعینات آں است کہ قبلہ عبادت باشد کہ عبادت حق ظاہر در آں کردہ آید واز لوازم بعض آنست کہ قبلہ عبادت نساختہ شود عبادت دراں نکردہ آید۔ اگر کسے آں را قبلہ عبادت کند مستحق عذاب وطرد باشد وہمچنیں ہر اعمال مکلف اگرچہ از شیونات حق اند لیکن از لوازم بعض اعمال وتعین آنہا آنست کہ عامل بآں اعمال مستحق ثواب ورضائے حق وقرب الی اللہ باشد و لوازم بعض آخر وتعین آنہا آنست کہ عامل بآں اعمال مستحق عذاب وغضب حق وبعد عن اللہ باشد وشریعت حقہ تفصیل آں بوجہ اتم بیان فرمود پس گرفتن میزان شرع در اعمال ضروری ولازم است وچوں تفصیل خواص اعمال بوجہ مذکور بدون اثبات شرع ممکن نبود اللہ تعالیٰ از رحمت خود ارسال رسل نمود تا نفع اعمال وضرر اعمال بیان فرمایند واین کلام کہ گفتہ شدہ است در اثنائے مقصود واقع شد الحال باز میگردیم بانچہ در صدد بیان آں بودیم۔ پس بدانکہ ذات اللہ تعالیٰ وجود محض است معرا است از جمیع اوصاف عارضۂ دنیت در مرتبۂ ذات خود موجود یعنی قائم بہ الوجود بلکہ او سبحانہ در مرتبۂ ذات خود

ع وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم از لمعات ہبت قدسی ہو فرہم رشاہے تا انت انت وانا انا صفحہ ۲۳ شعاع اللمعات۔ الواہب المتفضل۔

نفس وجود است وموجود بنفسہ است نہ بعروض وجود کہ وصف انتزاعی است ونیست در مرتبۂ ذات خود معدوم وایں ظاہر است بلکہ او واجب الوجود است در مرتبۂ ذات خود کہ قابلیت عدم ندارد وبجہت آنکہ خود وجود است وہیچ صفتے از صفات چوں علم وقدرت وخالقیت - ورازقیت وغیر آں در مرتبۂ ذات نیست بلکہ ذات او سبحانہ نفس وجود مطلق است وحاضر است ذات او نزد او وادریں مرتبہ باکمال ذاتی خود است از وجوب واستغنا ودریں مرتبہ غنی است از عالم وادراک احدی بایں مرتبہ نمی رسد وہر شئی بالک است دریں مرتبہ وانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی میفرماید ع عنقا شکار کس نشود دام باز چیں اشارت ست بایں مرتبہ وجناب قدوہ صدیقین بعد از انبیاء ومرسلین امام اولیاء مقربین خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہراً وباطناً بتحقیق امیر المومنین وامام الہادیین ابوبکر صدیق رضوان اللہ علیہ فرمودہ العجز عن درک الادراک ادراک - یعنی عاجز بودن از رسیدن ادراک بمرتبہ ذات اللہ سبحانہ ادراک است یعنی بذات وے سبحانہ ادراک رسیدن محال است پس اعتراف بعجز ہمیں ادراک است وکمال معرفت مقتضی عجز است در حدیث شریف واقع است کہ ان للہ سبحانہ حجابا من نور وظلمۃ یعنی ذات اللہ را حجاب است از نور وظلمت مراد از نور اوصاف جمالیہ واوصاف فعلیہ اند واز ظلمت اوصاف جلالیہ واوصاف انفعالیہ یعنی ذات او سبحانہ کہ غنی مطلق است ووجود مطلق است مستور در ستر صفات است ومحجوب بحجاب نعوت است ہرگز ظاہر نمیشود پیش انسان ونہ پیش ملایک مقربین شعر

ای برتر از خیال وقیاس وگمان وہم ✤ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم وخواندیم

وایں ذات را کہ وجود مطلق است وباکمال ذاتی خود ست ودر پردۂ غیب الغیب است غیب الغیب خوانند وایں ذات را ظہور است در مجالی ومدرک ومشہود میشود مر عارفاں را در مجالی وایں مجالی تعینات وشیونات ذات اند کہ غیر متناہیہ اند لیکن کلیات ایں مراتب شش اند لیکن دو مرتبہ از آنہا کہ تعین اول است وثانی کہ تعدد را دریں ہر دو راہ نیست وہر تعینے کہ مفروض میشود تحت آں دو مرتبہ است وشرکت را دریں دو مرتبہ راہ نیست وباقی چہار مراتب تحت آں ہر چہار انواع واجناس واشخاص اند بے شمار وظہور ذات دریں مراتب وتعینات برائے اتصاف بکمالات اسمائی است - مرتبۂ اولی :- تعین اول وآں عبارت است از ذات حق کہ متعقل است ذات خود را وعالم را علی الاجمال بمانند کہ عالم متحد است باں ذات وصالح است مر ظہور عالم را وہیچ امتیاز را خبر از ذات ندارد ومتصف است بنعوت واسماء تمامہا علی الاجمال بوجہے کہ سمیع است نہ بقدیر مثلاً ممتاز ومنفک از نباشد وایں ذات احدیت محضہ است نکثرت را دراں راہ نیست نہ اعتباری ونہ حقیقی ہمہ ممکنات مستہلک اند دریں مرتبہ وہمہ نعوت واسماء مضمحل ومندمج اند دریں مرتبہ وایں مرتبہ را غیب اول می نامند چہ ذات از مرتبۂ غیب الغیب دریں مرتبہ ظہور کردہ است اولا واو غیب است مگر از ذوی البصیرۃ والوقادۃ وموئید بہ تائید الٰہی کہ رسیدہ اند بکشف حقائق وبعض ایں مرتبہ را عماء می نامند

المرتبۃ الثانیۃ تعین ثانی است وآں عبارت است ازذات مستجمع مر جمیع صفات اسماء کلیہ و جزئیہ را علی التفصیل بایں وجہ کہ متمیز شود ہر اسمے پس سمیع متمیز گردد از قدیر و قدیر از علیم و دریں مرتبہ کثرت اعتباریہ پیدا شد و اسم عبارت است از ذات متصفہ بہ صفتے و کمال اسمائی ہویدا شد وایں اسما اگرچہ متعدد و ممتاز اند لیکن چونکہ عین واحد است ہر اسمے از ذات تعبیر می تواند شد و بہ اسمی تعبیر از دیگرے می تواند شد و توصیف ہر اسمے بدیگرے صحیح است چنانکہ گفتہ میشود۔ ھو اللہ الرحمن الرحیم الملک القدوس الخ و دریں مرتبہ علم تفصیل باعیان ممکنات علی التفصیل و التمیز حاصل است مر ذات اللہ تعالیٰ را و اعیان ممکنات ثبوت علمی پیدا کردند و ایں اعیان کہ در مرتبۂ علم ثبوت دارند اعیان ثابتہ نامیدہ میشود و ایں علم خلاق عالم است کہ اللہ تعالیٰ ایں عالم را مطابق آں علم پیدا نمود در خارج بو استعداد اعیان و طریق ایجاد ایں است کہ چوں ارادہ اللہ سبحانہ متعلق میگردد یعنی از اعیان آں عین را مخاطب ساختہ میگوید کن بلا امیکہ منزہ است از حرف و صوت پس آں عین امتثال می نماید و متکون میگردد عقب ایں قول بلا تراخے و ہر عینے را از اعیان استعداد خاص است بوجودے و در زماں معین و اتصاف باوصاف خاصہ یعنی ہر عین را امکان وجود نیست بنظر ذات وے مگر آنکہ متصف بآں اوصاف خاصہ باشد۔ چنانچہ عین افضل الصدیقین ابو بکر صدیق صالح نیست مگر آنکہ در خارج موجود گردد متصف بصدیقیت و دیگر مقامات ولایت و عین ابو جہل صالح نیست مگر باتصاف بکفر و ہر عین از اعیان مظہر اسمے است از اسماء اللہ و آں اسم رب آں عین است واللہ تعالیٰ چونکہ جواد مطلق است افاضہ وجود نمیکند مگر بحسب قابلیت و استعداد ہر عین پس شقاوت کہ بعض اشخاص راست از شامت استعداد وے و قصور در عین وے است کہ صلاحیت وجود ندارد مگر باتصاف شقاوت و ایں قصور در مفیض نیست بلکہ قصور مفاض علیہ است اینست سر قدر علی الاجمال و دریں مرتبہ واجب از ممکن متمیز گشت چہ ذات متصفہ باصفات تحالیہ واجب است و اعیان کہ ثابت اند در حضرت علمیہ ممکن اند و دریں مرتبہ دو حقیقت متمیز شدند۔ یکے ذات موصوفہ باصفات کمالیہ الٰہیہ۔ و دیگر حقیقت متصفہ باصفات کونیہ حقیقۃ اولی واجب و الٰہ است و حقیقۃ دوم ممکن و عبد بداہت و ایں بخلاف تعین اوّل است کہ آں مرتبہ احدیت جمیع اوصاف الٰہیہ و کونیہ است واحدیت جمیع اسماء است و جمیع اسماء و اوصاف الٰہیہ و کونیہ در مرتبۂ تعین اوّل واحد اند۔ اصلاً حکمے را راہ نیست دراں مرتبہ بلکہ احدیت محضہ است لہذا تعین اوّل را باحدیت نام نہند و ایں تعین ثانی را بواحدیت و عین ثابتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد جمیع اعیان است در ایصال فیض و مرتبۂ تعین اوّل و تعین ثانی ہر دو مرتبۂ الٰہیہ اند و مرتبۂ ایں مرتبہ اوامر مراتب ممکنہ کونیہ اند بعد ایں تعین ثانی مظہر ہبا منتشر گشتہ و آں حقیقتے است کہ صالح است مر ظہور حقائق امکانیہ را و ہمہ ممکنات و کائنات ظاہر و موجود می شوند دریں ہبا چوں اسم رحمن متوجہ شد بسوئے اعیان کائنات و رحمت نمود بر آں کائنات نفس بے کیف نمود و ایں ہبا متحقق شد۔ پس ایں

ہبا عین نفس رحمانی است و ایں ہبا مظہر رب است کہ ظاہر شد رب دریں ہبا و یک اعرابی باصرار سوال کرد از سید عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ واصحابہ کہ این کان ربنا قبل ان یخلق السموات والارض یعنی کجا بود رب ما پیش از پیدا کردن آسمان وزمیں یعنی قبل پیدا کردن عالم۔ سید عالم فرمود کان فی عماء ما فوقہا ہواء وما تحتہا ہواء۔ یعنی بود رب ما در غماء کہ نسبت فوق آں ہوا و نہ تحت آں ہوا و مراد از ہوا عالم امکان یعنی رب در مظہر عما بود کہ فوق او ممکنے نہ بود و نہ تحت او ممکنے بود و در تعبیر ہوا از ممکن ترشیح است چہ عماء در لغت سحاب رقیق را گویند و اینجا مراد مظہرے است کہ گفتہ شد و امام احمد بن حنبل قدس سرہ در شرح ایں حدیث فرمود یعنی کان اللہ ولم یکن معہ شئی یعنی بود اللہ تعالیٰ در مظہر عماء وہیچ از ممکنات با وے نبود و شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری رح گفتہ کہ ایں کلام جامع است مر اسرار را:۔ المرتبۃ الثالثۃ مظہر ارواح است کہ ایں تعین مجرد است از مواد و عوارض اجسام والوان واشکال وقابل ادراک خود واغیار خود است وقابل اشارت حسیہ بذات خود نیست وایں ارواح بر دو قسم اند قسمے کہ پابدان تعلق ندارد تعلق تدبیر و تصرف وقسمے دیگر اند کہ پابدان تعلق دارند چنیں تعلق و از قسم اوّل قسمے اند کہ عالم اند بمشاہدۂ حق سبحانہ تعالیٰ از خود خبر نہ دارند و نہ از دیگرے متحیر اند در مشاہدۂ جمال حق سبحانہ و غرق اند در بحر مشاہدۂ حق وایں قسم را تعبیر در کتاب وسنت بملاء اعلیٰ رفتہ و نامیدہ میشوند بملائک مہیمین وایشاں مامور بسجود آدم نشدہ اند چہ تکلیف فرع شعور است وچوں ایشاں شعور نہ دارند مکلف بسجود چگونہ شوند چنانچہ اشارہ میکند بسوئے ایں کہ گفتہ شد ایں آیۃ کہ در خطاب ابلیس وقتیکہ ابلیس را آورد از سجود آدم علیہ السلام۔ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین۔ یعنی چہ چیز منع کردہ است ترا ازیں کہ سجدہ کنی آں شخص را کہ پیدا کردم بدو دست خود آیا تکبر کردی تو یا آنکہ بودی از ملائک عالیہ کہ مامور بسجود نیستند و در حدیث قدسی واقع است آں ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہم۔ یعنی اگر یاد کند بندہ مرا در ملاء پس یاد کنم من آں بندہ را در ملائی کہ بہتر است از ان ملائکہ یاد کردہ است بندہ دران ملاء۔ بدانکہ اللہ تعالیٰ پیدا نمود ملکے را مکنون ساخت در آں ملک علم ہر چیز یکہ کائن شود۔ تا دخول اہل جنت در جنت و اہل نار در نار و مدبوح شدن موت و نام ایں ملک عقل اوّل و عقل کل است در لسان اہل تصوف و در لسان شرع نام وے قلم اعلیٰ است و تحت ایں ملک ملکی دیگر است کہ دران افاضہ مر تفصیل ایں علوم را میکند وایں ملک تحتانی را نفس کل می نامند اہل تصوف و در لسان شرع لوح محفوظ وایں لوح محفوظ است از تغیر و تبدل و ہر چہ شدنی است دریں لوح محفوظ است و ثابت است باثبات آں قلم کہ عقل کل است و ملائک دیگر کہ آنہا را علم قدرے از کائنات دادہ شدہ و در آنہا مکنون ساختہ چوں علم کائنات یکیاں آں ہم ملائکہ اقلام اند افاضہ میکنند بر ملایک دیگر کہ تحت ایشاں است وایں ملائکہ الواح

اند و گاہے چنیں اتفاق افتد کہ یک حکمے در لوحے ازیں الواح ثبت میکنند و مدت آں حکم ثبت نمیکنند بحسب ظاہر معلوم میشود کہ ایں حکم باقی است بعد ازاں چوں آں مدت منقضی شد باز آں حکم محو کردہ می شود و ضد وے ثبت کردہ میشود امّا در لوح محفوظ ایں تغیّر و تبدل را راہ نیست و چوں حکم موقت باشد باتوقیت محفوظ است در لوح محفوظ اللہ تعالیٰ میفرماید۔ لکل اجل کتاب یمحو اللہ مایشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب یعنی ہر مدت را یک کتابیست آں مدت در وے مکتوب است محو میکند اللہ تعالیٰ چیزے را کہ میخواہد و ثابت میدارد چیزے را کہ میخواہد یعنی در الواح چیزے را محو می کند بعد انقضائے آں اجل و ثابت مینماید چیزے را در مدت وے و ہست نزد یک اللہ تعالیٰ ام الکتاب و آں لوح محفوظ است از محو و اثبات جدید و مراد از ام الکتاب نفس کل است کہ آں لوح محفوظ است و آں محو نیست و محل محو و اثبات الواح دیگر اند۔ چنانکہ گفتہ شد و متصل و متلو این ملائک مہیمہ و عقل کل و نفس کل ملائک دیگر اند صف بصف واقف اند در مراتب خود ہا در ہر جوہر عما مامور اند بخدمات و ممتثل اوامر حق اند سبحانہ۔ چنانکہ اللہ تعالیٰ میفرماید حکایتہ از ملائکہ و ما منا الا لہ مقام معلوم۔ و نیست یکے از ما مگر آنکہ او را مقام معلوم است کہ تجاوز ازاں ممکن نیست و در صف اعلیٰ بعد عقل کل و نفس کل ملائکہ مقربان اند چوں جبرئیل و میکائیل و ہمہ ملائک منتظر امر اند تا امتثال در زند و نشاۃ ایں ملائکہ آبی است از عصیان امر حق بعد آنہا در جوہر عما ملائکہ طبیعیہ ہستند موکل اند بعالم اجسام علویہ از سما و ما فیہا و اسمائے سفلیہ از ما تحت و ایں ملائکہ ہم عصیان نمی کنند امر حق را و مشتغل اند بخدمات کہ ما مور اند باں خدمات و اینہا مدبر عالم علوی و سفلی اند و در یشاں بعضے برائے انشا تولید و تغذیہ و دیگر امور کہ تعلق دارند از بدن انسان و بعضے برائے کتابت اعمال و اینہا از جملہ اقلام اند و اینہا کرام اند بنص و ایں الواح محل محو و اثبات است و عصیان کہ اینہا مینویسند عنایت الٰہیہ محو می سازد و بعض باخرام بخیر کنند انسانرا و ہر ملک از ملائک مذکورہ مسبح مر اللہ تعالیٰ راست باسمار تنزیہ و ایشاں را خبر باسما و تشبیہ نیست اصلا و ہر واحد تسبیح میکند باسمے کہ مظہر اوست و ایں ملائک طبیعیہ اگرچہ وجود اینہا بعد عالم شہادت است لیکن بسبب لطافت و قرب ایشاں از عالم جبروت کہ کثرت تعین ثانی است در مرتبہ ثالثہ مشمردہ شدہ و از ارواح متعلقہ بابداں نفوس فلکیہ اند و نفوس شیطانیہ و جنیہ و نفوس شیطانیہ مظہر اسم مضل اند۔ آنہا تسبیح بایں اسم میکنند و کمر بند در اضلال خلق اند کہ مقتضی نشاۃ آنہا ہمیں است و از ارواح متعلقہ بابدان روح انسانیہ است و ایں لطیفہ ایست از لطائف الٰہیہ کہ علم ہمہ اشیا دراں دمکنون است و بالفعل است و مظہر ظہور تعین ثانی بروجہ کمال و مشابہ است بعقل اما افضل است از عقل کل کہ در عقل کل علم مکنون اموریکہ واقع شوند تا روز حشر و در روح انسانی ہمہ اشیا مکنون است بر نہجے کہ در تعین ثانی بود و ایں روح انسانی اگرچہ امر و احد است لیکن متعین میشود بتعینات کثیر و ایں متعینات ارواح حیوانیہ اند کہ در ہر یک فرد انسانی یک یک روح حیوانی ساری است و ایں روح حیوانی جسم لطیف است

بر شکل بدن انسانی وساری است بتمامہ در بدن بوجہے کہ ہر جزوے منطبق است بر ہر جزو بدن بلکہ متحد است ہر جزو از روح حیوانی در ہر جزو بدن بنوعے از اتحاد کہ مجہول الکنہ است چنانچہ حضرت جناب شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہ فرمودہ اند آرواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا متلازمۃ متلائمۃ ہمیں روح حیوانی است کہ متعین است اما روح انسانی باقطع نظر ازیں تعین در مرتبۂ وحدت خود منزہ است از لذت والم چنانچہ شیخ اکبر قدس سرہ نص فرمودند بدان وایں روح حیوانی را کہ متعین خاص است مرکب قرار دادہ اند مر روح انسانی را کہ مجرد از تعین است ومطلق است بجہت آنکہ ایں مطلق را وجود وظہور نیست مگر دریں مقید وانچیکہ گفتہ شد ہمیں مراد مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ است از قول وے ۔ شعر ۔ تفرقہ در روح حیوانی بود ✤ نفس واحد روح انسانی بود ✤ ۔ یعنی تفرقہ وامتیاز دریں روح حیوانی است کہ متعین است واما روح انسانی در مرتبۂ ذات خود باقطع نظر ازیں تعینات نفس واحد است کثرت را دراں راہ نیست وروح حیوانی کہ گفتہ شد جوہر لطیف است وابدی است بعد موت معدوم نمیشود ونیست موت عدم بلکہ موت عبارتست از تفریق اجزا کہ ایں روح از بدن جدا شدہ خارج میشود ومتصور بصورتے از صور مثال منفصل میگردد ودر قبر مسئول عنہا میشود وسائل دو ملک اند کہ نام شان منکر ونکیر است چنانکہ شریعت حقہ بیان آں فرمودہ بتفصیل واما آنکہ فلاسفہ گویند کہ روح حیوانی جسم بخاری است معدوم میشود وقت موت پس ایں جسم بخاری دیگر است وآں روح حیوانی نیست کہ کلام مادر است وتفاضل در افراد شان از جہت تفاضل دریں روح است پس انسان کامل ایں روح را باز داشتہ است از تلذذات نفسانیہ ودر شہود وے ایں تعین فانی گشتہ وحقیقت آنچہ لطیفۂ الٰہیہ است مشہود ساختہ عالم بکلیتہ واطلاق آں شدہ وانچہ منقول است از شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہ کہ ارواح اولیا کلیہ اند پس معیش آنست کہ اولیا بکلیتہ ارواح واقف عالم اند ۔ لیکن در معرفت الٰہیہ اولیا مختلف اند بحسب مراتب خود معرفت آنہا را حاصل است وسر دریں آنست کہ ایں روح اگرچہ فی حد ذاتہ واحد است وکامل لیکن ہر تعین را خواص و لوازم اند کہ تعین دیگر را نیستند پس در بعضے تعینات در اسفل السافلین می افتد وآں متعین گرفتار جہل می گردد ودر بعضے تعینات باعلی علیین میرسد وکامل در معرفت الٰہی میشود لیکن متعینات در معرفت وعلم مختلف اند بحسب استعدادات خود کہ از تعین حاصل است آنہا را بعضے در کمال قصور اند وبعضے در کمال دروں آں وبعضے کم ازیں دوں وہم بریں قیاس کامل وناقص ومتلذذ ومتالم ہماں روح انسانی است لیکن دریں متعینات بشرط تعین وروح سید عالم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم روح اعظم در ہر موطن متصف بعلم اتم است وایں روح در عالم ارواح نبی مبعوث شدہ بسوئے ارواح آخر خواہ ارواح انبیا دیگر خواہ ارواح اولیا خواہ ارواح ناقصاں ہمہ ارواح ایمان نبوت روح محمدی آوردند واقرار کردند در عالم ارواح وروح محمدی از ہمہ ارواح عہد و میثاق گرفت کہ بعد آمدن در عالم عناصر مطیع گردند ہمہ ارواح بآں عہد و میثاق

گواہی دادند و ایں است معنی قول وے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کُنتُ نبیًّا وآدمُ بین الروح والجسد و حدیث لو کان موسیٰ ابن عمران حیًا ما وسعہ الّا اتباعی یعنی اگر موسیٰ ابن عمران زندہ بودے دریں زماں وسعت نداشت او را مگر آنکہ اتباع من کند نیز بجہت ایں است کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نبی مبعوث بسوئے وے بود پس بعد ملاقات البتہ متبع می شد مر سید عالم را۔ چنانکہ در عالم ارواح متبع شدہ بود چہ او علیہ السلام از عصیان معصوم است و بہمیں سبب کہ سید عالم صلوٰت اللہ علیہ وآلہ نبی مبعوث بود وقت ظہور وے در ارواح و ہمہ از امت وے بودند ہمہ انبیاء در روز قیامت زیر لوائے وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہند بود۔

المرتبۃ الرابعۃ عالم مثال است و آں عالمے است بین بین میان عالم ارواح و عالم شہادت و ایں عالم بسبب لطافت خود مشابہ عالم ارواح است و بجہت ممتد بودن مثل امتداد اجسام مشابہ عالم شہادت پس ایں عالم برزخ است میان ارواح و شہادت۔ و ایں بر دو قسم است۔ یکے آنکہ در ادراک آں تعمل قوت متخیلہ شرط است دوئم آنکہ در ادراک آں قوت متخیلہ تعمل وے شرط نیست و قسم ثانی را مثال منفصل نامند۔ و ایں عالم لطیف است و موجود است بے تعمل و اختراع و در ایں عالم متجسد میشوند ارواح و دریں عالم بود کہ جبریل نازل میشد بصورت دحیہ کلبی ہر سید عالم صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ واصحابہ و دریں عالم مرئی میشود خضر علیہ السلام وغیر وے از انبیاء و اولیاء علیہم السلام و اولیاء متصور بجسد مثالی شدہ ظاہر میشوند بحیثیکہ خواہند ظہور خود بر وے چنانچہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ظاہر شدہ بود بر ساریہ ابن زنیم۔ و قصہ اش آنست کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ساریہ را فرستادہ بود بدر سارئیہ غزا بر کافراں۔ چوں بغزا مشغول شد کافران منہزم شدہ فرار نمودند بسوئے جبل ساریہ خواست کہ تعاقب آں کفار نماید و در جبل آنہا خداع کردہ بودند و ایں واقعہ منکشف گشت بر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ و امیر المومنین در مدینہ منورہ بر منبر بود بدیر روز جمعہ در اثنائے خطبہ فرمودند یا ساریہ ابن زنیم الجبل الجبل و بر ساریہ صورت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ حاضر شد و ساریہ مشاہدہ کرد و ایں آواز شنید پس با بودن جسد عنصری حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ در مسجد مدینہ منورہ متصور بجسد مثالی شدہ حاضر شد نزد ساریہ و ایں تجدد در عالم مثال منفصل بود و عزرائیل علیہ السلام کہ میت را وقت موت مشہود میشود دریں عالم است و بعد موت چوں روح از بدن جدا می شود دریں عالم متجسد میشود دریں عالم است۔ سوال منکر و نکیر و نیز دریں عالم است راحت و لذت ذات در قبر کہ حاصل میشود ہمچنیں عذاب قبر۔ اعاذنا اللہ منہ۔ دریں عالم است قال اللہ تعالیٰ حتیٰ اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعونی لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون۔ یعنی وقتیکہ آید یکے از کفار را موت و آں وقت دیدہ کہ بیند جائے خود او را از دوزخ گفت آں کافر میت کہ اے رب رجوع کن مرا بسوئے حیات دنیا شاید کہ عمل کنم عمل صالح در آں چیز کہ ترک کردم در آں عمل صالح چگونہ ایں رجوع خواہد شد کہ ایں کلمہ ایست کہ آں میت قائل آں کلمہ باشد یعنی کلام بے فائدہ است عجاب

نخواہد شد و مشتمل بر کذب است کہ میگوید کہ لعلی اعمل صالحا چنانکہ آیہ دیگر شاہد است بر آں ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ۔ یعنی اگر مردود شوند بسوئے دنیا ہر آئینہ عود خواہند کرد چیزے را کہ منہی کردہ شدہ اند یعنی نشاۃ ایشاں صالح نیست مگر کفر و عصیاں را و قولہ تعالیٰ من ورائہم برزخ۔ یعنی پیش آں موتے برزخ است کہ دراں عذاب خواہد شد بر کافراں تا وقتیکہ مبعوث شوند در قیامت و مراد از برزخ ہمیں عالم مثال منفصل است و بعد قیامت چوں حشر اجساد شود ہمیں بدن عنصری محشور شود ایں بدن لطیف گردد و بدن مثالی شود و دریں عالم اہل جنت متلذذ شوند بصور اعمال خود و اہل نار معذب بصور اعمال خود و حقیقتش آنست کہ اعمال مکلفین اگرچہ اعراض اند دریں عالم لیکن حقائق آں جوہر شدہ باقی می مانند در مثال منفصل بر اعمال حسنہ جناں و حور و قصور شدہ باقی می مانند و اعمال سیئہ مثل زنا اگرچہ عرض است و ملذوذ است دریں عالم لیکن حقیقتش نار محرق و مولم است در آں عالم و بسبب انغماس در غواشی بدنیہ ملذوذی نماید و ایں جہل مرکب و غلبۂ نفس و شیطان است در آں عالم کہ جیوۃ حقیقی است محرق و مولم است اللہ تعالیٰ میفرماید مرکفارا را۔ ہل تجزون الا بما کنتم تعملون۔ یعنی جز انداده نخواہید شد مگر انچہ عمل میکنید و ایں نص است بر انکہ عمل عین جزا است۔

قسم اوّل کہ در ادراک وے قوت متخیلہ شرط است۔ پس موجود میشود از تعمل قوت متخیلہ در آں عالم و مشہود دیگر دد چنانکہ صور در خواب دیدہ میشود پس ایں صور گاہے مناسب حقائق موجودی باشد و ایں رویا معبر نمیست بلکہ ہر چہ مشہود شدہ ہماں واقع میشود و حضرت جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمودہ اند اوّل چیزے کہ بابتدائے وحی می آمد بر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم رویائے صادقہ بود در خواب پس نبود آنحضرت کہ دید چیزے را در خواب مگر آنکہ مانند روشنی فجر یعنی ہر چہ می دید ہماں واقع میشد و ایں حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود پیش از رسالت و نزول ملائک و گاہے ایں صور اگرچہ مناسب حقائق موجود اند لیکن مطابق بجلب ہادی رائے نمی باشد و ایں رویا معبر است و در حقیقت مشہود آں چیز است کہ معبر است لیکن بصورت است بصورت مرئیہ چنانکہ حضرت سید عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم علم را بصورت لبن دیدہ بود چنانکہ امام بخاری روایت کردہ کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودند کہ در خواب شیر آوردہ شد و نوشیدم تا آنکہ سیر شدم و باقی بعمر خود دادم۔ حاضراں پرسیدند کہ تعبیر آں چیست سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرمودند کہ تعبیر آں علم است و چنانکہ حضرت سید عالم صلوات اللہ علیہ وسلامہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ایمان را بصورت قمیص دیدہ بودند امام بخاری روایت کردہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرمودند کہ در خواب بر من عرض کردہ شدند مردماں کہ بر آنہا قمیص ہا بود۔ بعض قمیص ہا داشت تا ثدی۔ و بعض تا کمر و بعض تا ساق عمر را دیدم کہ قمیص دراز تا زیر پا بود حاضراں عرض کردند کہ تعبیر آں چیست سید عالم فرمودند کہ تعبیر آں ایمان است و ازیں معبرات رویا حضرت ابراہیم علیہ السلام بود کہ دیدہ بود ابن خود را کہ اسحاق است بر قول مکشوف اولیا ذبح میکنم و تعبیر آں ذبح کبش بود و

کبش بصورت اسحاق نمودار شدہ بود :- المرتبۃ الخامسۃ عالم شہادت وایں عالم اجسام است و در جوہر عما بعد عقل کل و نفس کل ہبا پیدا شد و طبیعتہ و ہبا مادۂ اجسام و طبیعتہ موثر در اجسام باذن خالق بے شعور مطابق انچہ در نفس کل ثبت شدہ از افاضہ عقل کل و ایں ہبا اولا مقبول استداد جوہری کردہ ممتد کردی شد و ظاہر شد و آں کرہ است کہ محیط است بعالم اجسام بتمامہ و ایں عرش عظیم است و در عما چہار ملائک موجود شدند کہ حامل عرش اند و بروز قیامت ہشت ملک حامل عرش خواہند شد و ایں عرش مستوی رحمٰن است کہ رحمٰن بر و ظاہر است چنانکہ اللہ تعالیٰ فرمود الرحمٰن علی العرش استوی ۔ ولہٰذا رحمت وے عام است بجمیع عالم و ہیچ نوعے از انواع خالی نیست کہ مشمول رحمت نیست و در غضب ہم رحمت اللہ است چہ در غضب رحمت و الم عارض بمغضوب علیہ میشود و ایں الم ہم حقیقتے است از حقائق کہ رحمت بآں متعلق شد ۔ پس الم در وجود آمد از رحمت و نیز ایں رحمت است بر مغضوب علیہ الم نار کہ عاصی را میرسد برائے آنکہ زنگ کہنہ از وے زائل شود چنانکہ زر سیاہ را در آتش می اندازند تا از زنگ صاف گردد مثل آں مثل احتجام است اگرچہ نیش احتجام مولم است لیکن چوں معطی صحت است عین رحمت است ہمچنیں الم عاصی در نار و ہمچنیں اقامت حدود است اگرچہ مولم است لیکن چوں مزیل گنہ است عین رحمت است و در جوف عرش عظیم جسمے دیگر است بایں شکل و ایں کرسی کریم است و بریں کرسی متدلی است قدمین رحماں کہ عبارتست از انوار رحمت خالصہ و غضب و ازیں کرسی غضب و رحمت خالصہ متعلق بعباد میشود دریں کرسی ملائک اند خدمت آنہا ایصال رحمت و عذاب است بعباد و در جوف ایں کرسی کرہ دیگر است فلک اطلس است و ایں عرش صغیر است و ازیں تغیر در عالم واقع میشود از اسمیکہ عرش مظہر اوست و مناسب آں ملائک اند کہ خدمت آنہا ترتیب عالم تغیرات است و در جوف فلک اطلس فلک ثوابت است و ایں کرسی دیگر است و دراں ہم ملائک ہستند مناسب آں اینکہ ذکر کردہ شد بوافق آنست کہ مکشوف بر شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ گشتہ و در مشہور ہمیں فلک اطلس عرش عظیم است و فلک ثوابت کرسی کریم است و فلک ثوابت مماس فلک اطلس نیست بلکہ در میان خلوات است و دراں جنت مخلوقات ست سقف جنت اسفل فلک اطلس است و زمین جنت سطح محدد فلک ثوابت است بعد ازاں ماء و زمین ہوا پیدا شدہ است و از ہوا نار متکون شدہ ۔ بعد آں در مار و زمین تبخیر شدہ دخان متکون شد و مرتفع و منجمد گشت ۔ سبع سماوات پیدا شدند و در ہر آسمان ملائک اند مشتغل بخدمات اند و زیر زمین دوزخ مخلوق گشتہ :- المرتبۃ السادسۃ مرتبۂ انسانست و ایں انسان مظہریست جامع مر ہر سہ مظاہر را چہ تعین اول مع مافیہ ظاہر شدہ است در تعین ثانی باہر چیزے کہ ظاہر شدہ است دراں از عوالم ثلثہ ظاہر شدہ در انسان و انسان جامع مر جمیع عوالم راست و حق با جمیع اسماء و صفات خود با جمیع صفات اکوان و مظاہر ظاہر است در انسان و انسان جامع است ہمہ موجودات را از ازل تا ابد و انسان نامیدہ شدہ است بعالم صغیر و انسان کامل خلیفۃ اللہ است و متصرف است در ہمہ عوالم و فیض حق سبحانہ تعالیٰ نمیرسد بہیچ جزء اجزاء عالم مگر بواسطۂ باطن انسان کامل و لہٰذا مسجود ملائکہ گشتہ و انسان کامل اگرچہ در خلق عنصری اخیر است لیکن بباطن و حقیقت خود اول است و مضاہی تعین اول است و او بود مقصود از

خلق عالم واللہ تعالیٰ ایں انسان کامل را بدو ید خود پیدا کرد و مراد از دو ید از اوصاف جلالیہ و جمالیہ و اسماء فعلیہ و انفعالیہ و اوصاف و اسماء قدیمہ وصفات و اسماء کونیہ است و باقی عالم را بہ ید واحد پیدا ساختہ و ایں دقیقہ را ملائک طبیعیہ نفہمیدند و گفتند کہ آیا پیدا میکنی کسے را کہ فساد در زمین و سفک دما خواہد کرد و ما مسبح ہستیم و ستودہ ہستند کہ تسبیح آنہا باسم خاص است کہ آں ملائکہ مظہر آں اسم بودند و حالانکہ اللہ تعالیٰ را اسماء اند کہ ملائکہ را خبر آں اسماء نبود و اللہ تعالیٰ آدم یعنی انسان کامل را تمام اسماء خود تعلیم فرمود چہ آدم یعنی انسان کامل مظہر ذات جامع مرجمیع اسماء راست و انسان کامل مسبح بہمہ اسماء راست پس تسبیح انسان کامل اکمل است از تسبیح ملائکہ و اللہ تعالیٰ ملائکہ تمام کائنات را معروض ساخت و گفت کہ خبر دہید از اسماء ایں کائنات کہ تسبیح بآں اسماء می کنند و مظہر آں اسماء ہستند پس ملائکہ چونکہ از تکبر منزہ بودند اعتراف بعجز خود کردند و گفتند لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا و آدم را ہمہ اسماء کرد پس ظاہر شد فضل آدم یعنی انسان کامل نزد ملائکہ و سبب مسجود شدن انسان کامل معلوم شد و ابا ابلیس پس ابا آورد از سجود و گفت اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ و خلقتہ مِنْ طِیْنٍ یعنی بہترم از آدم کہ انسان کامل است پیدا کردی تو مرا از آتش و آدم را از طین و طین عبارت است از اجزاء زمین کہ مزاج است باب و ابلیس پنداشت آدم را طین و ندانست کہ ظاہر است در روے ذات باجمیع اسماء و صفات و جمیع حقائق عالم کہ ازاں جملہ نار ہم ہست و تکبر ورزید بر مظہرے کہ شاید تکبر بر او و لہٰذا ملعون و مطرود ازلی گردید و ابلیس مظہر اسم مضل است و ممکن نیست کہ از او صادر شود سوائے اضلال و گمراہی و او تسبیح حق نمیکند مگر باسم مضل و آنچہ قریب اوست در معنی و لہٰذا گفت فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّہُمْ اَجْمَعِیْنَ یعنی قسم عزت است اے رب البتہ گمراہ خواہم کرد افراد نوع انسان را یعنی بر آں کمر بندہستم و او محدث اضلال اختیار نمود تا اسم مضل ظہور یابد۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ امر را فرمود و اَسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْہُمْ بِصَوْتِکَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْہِمْ بِخَیْلِکَ وَ رَجِلِکَ وَ شَارِکْہُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَ عِدْہُمْ وَ مَا یَعِدُہُمُ الشَّیْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا۔ یعنی جنبش بدہ کسے را کہ استطاعت بر اضلال داری بآواز خود تا فریفتہ آواز تو شدہ در ضلالت افتد حملہ ساز بر آنہا بسواران خود و پیادگان خود و شرکت کن آنہا را در اموال و اولاد و ضلال افتند و عدہ کن با نہا تا از وعدہ فریب یافتہ در ضلالت افتند و وعدہ نخواہد کرد ایشاں را شیطان مگر فریب آنکہ گفتہ است اللہ تعالیٰ معلوم شد کہ اللہ تعالیٰ شیطان را مقرر خود برائے اضلال و اغوا بحد طریقیکہ باشد نا اسم مضل ظاہر شود۔ پس ابلیس ہم موکل بخدمت است و انسان کامل اگرچہ بنظر حقیقت خود جامع جمیع اسماء است و ابلیس را ہم مدد از جزو حقیقت اوست کہ اسم مضل است لیکن او بصورتے کہ ظاہر است در دار دنیا و در آخرت مظہر اسم ہادی است پس از انسان کامل بجز ہدایت نیاید و از و بے غیر ہدایت نگذرد مگر آنچہ اثرے از آثار ہدایت و اسم ہادی است لہٰذا اکمل از انسان کامل کہ رسل و انبیاء اند معصوم اند بے شبہ و اولیاء از انسان کامل محفوظ اند اگر معصیتے بہ سبیل ندرت از ایشاں صادر شود مقارن توبہ و استغفار شود و ایں اثرے است از آثار ہدایت و موجب ظہور آیت ثواب و غفور و مغفور است بدانکہ حق سبحانہ تعالیٰ اگرچہ در ازل عالم بود و میدانست جمیع اسماء حسنیٰ خود را

ورفدات کونیہ کہ مظاہر آں اسماند لیکن خواست کہ یک مظہر سازد کہ دراں اسماء حسنیٰ محدود کلیتہ وجزئیتہ کہ از احصاء بیروں اند مشاہدہ کند وآں مظہر در جامعیت مضاہی ومماثل تعین اوّل باشد کہ جامع است مراتب الٰہیہ وکونیہ را وآں مظہر مرآت باشد مر رویت جمیع اسماء را مجتمعۃ دفعۃ۔ پس پیدا ساخت انسان کامل را کہ جامع ہمہ اسماء وہمہ مظاہر است پس دید ہمہ اسماء وہمہ کائنات را در انسان پس رحم کرد بر کائنات عالم پس انسان کامل بمنزلہ دیدہ است مر حق سبحانہٗ را در رویت اسماء کائنات وہر کائن مظہر اسمے بود از اسماء او را خبر بود باسم دیگر کہ مظہر آں نیست کہ ہر مظہر میداند کہ کمال ہمیں است کہ اسم ظاہر در وے میخواہد ودر اسماء تقابل است چہ مثلاً مقابل غفور است۔ پس در مظاہر آں اسماء تقابلہ تضاد واقع است وہر مظہر میخواہد کہ دیگر نباشد وباہم متنازع اند پس عیبے کہ ملائک اظہار آں کردند از افساد وسفک دماء گونہ عین نزاع است در ہمہ کائنات عالم بود ودر ملائکہ بود کہ نزاع کردند در ایجاد عالم یعنی انسان کامل پس افتادند دراں عیب وشعور ایں افتادن نداشتند لہذا شرع شریف نہی فرمود از دیدن عیب دیگران وتنزلیہ کہ دیدن نفس خود را وچوں تضاد وتخالف در کائنات بنظر اصل حقیقت آنہا واقع است پس ہر حقیقت ایں کائنات بقاء دیگرے میخواہد لیکن اللہ تعالیٰ بایں تضاد باقی میدارد تا اسمائے وے ظاہر باشند و ہیچ یکے ازیں کائنات قابلیت خلافت نداشت چہ بحسب حقیقت خود ترتیب مضاد میتوانست کرد وچوں انسان کامل جامع جمیع اسماء است اورا بحسب حقیقت وے مضادت ومخالفت باکسے نیست چہ عالم ہمہ اسماء واجزا وقوای وے اند اگرچہ صورت وے کہ مظہر ہادی است ضدیت ومخالفت با مظہر مضل میدارد لہذا اللہ تعالیٰ ابلیس را عدو آدم فرمود۔ مولانا جلال الدین رومی میفرماید۔ مثنوی

چونکہ بیرنگے اسیر رنگ شد ✻ عیسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
چوں بہ بیرنگی رسی کاں داشتی ✻ موسیٰ وفرعون دارند آشتی۔

لاجرم انسان کامل را خلیفہ خود نمود تا بامداد باطن خود ہمہ کائنات عالم را باقی دارد وہر کمالے ونقصے را کہ کائنات مستعد اند بآنہا رساند وایں مراد نیست کہ مبقی حقیقت انسان کامل است چہ ایں کفر است بلکہ جاعل ومبقی ومعطی ذات اوست سبحانہٗ وانسان کامل وسیلہ است در ایصال فیض او سبحانہٗ تعالیٰ واللہ تعالیٰ ایں انسان کامل را ختم ساخت بر خزائن عالم پس مادام کہ ایں ختم باقیست در خزائن عالم خللے نمی تواند رسید وچوں یک فرد از انسان کامل وفات یابد دیگرے قائم مقام وے گردد تا بقائے ایں انسان کامل در دار دنیا علی التعاقب است دار دنیا باقی خواہد ماند وچوں انسان کامل باقی نماند در دنیا ختم ولایت مطلقہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اند وفات یابد۔ خلیفہ حق ختم وے نماند۔ تضاد عظیم واقع شود۔ وآسمان منشق گردد۔ وقیامت قائم گردد۔ وعمارت منتقل بدار آخرت و خلیفہ کامل حقیقۃً سید عالم محمد مصطفےٰ اند۔ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم و قبل مجیٔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم بعالم دنیا وی انبیاء ورسل نائب سید عالم بودند وخلیفہ حق بودند بر عالم۔ وبعد وفات آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قطب الاقطاب نائب او ست صلی اللہ علیہ وسلم

وخلیفۂ حق است وختم است بر عالم و او امام اولیاء وخلفاء حق است وتحقیق امامتش آنست
کہ قطب الاقطاب در بعضے عوالم بر کرسی می نشیند و ہمہ اولیاء سوائے افراد کہ از دائرۂ قطب
بیروں اند صف بصف پیش وے حاضر می شوند۔ ودو ولی از وزرائے وے اند۔ یکے
یمین نشیند۔ ودیگرے شمال۔ و در اصطلاح صوفیہ مقام وزرائے قطب الاقطاب را امامت
میگویند۔ ورسول سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قطب الاقطاب اند وزیران او
قدوۂ اولیاء افضل الصدیقین امیر المومنین ابو بکر صدیق و حضرت امیر المؤمنین عمر
رضی اللہ تعالی عنہما بودند۔ چنیں فرمودند شیخ اکبرؒ در فتوحات۔ وقطب الاقطاب بوزیران خود
واولیاء دیگر کہ اوتاد و ابدال وغیر آنہا ہستند امر میکند تا کائنات را میرسانند انچہ در
استعدادات آں کائنات است وآں کائنات بلسان استعداد طلب آں میکند و ایں
قطب الاقطاب را نسب سیادت شرط نیست بشعر

آں امام حق وقائم آں ولی است
خواہ از نسل عمرؓ خواہ از علیؓ است

وشیخ اکبر قدس سرہ در فتوحات میفرمایند کہ ایں قطب الاقطاب افضل اولیاء در زمان خود
است وخلیفۃ اللہ است بباطن خود و در بعض ایں خلافت باطنہ با خلافت ظاہرہ
مجامع است۔ چوں امیر المؤمنین ابو بکر صدیق۔ وعمرؓ وعثمانؓ۔ وعلیؓ۔ وامام حسنؓ۔
ومعاویہ بن یزید۔ وعمر بن عبد العزیز۔ ومتوکل۔ ودر بعضے فقط خلافت باطنہ است
مفارق از خلافت ظاہرہ چوں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وایں کثیر است انتہی۔ و در
اقطاب نیز تفاضل باشد۔ بعضے افضل از بعض وشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ
از افضل اقطاب بود و قدم وے بر رقاب ہر ولی بود اینکہ گفتہ شد ہمہ احوال انسان
کامل بود و انسان ناقص اگرچہ نوع جمعیت دارد و ملائک وے ساجد و منقاد ہستند لیکن
ایں سجود و انقیاد بدو وبال است چہ شیطان وے ساجد وے نیست و غالب است و او
منقاد شیطان خود است وہر چہ شیطان امر میکند او بجای آورد و ایں انسان
ناقص چوں خواست ارتکاب معصیت کند شیطان امداد او میکند۔ وملائکہ چونکہ ساجد و منقاد
آں انسان اند معارضۂ او نمی توانند کرد۔ وچوں خواست کہ حسنہ کند اگرچہ ملائک راضی اند باں
لیکن چوں شیطان وے ساجد و منقاد نیست معارضہ وے میکند و او را باز دارد از حسنہ و
چوں او منقاد شیطان است قول او قبول میکند۔ واز حسنہ باز می ماند تا کہ منغمس شہوات
شدۂ و اتباع شیطان ورزیدہ نوبت بشرک می رساند و مشرک گردد اَعَاذَنَا اللّٰہُ
مِنْ ذٰلِکَ وایں انسان ناقص بہ اسفل السافلین میشود و در صورت انسان
باقی ماند۔ وحکم بہائم دارد بلکہ از وے دون تر است اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ

اضل سبیلا و اللہ تعالیٰ حال انسان کامل و انسان ناقص دریں آیہ بیان فرمودہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین اٰمنوا و عملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون۔ یعنی ہر آئینہ پیدا کردیم انسان را در احسن تقویم چہ تقویم وے جامع است و ایں تقویم فی ذاتہ افضل و احسن است از تقویم ہر مخلوق بعد ازاں مردودساختیم انسان را در مرتبہ و منزلت باسفل السافلین کہ از انعام نیز بدتر شدند مگر آں انسان کہ ایمان آوردند۔ و عمل صالح کردند اینہا را مردود نساختیم باسفل السافلین بلکہ در احسن تقویم باقی ماندند۔ و انسانے کہ ایمان آورد و عمل صالح کرد انسان کامل است و ماعدائے وے ناقص و نیز باید دانست کہ اللہ تعالیٰ امانت را عرض کرد بر سمٰوات و ارض یعنی بر ما سوائے انسان ہمہ ابا آوردند کہ نشائہ آنہا صالح آں نبود و بتر سیدند از برداشتن بار ایں امانت بجہت آنکہ دانستند کہ حق آں ادا نتوانند کرد و انسان ایں بار امانت را برداشت کہ نشائہ وے قابل ادائے حق آں بود و عاقبت بیخ آں ظاہر نہ نمود و مبادرت نمود در حمل بار امانت چنانچہ حافظ شیرازی رح میفرماید۔ شعر

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

و انچہ شیخ اکبر قدس سرہٗ در فتوحات فرمودہ اند کہ صوفی حکیم است و حکمت خیر کثیر است بنص و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ و انچہ موصوف بکثرت است قابل قلت نیست اصلا و صوفی در جمیع موجودات نظر میکند چہ حکمت الٰہی ساری است در جمیع موجودات۔ و اللہ تعالیٰ انسان را حامل امانت ساختہ است۔ پس گردانیدہ است مر انسانرا نظر شفقت بر جمیع موجودات و عطا کردہ است انسانرا تصرف در جمیع موجودات بطریق امانت کہ ادا کند انسان حق ہر ذی حق مر آں ذی حق را چنانچہ اللہ تعالیٰ عطا فرمودہ است ہر شئی را خلق وے کہ حق وے است بجہت آنکہ در اعیان ہر شئی استعداد امرے بود بحسب آں استعداد خلق فرمود آں امر را کہ مستعد آں بود بوے عطا فرمود پس گردانید اللہ تعالیٰ انسانرا خلیفہ و دیگر مخلوق را خلیفہ نگردانید پس انسان امین است بر خلق اللہ پس میل نمیتواند در حق خلق خدا از سنت اللہ کہ جاری است در حق ہر مخلوق و میرساند بہ ہر کہ اللہ تعالیٰ خواستہ است پس خلق اللہ امانت اللہ است در ید انسان چنین امانت کہ معروض کردہ شدہ بر انسان پس آنرا برداشت پس اگر ادائی آں امانت کند بر طبق حکم اللہ حکیم است و اگر ادائی آں امانت نکرد پس او ظلوم جہول است و حکمت منافی ظلم و جہل است پس آنکہ امانت ادا نکند حکیم نباشد پس تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ ہماں تصوف است پس ازیں کلام واضح شد کہ صوفی کہ انسان کامل است ہر ذی حق را از خلق الحق حق او میرساند چنانکہ اللہ تعالیٰ میرساند و مراد از حق ذی حق چیزے است کہ عین او مستعد اوست پس ہر مخلوق را میرساند انچہ کہ عین وے مستعد آں بود خواہ در شرع آں ظلم باشد خواہ شرعی باشد پس حق ابوجہل آں بود کہ عین وے

مستعد آں بود از کفر و معاصی و اسباب خلود در نار پس ہر چیکہ اعیان کائنات در مرتبۂ ثبوت مستعد آں است انسان کامل می رساند باو چنانچہ سنت اللہ جاری است تا آنکہ آنچیکہ اعیان کائنات مستعد آنست۔ اللہ تعالیٰ بر طبق استعداد باو میرساند و ایں تخلق است باخلاق اللہ و حکمت است و اینکہ گفتہ شدہ کہ صوفی حق ہر کائن بنظر استعداد وے میرساند بہمہ بہ نظر باطن انسان کامل است کہ بہ باطن حق ہر کائن را بمقتضای استعداد می رساند با علم و دانش و اما انسان کامل کہ صوفی است بصورتے کہ ظاہر شدہ است ایں صورت مظہر ہادی است عنایت کردہ شدہ است مکارم اخلاق و او متصف بہ مکارم اخلاق است و مکارم اخلاق خود صرف میکند بقدر ممکن و شیخ اکبر بیان آں فرمودند در موضع آخر از فتوحات بدیں وجہ کہ صوفیہ آں کسانند کہ اختیار مکارم اخلاق باخلق اللہ کنند نہ غیر صوفیہ۔ و صوفیہ دانستند کہ کسے قادر نیست بر ضائے جمیع بندہائے اللہ چہ یک چیز موجب رضائے کسے می باشد و ہماں چیز موجب سخط و ناخوشی دیگرے می باشد و چوں مکارم اخلاق باہر کس محال بود پس اختیار کردند مکارم اخلاق باکسیکہ اولی است بمعاملہ مکارم اخلاق و التفات نکردند بسوئے آں کس کہ دراں ساخط باشد۔ پس نیافتند لائق معاملہ بہ مکارم اخلاق مگر اللہ تعالیٰ را و ملائکہ را و از بشر رسل و انبیاء و اولیاء را۔ پس لازم گرفتند ایں مکارم اخلاق بایشاں۔ بعد ازاں صرف کردند مکارم اخلاق باحیوانات و نباتات و باشرار ثقلین مکارم اخلاق نکردند۔ مگر بہ چیزیکہ اللہ تعالیٰ محتاج گردانید خلق را بآنہا و ایں ہم مکارم اخلاق با اللہ تعالیٰ است و اگر ایں قوم قاضی و حاکم باشد در اقامت حدود بر خلق خلق را راہ نہ دہند۔ بلکہ اقامت آں بکنند کہ اقامت حدود حق اللہ تعالیٰ است پس خلق با اللہ تعالیٰ ہمین است کہ حق وے وفا کنند از اینجا گفتہ معلوم شد کہ صوفیہ کہ انسان کامل اند می باید کہ باخلاق حمیدۂ شرعیہ متصف باشند و از باطن تصرف در ہمہ اشیاء و مخلوقات بکنند۔ و انسان ناقص ہم شریک است با انسان کامل در حمل امانت۔ و ادائے امانت نمی کند۔ و او ظلوم و جہول است و امانت عبارت است از اسرار اسماء الٰہیہ۔ و ادائے امانت تخلق باسماء الٰہیہ است و اعطاء ہر ذی حق را حق وے کہ مقتضیٰ آں اسم است کہ آں ذی حق مظہر اوست۔ فقط

تمت بعونہ و توفیقہ

الحمد للہ و المنۃ کہ ایں کتاب تنزلات ستہ مصنفۂ مولانا ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ بتصحیح خادم العلوم و الافتاء الدینی ابو الفضل محمد مخدوم الحسینی الشہیر بہ خواجہ پیر حسینی القادری الکنطامی غفر اللہ لہ و لوالدیہ بفضلہ السامی بحلیۂ طبع محلی گردید۔

شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن

فتوح العقائد
معروف بہ
عقائد الصوفیہ

مصنفہ عمدۃ المحدثین شاہ فتح محمد مصنف مفتاح الصلوٰۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین - بدآں ایعزیز ارشدک اللہ تعالیٰ فی الدارین - صوفیانیکہ قائلین بوحدۃ الوجود اند - بذوقے ووجدانے چنیں یافتہ اند وبریں اعتقاد داشتہ اند کہ حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ وجود است وآں وجود من حیث الحقیقت متعین نیست بل وجود مطلق است باآں معنی کہ آں وجود وجود است باعتبار حقیقت نہ اورا قید خاص است ونہ قید عام ونہ اورا قید اطلاق است نہ قید تقید لاک وجود خود منقلب نگردد لان فیہ اتصاف النقیض بالنقیض او اتحادھما وھما محالان لان فیہ انقلاب الحقائق وایں محال است پس چوں حقیقت آں وجود مطلق است در خارج ہمیشہ متحقق بود وامر کلی نباشد از جہۃ آنکہ سلب شئ عن نفسہ لازم می آید - وایں نیز محال است از جہت آنکہ ہست است است امر ذہنی نیست کہ محتاج بجزئیات وافراد خود باشد در موجودیت خویش پس ہموں وجود مطلق واجب باشد - وآں وجود را صفت وجوب وقیومیت وبقاء وقدم وعظمت - وجلال وعلم وقدرت وجمیع صفات الٰہیہ ثابت اند - وآں وجود بچوں ولا نہایت وغیر منحصر وغیر محدود است وایں صفات ازاں وجود کلے ہے منفک نیستند وآں وجود را باعتبار ایں صفات واجب الوجود وآلہ میگویند وآں وجود یکے است وغیر وے موجود نیست ومحال است کہ باشد از انکہ حقیقت وے تعالیٰ وجود است وغیر وے بالکلیہ جز عدم نباشد - پس غیر وے موجود نتواند بود واز انکہ حقیقت وجود را مثل ومخالف وضد نیست وغیر وے شش قسم منحصر است - پس غیر وے موجود نباشد - واصل ہمہ موجودات ہموں است - وہمہ کائنات ازوے صادر اند واو بذات خود ہمہ موجودات متعین ومتکیف شدہ است وبلباس مخلوقات ظاہر آمدہ است وذات او با ہمہ صفات مقید شدہ خلق نمائگشتہ است بے انقلاب حقیقت وے وصفات حقیقیہ وے واو بحال خود است باطلاق خود - وصفات حقیقیہ وے ہم

بحال و بکمال خود داند باطلاق خود و بآں اطلاق حقیقت و اطلاق صفات خود را باین تقید جلوہ نمودہ است پس ظاہر باین تقید و بلوازمات این تقید است۔ و باطن بہمہ اطلاق و بلوازمات آں اطلاق است مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ بیان ایں معنی است۔ پس انچہ تقید است راجع بظاہر آمدہ و ہمہ اطلاق راجع بباطن۔ پس ادنی الحقیقت آنست عبد نما اما گاہے فی الحقیقت عبد نمیشود۔ چنانچہ حقیقت وے وصفات حقیقیہ وے و آلہیہ وی منقلب نباشد از انکہ انقلاب حقیقت وے محال است و انفکاک صفات حقیقیہ وے از ان حقیقت نیز محال ست پس آنکہ عبد نما باشد و چوں عبد بتوجہ تمام باصل خود و بباطن خویش باز گردد و نظر بایں تقیدات برد ارد و بر باطن گذارد۔ و این شعور بالکلیہ فانی گردد۔ تا ذات و صفات وے کہ تقیداند منبسط گردند بذات و صفات حق متحد باشند۔ ہمچو انبساط ذات و صفات حق دران وقت ایں بندہ کاتہ ہو باشد و عبد آلہ نما گردد ایں است کمال آں بندہ۔ اما گاہے فی الحقیقت آلہ نہ شود۔ از انکہ چوں تقید آں بندہ و صفات آں بندہ بالکلیہ انبساط پذیرد۔ و او بالکلیہ نماند کدام منبسط گردد و کہ متحد باشد باحق پس کمال بندہ ایں است کہ در وے حق جلوہ گر باشد و آں بندہ انبساط و اتحاد باحق پذیرد۔ و چنانچہ کاتہ ہو گردد و عبد آلہ نما شود۔ ایں است تحقیق محققان و عقیدہ گروہ صوفیان۔ و ذوق و وجدان عارفان اگر عارفے از شعور خود بالکلیہ گم گردد و خود را ہموں بیند و ہو ہو گوید معذور است و آگاہ نیست از حقیقت حال خود و چوں ہشیار شود و از حقیقت حال خود خبردار گردد و خود گوید کمال من اینست کہ من عبد آلہ نما باشم چنانچہ حضرت سلطان العارفین۔ بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز می فرمایند۔ ان قلت یوما سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم کافر مجوسی و انا اقطع زناری و اقول اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ چوان سلطان العارفین از حقیقت حال خود خبردار شد گفت اکنوں مسلمان شدم حقیقت حال اینست کہ آں حقیقت مطلق را بایں تقید دریابد بے اتحاد و تباین تا مسلمان حقیقی شود و کلمہ طیبہ را دریابد و گرنہ لا الہ الا اللہ حاصل باشد و محمد رسول اللہ حاصل نہ و آں حقیقت مطلقہ باین ہمہ تقیدات مطلق است و صفات حقیقیہ و اطلاقیہ وے ہمچناں مرجع بہ تقیدات است و او آلہ ہمہ و معبود و مسجود ہمہ و اینہا ہمہ راجع و عابد و ساجد اویند و دران حقیقت نزول کلام است و ارسال رسل و آنحقیقت آمر است و ناہی و این مقیدات مامور اویند و عابد و محل تصرف وے و مظاہر اسمائے وے در مظہر اسم ہادی در کار است و در مظہر اسم مضل در کار مال آں بترحم و مال ایں بقہر۔ پس مظہرے مرحوم آمد و مظہری مقہور آں متنعم بجنات است و ایں معذب بعذاب جہنم و ایں مرحومیت و مقہوریت و ایں راحت و الم راجع باں حقیقت نہ از انکہ آں حقیقت منزہ است از نہا بمرتبۂ اطلاق خود و ظہور این راحات و آلام باعتبار ایں تقید است نہ باعتبار آں اطلاق با انکہ آمر و مامور ہمون است و باں اتحاد آمر با مامور یت خود و مامور بامور یت خود است چنانچہ حضرت شیخ محی الدین علی بن عربی در فتوحات مکیہ میفرمایند ہو عین کل شی فی ظہورہ و ما ہو عین الاشیاء

فی ذوات تقابل ہو ہو والاشیاء اشیاء ایں است وجدان محققان و عقیدۂ حضرات صوفیان رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایشانرا باعتقاد علماء ظواہر ہیچ روئے مخالفت نیست مگر در ربط حق بعالم علماء ظواہر ربط ایجادی حق بعالم میدہند بتباین حقیقتین علماء باطن ربط ذات حق بعالم می دہند بتباین حقیقتین و اتحاد و بے انقسام و تجزی و تبعیض۔ پس نزد یک ایشان یک حقیقت آمد امادر ثبوت مرتبۂ حق و مرتبۂ عالم و احکام مرتبہ برآں ہر دو ہیچ مخالفت نیست احکام واجب بر واجب مترتب میدارند و احکام عالم بر عالم و احکام آں بر ایں مترتب نمیگردد احکام ایں بر آں مترتب نمیشود۔ ایں است صراط المستقیم۔ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔ علماء ظواہر بربنا خود ہیچ طور از اطوار یگانگی بر عالم روا نہ دارند بلکہ کفر پندارند زیرا کہ نزد ایشاں عالم را با حق ہیچ وجہ یگانگی نیست و صوفیان بنا خود ہمہ طوار یگانگی بر عالم جائز دارند بل ہر ذرے و رکنے از ایماں شمارند از انکہ نزد ایشاں حق ثابت است امانہ جدا گانہ و نہ بیگانہ از عالم و نہ متحد و یگانہ با او زیرا کہ نزد ایشان من حیث الوجود یگانگی است و من حیث المراتب بیگانگی و ثبوت ایمان بدو اکن است یگانگی و بیگانگی و آں یگانگی و بیگانگی بدو امر است۔ امر الحق و العقد و جمیع الامرین المذکورین را ایمان تمام و کامل میدانند لان فیہ ثبوت الحق و العہد بلا تباین و اتحاد پس کسیکہ بوجدان ذوق بے تباین و اتحاد ہر دو مرتبہ را برابر دارد و حقیقت وجود را با جمیع اطلاقات حقیہ و با جمیع قیود ات خلقیہ در یابد او را کامل مکمل گویند و کسیکہ باستیلائے وجود و یا باستیلائے حق مرتبۂ خلق را محو سازد او را مغلوب الحال گویند و معذور دارند و مرفوع القلم شمارند ان اللہ لا یواخذ العشاق بما صدر منہم و کسی را کہ رویت خلق حق را ساتر آید او را محجوب گویند و کسی را بجز دعلم وحدت یا تو ہم خطوظ آں علم مرتبۂ خلق را بر دارد او را ملحد و زندیق گویند و کسیکہ علم و معرفت را آنچنانکہ مذکور است بداند و بدان عقیدۂ صحیحہ دارد و مراقب بدان بود او را عالم ربانی خوانند و امید است کہ او بطفیل ایں علم و عقیدہ و مراقبہ بدرجہ کمال رسد درین جہاں یا در آں جہاں و کسیکہ مراقب نبود و آں علم و عقیدۂ صحیحہ ندارد او ہم چیزے ازیں نصیب خالی نبود و ازیں خطہ عاری نباشد و ہر کہ ایں علم و عقیدۂ صوفیہ را یاد دارد و ہر مسئلۂ ایں رسالہ را بتحقیق بداند از زلت صوفیان خاماں و از زندیقیت زندیقان و از الحاد ملحدان و از اباحت اباحیان نجات یابد و بدرجۂ صدیقاں رسد۔ واللہ اعلم بالصواب۔ صوفیان آنحقیقت را کہ حقیقت وجود است من حیث ہو ہو للتعین و ذات بحت خوانند امانہ بآں معنی کہ مفہوم سلب تعین و بحتیت آنجا ثابت باشد۔ و نیز ایں مرتبہ را مرتبۂ احدیت و مرتبۂ غیب ہویت و مرتبۂ لاہوت خوانند۔ و ہیچ اسمے کہ در اے وجود فائدہ دیگر دہد روا نہ دارند و چوں آں حقیقت را بعلم مطلق و علم اجمال کہ یافت خود است مر خود را بذات خود یافت جمیع شیونات است یعنی اسمائے الٰہی و کونی بے امتیاز یکے از دیگرے ملاحظہ نمایند و وحدت گویند و حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم خوانند و تجلی اول و تعین اول و تنزل اول نامند۔ و چوں آں حقیقت را کہ بعلم مفصل کہ یافت خود است۔ با صفات و اسمار الٰہی و کونی مفصلاً با متیاز یکے از دیگرے ملاحظہ نمایند۔ واحدیت و الٰہیت و حقیقت انسانی خوانند۔ و دانش خود کہ درین مرتبہ است مر اکوان را

تعین علمی و اعیان ثابتہ نامند و ایں ہمہ وجدان و شہود و علم و شعور او مر او را در سہ طریق منحصر است و ایں ہمہ مراتب مذکور را قدیم پندارند و تقدیم و تاخیر یکے بر دیگرے تقدم و تاخر رتبی دانند نہ مکانی و زمانی۔ وچوں آں حقیقت متلبس شود بعالم نورانی آں را عالم ارواح و عالم ملکوت و عالم مثال خوانند وچوں آں حقیقت متلبس شود بعالم جسمانی آں را عالم اجسام و عالم شہادت و عالم ناسوت گویند وچوں آں حقیقت متلبس شود و مقید باشد بجمیع مراتب مذکورہ جسمانی و نورانی واحدیت و حقیقت انسانی گویند وچوں آں حقیقت بعد ازیں تقید در انسان منبسط گردد و متنوع گردد و جمیع مراتب مذکورہ در وے ظاہر آیند بانبساط خود و او را کائنات نور گردانند آں را انسان کامل گویند و آں انبساط و اتساع بکمال و اکمل مرتبہ در صورت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم پیدا کند و ختم نبوت ہم بریں وجہ شمارند و از عبارت سابقہ معلوم شد کہ کمال مقید بدو وجہ نگاہداشتن است وجہ اطلاق و وجہ تقید کہ در وست اما چوں آں حقیقت مطلقہ مقید شد بمجرد مقید شدن بہ تقید خو کرد و عادت گرفت و بہ تقید بصر و تقید سمع مقید و ہمہ اوصاف مقید بہ تقید عادت گرفتند۔ و آں حقیقت مطلقہ را و اوصاف آں حقیقت را ساتر آمدند و از اں حقیقت بیگانہ وار گشتند۔ و جہت تقید بر آں غالب آمد و احکام و لوازم تقید بر دستولی شد۔ اکنوں طریق رجوع مقید سوئے مطلق ایں است کہ وجہ اطلاق را بر وجہ تقید غالب کند و ہمیشہ مراقب بوجہ اطلاق باشد بہیچ وجہ ملاحظہ بوجہ تقید نکند۔ و بہر طریق کہ وجہ تقید فراموش شود آں طریق لازم گیرد۔ و فرض راہ داند و ہر امر یکہ وجہ تقید را غلبہ دہد و در کثرت و دوئی اندازد۔ آں امر را قاطع الطریق داند و بآں ملتفت نشود۔ و اگر آں امر از امور دنیوی است واجب است کہ آنرا بالکلیہ ترک کند و اگر از امور دینی است پس بہ بیند کہ اگر آں امر از مفروضات است یا از مسنن۔ رواتب اتیان و آوردن آں ضروری است و اگر اینہا نیست آں را ہم ترک کند اگرچہ آں امر از خیرات و حسنات باشد۔ حاصل الکلام:۔ ہر کار یکہ وجہ اطلاق را غلبہ دہد فرض راہ وے آں کار است از انکہ فرض راہ وے آں است کہ وجہ اطلاق را حاضر آرد و از نیخاست کہ گفتہ اند خسر الدنیا و الآخرہ صفت عاشقاں است مقید را نگاہداشتن بر وجہ مطلق فرض آمدہ است و ہرگز ملاحظہ بوجہ تقید نکند و اگر خواہد کہ ہر دو وجہ را نگاہدارد ممکن نیست کہ غلبۂ وجہ اطلاق حاصل نماید از انکہ مقید بوجہ تقید عادت گرفتہ است و تقید و لوازمات او لازم حال او آمدہ اند۔ مانع وجہ اطلاق آیند۔ و سوئے خود کشند ابتداءً ممکن نیست کہ نگاہداشتن دو وجہ وجہ اطلاق را غالب آرد بعد از غالب شدن وجہ اطلاق ملتفت بوجہ تقید شود و مراقب آں وجہ باشد و او توجہ را حاصل کند در آنوقت ممکن است کہ وجہ تقید با طریق حاصل آید کہ وجہ اطلاق را حاجب نیاشد و مانع نیاید چوں آں توجہ متقید حاصل شد بدرجہ کمال رسید و سوئے اطرافین گشت انبیا صلوات اللہ علیہم کہ بخلق آمدہ بودند بوجہ اطلاق آمدہ بودند و مرسل رسولہ بالہدیٰ و وجہ تقید ہمہ ہمراہ ایشاں بود آیہ کریمہ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ایشاں ہر دو وجہ دادہ بنی کردند بدعوت خلق فرستادند و گرنہ نبی و رسول نتوانند شد و نبی ما صلی اللہ علیہ وسلم ظہور آں ہر دو وجہ بکمال مرتبہ دادہ بود ند ازاں وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم خاتم النبیین آمد فافہم ہذا الطریق فتامل و توصل و اعمل علیہ خاتمہ محفوظ

تمت

شمارہ	مسئلہ	دلائل وجود مطلق
اول	حقیقت تعالیٰ وجود است	آں وجود من حیث آنکہ حقیقت متعین نیست بل وجود مطلق است یعنی کہ وجود وجودات باعتبار حقیقت
۲	وجود منزہ و مبرا ہست از ہر قید	نہ او را قید خاص است و نہ قید عام نہ او را قید اطلاق است و نہ قید تقید۔
۳	آں وجود منقلب نگردد	لان فیہ التصاف النقیض بالنقیض او اتحادہما و ہما محالان ملزوم انقلاب کہ حقائق و ایں محال است
۴	مطلق را ضد نیست	از جہت آنکہ سلب شئی عن نفسہ لازم می آید ایں نیز محالست کہ ہستی وجود او معنی نیست کہ محتاج بجز نباشد و افراد باشد در موجودیت خویش بکسے محتاج۔
۵	او وجود مطلق است	کہ صفت وجوب و قیومیت و بقاء و قدم و عظمت و جلال و علم و قدرت و جمیع صفات الٰہیہ آں وجود ثابت باشد
۶	آں وجود ہیچ صفت ندارد و غیر موصوف و غیر محدود است	ایں صفات الٰہیہ گاہے ازاں وجود منفک نیست کہ آں وجود باعتبار ہمیں صفات واجب الوجود آمدہ است۔
۷	آں وجود یکے است نہ دوے بالکل چیزے غیر او نیست	از انکہ حقیقت وجود را مثل و مخالف و ضد نیست و غیر دریں سہ قسم منحصر است پس غیر دوے موجود نباشد۔
۸	اصل ہمہ موجودات ہمہ ذات و صفات او است	یعنی آں وجود بذات خود ہمہ موجودات متعین و متکیف شدہ بلباس مخلوقات ظاہر آمدہ و ذات او با ہمہ صفات مقید شدہ خلق گماشتہ بے انقلاب حقیقت و صفات حقیقیہ خود۔
۹	آں وجود ظاہر باطن ہمہ است و باطن ظاہر ہمہ	ایں آیۂ تقیید است راجع بظاہر آمدہ و ہمہ اطلاق راجع بباطن مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان دریں معنی آں آلاست عبد نگاہ گاہے در حقیقت عبد نمیشود چہ اگر در بصورت انقلاب حقیقت لازم می آید و انقلاب حقیقت الٰہیہ و صفات حقیقیہ او محالست۔
۱۰	آں حقیقت مطلقہ با صفات حقیقیہ و اطلاقیہ مطلق است	صفات حقیقیہ و اطلاقیہ او چناں مرجع ہمہ تقیدات است و او آلہ ہمہ و معبود ہمہ و مسجود ہمہ و ہمہ تقیدات راجع عابد و ساجد او یند۔
۱۱	در مرتبہ حقیقت نزول اسمائی و صفاتی نیست	یعنی ایں مقیدات ماسوا یند و محل تصرف او و مظاہر آثار اسماء و صفات او یند کہ اعیان علمیہ الٰہیہ اند۔
۱۲	در مرتبہ اسم اللہ ذکر است او در مرتبہ اسم مضل ذکار	یعنی ملک آں بر حم و ما آں ایں بقہر پس مرحوم و مقہور مظہر اوست و متنعم بنعمات جنت و معذب بعذاب جہنم مظہر است و مرحومیت و مقہوریت و راحت و الم راجع بتقیدات آمدہ نہ راجع باں حقیقت اگر نہ آں حقیقت برتبۂ اطلاق خود از ینہا منزہ است۔
۱۳	و آں ذات آمر با مر خود و ناہی از نہی خود است	چنانچہ شیخ محی الدین بن علی عربی در فتوحات مکی میفرماید ہو عین کل شئی فی ظہورہ و ما ہو عین الاشیاء فی ذواتہا بل ہو ہو الاشیاء اشیاء۔

علوم الحمد رسالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

طالب حق را باید دانست کہ مراتب وجود باصطلاح صوفیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پنج عالم است لاہوت و ہاہوت و جبروت و ملکوت و ناسوت۔ و بیان از مراتب ناسوت کردہ می شود تا مبتدی را فہمیدن آسان گردد۔ ناسوت باصطلاح ایشان مرتبۂ ملک است کہ آں را عالم شہادت نیز گویند و آں را از عرش اعظم است تا مرکز خاک۔ و این مجموعہ بسیزدہ چیز است۔ اوّل عرش مجید است کہ در شرح بخاری احمد خطیب قسطلانی از بعضے سلف نقل میکنند کہ عرش عظیم از یاقوت سرخ است بقدرے میان دو جانب او پنجاہ ہزار سالہ راہ است و وسعت از طرف بالا پنجاہ ہزار سالہ راہ است و از طرف پائین نیز پنجاہ ہزار سالہ راہ است در فضائل اعمال حدیث مرفوع است کہ عرش را صد پایہ است فرشتگان کہ از زمانہ پیدا شدہ اند تا روز قیامت سیر یکپایہ تمام نتوانند کرد بعد ازاں کرسی است کہ زمین بہشت است مجموعہ درجات عظیمۂ بہشت ہزار و شش صد و شانزدہ است بعدہ فلک زحل کہ آسمان اوّل است و بعدہ فلک مشتری۔ بعدہ فلک مریخ۔ بعدہ فلک شمس۔ بعدہ فلک زہرہ۔ بعدہ فلک عطارد۔ بعدہ فلک قمر کہ آسمان ہفتم است از بالا و آسمان اوّل است از طرف پائین۔ و در شرح امام نووی وغیرہ چنین مقرر کردہ اند کہ کرسی و آنچہ در وسعت بعرش مجید خرد است در میدان وسیع و ہفت آسمان نسبت بکرسی ہمیں حال۔ بعد از فلک ہفتم کرۂ آتش است کہ آنجا شہب میشود۔ بعدہ کرۂ ہوا است کہ در آنجا ابر وغیرہ میشود۔ بعدہ کرۂ آب است کہ عبارت از دریائے محیط است۔ و در داخل کرۂ آب زمین مثل گردگان افتادہ است

وزیادہ از نصف زمین غرق است ونصف کم او بیرون است وآں نصف بیروں دو قسم است ۔ یک قسم محض ویران است کہ نشان عمارت در و اصلاً ومطلقاً بہیچ وجہ نیست و یک قسم کہ او را معمورہ گویند ۔ وآں ربع مسکون است ودر و دریاہا ومیدانہا وکوہا وشہرہا واقع است ۔ ومسافت آں یکصد ونسبت سالہ راہ است ازاں نود سالہ راہ یاجوج وماجوج کہ از فرزندان یافث بن نوحؑ اند میباشند ودوازدہ سالہ راہ حبشہ میباشند وہشت سالہ راہ رومیان می باشند ۔ وسہ سالہ راہ عرب می باشند وہفت سالہ راہ مردم چین می باشند چنانچہ این تفصیل امام احمد خطیب قسطلانی در شرح بخاری از بعضے کتب نقل کردہ اند ودر زمین مخلوقات بسیار اند چنانکہ نسبت بملائکہ وشیاطین وجن وآدم از ہزار یک میشود اینہم در شرح مذکور است کہ تمام زمین باین وسعت نسبت باسمانہا مقدار خشخاش است چنانچہ بزرگے گفتہ است ابیات

جہاں درجنب ایں گنبد کہ سقف مینا ست ۔ چو خشخاشے بود بر روئے دریا ست
بہ بین خود را کزین خشخاش چندی ۔ سزد گر بر بروت خود بخندی

بطریق اختصار ناسوت تمام شد ۔ اما ملکوت پس باید دانست کہ عالم ملکوت منقسم بدو قسم است ۔ ملکوت اعلیٰ ۔ ملکوت اسفل ۔ وملکوت اعلیٰ ارواح را گویند و اسفل عالم مثال را گویند واین عالم مثال بالائے عرش است ووسعت او آنقدر است کہ تمام عرش و آنچہ در وست گویا حلقۂ انگشتری است در صحرائے عظیم چنانچہ شارح قیصری وغیرہ فرمودہ اند وعالم مثال برزخ است درمیان عالم اجسام کہ ناسوت است ودرمیان عالم ارواح کہ مجردہ نوریہ ہستند وہر موجودے را کہ تمثالہا کان صورتے دریں عالم مناسب آں عالم است کہ فیض از ارواح گرفتہ باجسام میرساند ۔ وآنرا عالم خیال نیز نامند ۔ اما ملکوت اعلیٰ ارواح است وآں را عالم امر نیز می نامند وآں عالم است کہ اشارۂ حسی بداں راہ نیابد ۔ وموجودات آں عالم بر دو قسم است قسمے ہستند کہ بوجہے از وجوہ بعالم اجسام تعلق ندارند وایشاں را کروبیان گویند ۔ وایشان نیز دو قسم اند قسمے از عالم مطلق خبر نہ دارند ۔ ہا موانی جلال اللہ وجمالہ منذ خلقہم ۔ وایشاں را مہیمہ خوانند وقسمے دیگر از ایشان حجاب بارگاہ الوہیت اند ۔ وو سائط فیض بوبیت وافضل بنہا روح اعظم است کہ روح محمدی است صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کہ فیض از حق سبحانہ تعالیٰ گرفتہ بجمیع ارواح میرساند ۔ ونسبت روح اعظم بجمیع عوالم میرسد ۔ چہ ارواح وچہ مثال وچہ شہادت چوں نسبت نفس انسانست بہ بدن تا آنجا کہ فیض از انجا انفکاک ندارد ممکن نیست کہ وجوداً یا شہوداً چیزے در خارج صورت بندد قسم دوم از قسم اول اینہا بعالم اجسام تعلق دارند بہ تدبیر وتصرف کہ ہر نوع انسانی را یک روح مجردہ است کہ تمام تعلق وتصرف آں شخص موقوف بر اوست ہر چہ استعداد بدن ونفس است بمقتضائے آنست موافق آں از روح فیض گرفتہ بدو میرساند بواسطۂ صورت مثالی آں شخص کہ در عالم مثال است وچندیں ہزار ارواح ملکی دیگر نیز ممد ومعاون مر ایں ارواح مجردہ را ہستند کہ آنرا نیز ملکوت اسفل گویند تا آنکہ اہل کشف گویند تا ہفت فرشتہ نباشد برگے از درخت بیروں نیاید ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودند

ان لکل فئی ملکاً۔ و نیز فرمودہ نیز لکل قطرۃ ملکاً۔ ہمچنیں در احادیث دیگر ملک الجبال۔ و ملک الریح و ملک الرعد و ملک البرق و ملک السحاب آمدہ است۔ بالجملہ ہر چہ در عالم ناسوت میشود از کون و فساد حتی الحرکت و السکون اوّل فیض حق سبحانہ تعالیٰ اسمائے الٰہی را کہ ارباب مقید ہستند میرسد و از انہا بواسطۂ اعیان ثابتہ بروح اعظم میرسد و از روح اعظم بارواح انچہ لائق استعداد اوست آں فیض اسمائے میرسد و بھر روح بواسطۂ صورت معانی در ناسوت خود متصرف میگردد۔ و لیکن بعضے شعور دارند چنانکہ از افراد انسانی و حیوانی و بعضے شعور ندارند چنانچہ افراد نباتی و جمادی۔ اگرچہ بتحقیق خاص ہمہ را شعور و ادراک ہست کہ اہل کشف میدانند۔ اما کشف کردن آں و دستور نیست و انچہ مذکور شد تمام عالم ملکوت بود۔ جبروت بالائے او عالم جبروت است کہ صفات الٰہیست و آں عالم واحدیت است کہ مشتمل است بر جمیع اسمائے الٰہی و کیانی بطریق تفصیلاً ہر یک را بر بست و ہشت اسمائے الٰہی و بست و ہشت اسمائے کیانی مقرر و مثبت نمودہ اند چنانکہ تفصیل اینہا در دائرۂ واحدیت کہ در جام جہان نما مذکور است محققین فرمودہ اند و ہر یک از ان اسمائے الٰہی را حقائق الٰہی گویند و اسمائی کیانی را اعیان ثابتہ نامند و ہمیشہ فیض اسمائی الٰہی کہ ارباب مقید اند باسمائے کونی کہ اعیان ثابتہ و مظہر ہستند میرسد و از انجا بواسطۂ روح اعظم بخارج میرسد چنانکہ گذشت و ایں مجموعہ را جبروت خوانند و بالائے ایں مرتبہ ذات الٰہی است کہ لاہوت گویند و آں عالم وحدت است۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ بوحدت خویش متصف بصفت احدیت است کہ اسقاط جمیع اعتبارات و سلب جمیع صفات و نیز متصف بصفت واحدیت است کہ اثبات جمیع اعتبارات و اقصاں جمیع صفات است و ایں ہر مرتبہ معبود جملہ موجودات است و ایں مرتبہ را حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نیز گویند۔ بعد ازاں بہمیں سبب در مظہر محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم ایں کلمات سوی الوجوب الذاتی بظہور پیوست چنانکہ مرتبۂ جبروت حقیقت انسانی را گویند از انکہ ہر چہ در ناسوت است از اسمائے الٰہی و کیانی در افراد مکمل بظہور می انجامد و در ہر انسان بالاجمال ہست اگر استعداد او وفا کند بظہور آید۔ سیر جمیع سالکان باعتقاد اکثر اہل کشف تا بجبروت منتہی میشود و بعضے محققین چنانکہ حضرت شیخ محی الدین ابن علی العربی و حضرت پیر ما ضعیف عین العرفاء برین ست کہ سیر عارف محقق یا عوث یا فرد کامل کہ بر قدم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد بوجہ تبعیت تا بہ لاہوت میرسد یعنی سیر او متصف باول مرتبہ میشود۔ اما دیگران را بعد از رسیدن بجبروت مکاشفہ آنمرتبہ میشود آنچہ متصف باں نمیشود۔ اینہمہ مراتب اربعہ کہ مذکور شد داخل تعین اوّل بودند کہ شامل جمیع تعینات ست و بالائے اینمرتبہ لاتعین است کہ لاہوت گویند کہ علم ہیچ نبی و ولی بکمال او نرسیدہ است و نخواہد رسید در دنیا و آخرت بخلاف مراتب سابقہ۔ الحمد للہ علی کل حال۔

تمام شد رسالہ عوالم خمسہ من تصنیف حضرت قدوۃ العرفاء
زین المحدثین شاہ فتح محمد محدث ابن حضرت
شاہ عیسیٰ عبد اللہ رضی اللہ عنہم

تمت بعون اللہ تعالیٰ

(فقط)

کنز الدقایق
فی
علم الحقایق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلق بعد از ارتفاع کثرت عین حق است اگر لام حال کہ عبارت از ظہور کثرت ازمیان بردارد و نقطۂ تعین از سر خابر گیری ۔ بنگر کہ چہ ماند ۔ (حق ماند یعنی خلق حق گردد)

دقیقہ (۱) ۔ تعیّن حجاب وجود است اگر تو از عین وجود حق دو چشمی احول را کہ عبارت از حرف تاست دور کنی دانی کہ تعیّن عین وجود حق است ۔

دقیقہ (۲) وجود مطلق چوں از اطلاق و عدم انحصار خود توجہ بعالم ظہور کرد اوّل تعیّن کہ پیدا گشت نام او وحدت شد و او را حقیقت محمدی نیز گویند ۔

دقیقہ (۳) حقیقت تعیّن تو دانستی و مغایرۃ دور کردن میان تعیّن و عین حق ہم فہم کردۂ اکنوں تو در ہر تعین و تجلی و در ہر مرتبہ ہمچنیں فہم کن چنانچہ سیاہی بنسبت حروف اگر حروف گوئی درست بود ۔ اگر سیاہی دانی کہ بصورت ظاہر شدہ است عین معرفت بود و آں وحدت را دو شاخ ظاہر شد ۔ یکے را نام احدیت کہ ذات باآں اعتبار از ہمہ اعتبارات منزّہ و مجرّد است و دوم را نام واحدیت کہ ذات باآں اعتبار بہمہ صفات الٰہی و اعتبارات کیانی متصف است ۔

دقیقہ (۴) صفات الٰہی دو قسم آمد یکے موقوف است بظہور مخلوق در خارج

چنانچہ خالق و رازق و دیگر محتاج نہ چنانچہ سمیع و بصیر و علیم و غیر آں از امہات صفات۔ پس انچہ محتاج نیستند بکمال ذاتی و غنائی مطلق التعلق دارند و ایں مرتبہ را تقدم بر اسمائے دیگر است۔ و انچہ محتاج ہستند بکمال اسمائی و کمال جلا و استجلا تعلق دارند۔ کمال جلا آں را گویند کہ وجود بایں تعینات ظاہر شد۔ و کمال استجلا آں را گویند کہ دریں مراتب حق سبحانہ بایں تعینات خود را مشاہدہ کند۔ و واحدیت ملقسم بدو قسم است۔ یکے صفات الٰہی و دیگر اعتبارات کیانی و تعین واحدیت ہر دو را شامل است۔ و صفات الٰہی آں را گویند کہ وصف وجوبی و فعلی صفت ذاتی ایشاں باشد و اعتبارات کیانی آں را گویند کہ صفت لازمی ایشاں انفعال امکان باشد۔

دقیقہ (۵) لفظ اللہ و حق دو جا اطلاق کنند یکے در مرتبۂ لاتعین کہ عین وجود مطلق است بے ملاحظہ مفہوم۔ دوم در مرتبۂ الوہیت و آں عبارتست از ظہور جمیع صفات الٰہی اجمالاً و ظاہر وجود کہ وجوب وصف خاص اوست اینجا گویند و رب آنجا گویند کہ آں صفات الٰہی تفصیل یابند۔

دقیقہ (۶) و اعتبارات کیانی مقتضیات اسمائے الٰہی و مرتبۂ ربوبی اند آں را اعیان ثابتہ گویند و ظاہر علم آں را نیز گویند۔ پس دریں دو مرتبہ یعنی صفات الٰہی و اعتبارات کیانی یک مرتبہ جامع است و آں وجود مطلق است اصالتاً و تبعاً حقیقت انسان است کہ ادم عبارت ازوست تا اینجا مراتب ظہور الٰہی بود اکنوں مراتب ظہور خلقی بیان خواہد شد۔

دقیقہ (۷) اوّل تعیّن باعتبار خلقت نہ باعتبار ظہور نور محمدیست نام او روح اعظم و عقل اوّل و عقل کل است او بمنزلہ جنس است و ایں جمیع عوالم مختلفہ بمرتبہ قند صاف و کدر تا بمرتبہ قطیرہ۔ و ایں را عالم ارواح نامند و فرشتہ کہ در صف اوّل عالم ارواح است او را روح القدس گویند۔ و آخر او جبرئیل امین است و بالائے ایں مرتبہ ارواح ہر چہ مذکور شد در عالم غیب شمردہ اند۔

دقیقہ (۸) پس ازیں عالم عالم مثال است و آں عبارت است از ظہور مرکبات لطیفہ کہ قابل تجزی و تبعیض نیستند کہ آں را خیال متصل نامند پس ہر حس و حرکت کہ دریں عالم موجود است بواسطۂ اوست یعنی اوّل فیض فیاض مطلق بعالم ارواح میرسد و از و بعالم مثال و از و بعالم حس۔

دقیقہ (۹) پس ازیں عالم عالم شہادت است و آں عبارت است از عرش رحمان تا مرکز خاک بدیں تفصیل اوّل عرش۔ پس کرسی۔ و فلک زحل

وفلک مشتری ۔ وفلک مریخ ۔ وفلک شمس ۔ وفلک زہرہ ۔ وفلک عطارد ۔ فلک قمر ۔ کرۂ نار ۔ کرۂ ہوا ۔ کرۂ آب ۔ کرۂ خاک ۔ وموالید ثلثہ معدن ۔ نبات ۔ حیوان ۔

دقیقہ (۱۰) پس انسان کامل ایں جمیع عوالم را شامل است ۔ ومقصود از ظہور ایں مراتب اوست کہ وجود بایں مراتب شدہ تا بانسان پیوست و در انسان بحواس انسان در ایں مراتب خود را مشاہدہ میکرد کہ معراج عبارت ازوست ۔ بیت

کسوتے دیگر بپوشد جلوۂ دیگر کند ✤ مظہر دیگر نماید بہر اظہار دگر

اگر خواہی کہ ایں مراتب در تحت توجہ و سیر تو باشد بدیں شغل عروج و نزول مبدا و معاد اشتغال نمائی ۔ وجود مطلق تعین اوّل ۔ تعین ثانی عالم ارواح ۔ روح القدس جبرئیل امین ۔ عالم مثال ۔ عرش ۔ کرسی ۔ فلک زحل ۔ فلک مشتری ۔ فلک مریخ ۔ فلک شمس ۔ فلک زہرہ ۔ فلک عطارد ۔ فلک قمر ۔ کرۂ نار ۔ کرۂ ہوا ۔ کرۂ آب ۔ کرۂ خاک ۔ موالید ثلثہ ۔ معدن ۔ نبات ۔ حیوان ۔ انسان

دقیقہ (۱۱) ۔ چنانچہ وجود مطلق در اوّل مرتبہ جمیع تعینات را شامل است انسان در آخر مرتبہ جمیع را حامل چوں وجود تنزل کند اوّل خود را بلباس تعین اول و ثانی بیاراید ۔ پس بلباس عالم غیب بیاراید تا بلباس انسان خود را بیاراید ۔ چنانچہ تخم بلباس شاخ و شگوفہ و برگ و بر ۔ خود را بیاراید ۔ تا بحدیکہ باز بہ تخمیت آید ۔ وچوں ایں تخم بہ اصل خویش رجوع کند می بیند کہ چندیں لباس ہم من گرفتہ ام فہم من فہم

دقیقہ (۱۲) معرفت سہ نوع است ۔ معرفت افعالی ۔ ومعرفت صفاتی ومعرفت ذاتی ۔ معرفت افعالی عبارت ازاں است کہ ہر فعلی کہ در کائنات موجود است خواہ از انسان خواہ از غیر انسان بیند فعل حق سبحانہ داند ۔ ومعرفت صفاتی اشارت باں است کہ ہر صفت کہ در خود یا بغیر خود یا بد صفت حق سبحانہ داند اگر کسے گوید و سالک شنود گوینده را بہ صفت کلیم تصور کند ۔ وخود را بہ صفت سمیع و اگر چیزے بیند آں را صفت ظاہر داند و خود را بصیر و اگر وہم و خطرہ در دل گذرد آں را باطن تصور کند ۔ وخود را بارادی و اگر چیزے کسی را امید بدہد خود را مقتدر داند ۔ و او را قابض تصور کند ۔ و اگر در دست خود کتابے یا چیزے دیگر بگیرد و بگشاید باسط و قابض تصور کند ۔ و اگر خواہد کہ از کسے چیزے منع کند خود را مانع تصور کند و او را ممنوع و اگر خواہد برود ۔ چوں پائے بردارد اسم رافع تصور کند و چون نشیند یا پائے دگر اسم خافض تصور کند ۔ وچوں بخورد خود را رازق و شکم را مرزوق تصور کند ۔ وچوں گرسنگی دفع کند

خود را جبّار تصور کند - و چون بخسپد اندکه تا این زمان باسم ظاهر حق سبحانه خود را مشاهده میکرد - اکنون می خواهد که باسم باطن خود را مشاهده کند الی ما لانهایت - اگرچه این اسرار گفتنی نیست - امّا از صاحب بصیرت منع کردنی هم نه - و چون بنویسد تصوّر کند که خالق از کتم عدم بر صفحهٔ کاغذ حروف در وجود می آرد و همان سیاهی بایں لباس مختلف پیدا آید - و آنچه ورای این باشد تجلّی ذاتی برق گویند و آن کم باشد و اگر باشد نادر باشد -

دقیقه (۱۳) در انسان گویند روح در صفات حق سبحانه گویند اسم حیّ در انسان گویند گوش آنجا گویند سمیع - در انسان گویند چشم آنجا گویند بصیر در انسان گویند زبان آنجا گویند کلیم - در انسان گویند دماغ آنجا گویند قدیر - در انسان گویند عقل آنجا گویند علیم - در انسان گویند دل آنجا گویند مرید - پس انسان خود را بدین تعینات آنجا رساند یا او را زان مراتب ظهور بانسان رسد اگر در حقیقت بنگری خود به خود رسد بلکه نی نی خود به خود می بازو می نگرد - بیت

یار ما هر ساعتی آید بازار دگر ✤ تا بود حسن و جمالش را خریدار دگر
گه بوسف گه بچوپند جلوه دیگر کند ✤ مظهر دیگر نماید بهر اظهار دگر

ظهور کمالات بحق سبحانه - و شهود تعینات به پیغمبر صلی الله علیه و آله و اصحابه وسلم محقق و مقرر باد - الحمد لله و الصلوة و السلام علی رسول الله و اله و اصحابه اجمعین ط فقط

تمّت بعونه و توفیقه

الحمد لله که این دقائق عارفانه و حقائق مرشدانه که کاشف حجب و استار و کافی مهمات اسرار اند بغرض افادهٔ طالبان حق و مریدان کشف نور مطلق اظهار نموده شد هر که ازو ق و شوق طریقت و حقیقت نباشد زنهار مطالعه این دقائق نکند تا در ورطهٔ حیرت و ضلالت نیفتد کتبه خادم العلوم و الافتا الدینی ابو الفضل محمد مخدوم حسین غفر الله و لوالدیه

۲۹	معتقدین وحدۃ الوجود و فتوی مولانا شاہ ولی اللہ دہلویؒ و شاہ عبدالعزیز دہلویؒ در حق وحدۃ الوجود	۶۴
۳۰	توحید شریعت و طریقت۔	۶۵
۳۱	کلمۃ التوحید میں اہل ظاہر کی تاویل اور عرفا کی تحقیق	〃
۳۲	اَنَا اَنْتَ وَاَنْتَ اَنَا وَمَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی تحقیق۔	۶۹
۳۳	ثبوت دو ذات و یک وجود و عبد و رب کی بعینیت حقیقی و غیریت حقیقی۔	۷۰
۳۴	باب چہارم مسائل ظاہر شریعت اقسام ضیافت اسلام و فاتحہ ثواب رسانی و تعین تاریخ سوم و دہم و بستم و چہلم و سہ ماہی و ششماہی و برسی و ثواب قل ہو اللہ کا بیان۔	۷۱
۳۵	نذر و نیاز و عرس و فاتحہ کا تعین و عید میلاد و زیارت موئے مبارک و آثار شریفہ بلا ثبوت و صحت سند۔	۷۴
۳۶	قبر پر قبہ و گنبد کا جواز چاروں مذاہب میں۔	۷۶
۳۷	ثبوت تبرک آثار قدیمہ از قرآن و حدیث۔	۸۱
۳۸	حاشیۂ تفسیر بیضاوی میں علامہ شہاب خفاجی نے آیت قرآن سے قبر پر قبہ بنانا ثابت کیا ہے۔	۸۵
۳۹	قبر پر حضرت عمر و عائشہ و محمد بن حنیف وغیرہم نے قبہ بنایا ہے یعنی شرح بخاری جلد چہارم ص۴۹ دیکھو	۸۸
۴۰	حضرت عثمان بن عفان کے زمانۂ خلافت میں قبہ بنانے پر بعض نے اعتراض کیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے قبہ بنایا ہے ان پر کسی صحابی نے اعتراض نہ کیا قبروں کے پاس مسجد بنانے کا ثبوت۔	۸۹
۴۱	قبر پر قبہ بنانے کے جواز میں فقہا کے اقوال۔	〃
۴۲	بزرگوں کے مولد و مدفن کی تعظیم۔	۹۲
۴۳	میت کی تعظیم مثل تعظیم حالت حیات ضروری ہے۔	۹۴
		〃
۴۴	صالحین کے جسم تازہ رہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے قدم مبارک کے والد کا جسم بوسیدہ نہ ہونے اور تازہ رہنے کا ثبوت۔	۹۶
۴۵	مؤلف کے والد پیر و مرشد کے جسم مبارک کو دو سال چار ماہ کے بعد کئی آدمیوں نے تازہ دیکھا۔	۹۷
۴۶	قبر کو توڑنا حرام ہے	〃
۴۷	قبر کو پختہ بنانا لیپنا گلابہ کرنا اس پر کتابت و کتبہ و علامت جائز ہے۔	۹۸
۴۸	قبور صالحین کی زیارت کیلئے سفر کرنا جائز ہے۔	۱۰۰
۴۹	بیان توسل و استمداد۔	۱۰۱
۵۰	ندا و دعا میں فرق۔	
۵۱	یا رسول اللہ یا محمد یا غوث کہنا جائز ہے۔	۱۰۳
۵۲	اقسام ندا۔	۱۰۴
۵۳	جواز توسل و استمداد و استغاثہ پر پندرہ آیات قرآنیہ سے استدلال۔	۱۰۵
	اور پچاس احادیث و آثار سے اثبات سماع موتی۔	۱۰۸
۵۴		۱۲۹
۵۵	قبر پر پھول اور صندل چڑھانے غلاف اوڑھانے وہاں عود و بخور جلانے کا جواز۔	۱۳۰
۵۶	والدین اور بزرگوں کی قبروں کو بوسہ دینا دہلیز و چوکھٹ کو چومنا جائز ہے۔	۱۳۱
۵۷	سلام کے وقت سر و گردن جھکانا تعظیم کیلئے کھڑے ہونا۔ اور بزرگوں کی قدمبوسی جائز ہے۔	۱۳۳
۵۸	تحقیق عبد و رب و سید و مولیٰ۔	۱۳۴
۵۹	عبد کی نسبت غیر اللہ کیطرف جائز ہونے اور عبدالرسول و عبدالنبی وغیرہ نام رکھنے کا بیان۔	۱۳۵

تمت بالخیر

صوفیاں دانند قدر ایں گہر — زانکہ ایشانند واقف زیں خبر

مخدوم الاعجاز

شرح اردو کامل

مثنوی گلشن راز

جس کا تاریخی نام

مابہ الامتیاز بین الحقیقۃ والمجاز

۱۳۴۷ھ

اصل مثنوی گلشن راز کے ایک ہزار نو اشعار ہیں جس کو مولانا نجم الدین محمود تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۱۷ھ میں تالیف فرمایا تھا صوفیہ کے پاس ایسی مقبول و معتبر کتاب ہے جس کا ایک ایک شعر ملنا بھی دشوار تھا اسلامی دنیا کے علاوہ انگریزوں نے بھی اس کی قدردانی کی اس کے شروح فارسی زبان میں بہت ہیں سب سے زیادہ مشہور مفاتیح الاعجاز شیخ محمد لاہجی نوربخشی کی تالیف ہے لیکن اس کی زبان فارسی ہونے کے علاوہ اصطلاحات صوفیہ و مسائل تصوف پر مشتمل ہونے سے اس کا فائدہ عام نہ تھا چھ سو ستاسی سال گزرنے پر بھی کسی نے اس کی کامل و مستقل اردو زبان میں شرح نہیں لکھی بعض حضرات نے اس کے فارسی شرح مفاتیح الاعجاز کا ترجمہ شائع کیا ہے تو کچھ مفید نہ ہو سکا اس لئے کہ مفاتیح الاعجاز خود اصطلاحات صوفیہ سے مملو ہے پھر اس کا ترجمہ کیا مفید ہوگا علاوہ ہر جملہ خود تصوف سے ناآشنا بعض جگہ فارسی کی اردو کر دینے سے کیا حاصل ان سارے امور پر نظر کر کے ہمارے مخدوم و عالم معالم دینی و عارف معارف یقینی مولانا ابوالفضل سید شاہ محمد مخدوم حسینی مشہور بہ سید صاحب پیر چشتی قادری چشتی نظامی شیخ الفقہ والاصول و مفتی صاحب مدرسہ نظامیہ حیدرآباد نے نہایت سلیس اردو میں کامل و مستقل شرح لکھی ہے اور حاشیہ پر علامہ عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاحات صوفیہ کا اردو ترجمہ اور ایک مختصر مفید رسالہ فضل اللہ الودود فی تحقیق مسئلۃ وحدۃ الوجود لکھ کر تصوف آسان واضح کر دیا تشکل تشکل مضمون کو آسان سے آسان پیرایہ میں سمجھایا ہے اس سے بہتر اس کتاب کی کوئی اردو شرح ابتک نہیں ہوئی شائقین اس کے خرید کرنے میں بہت عجلت و سبقت فرمائیں۔ پتہ ۔ لاڈ بازار سلیمان داؤد حیدرآباد